کلیاتِ
مُصطفیٰ زیدی

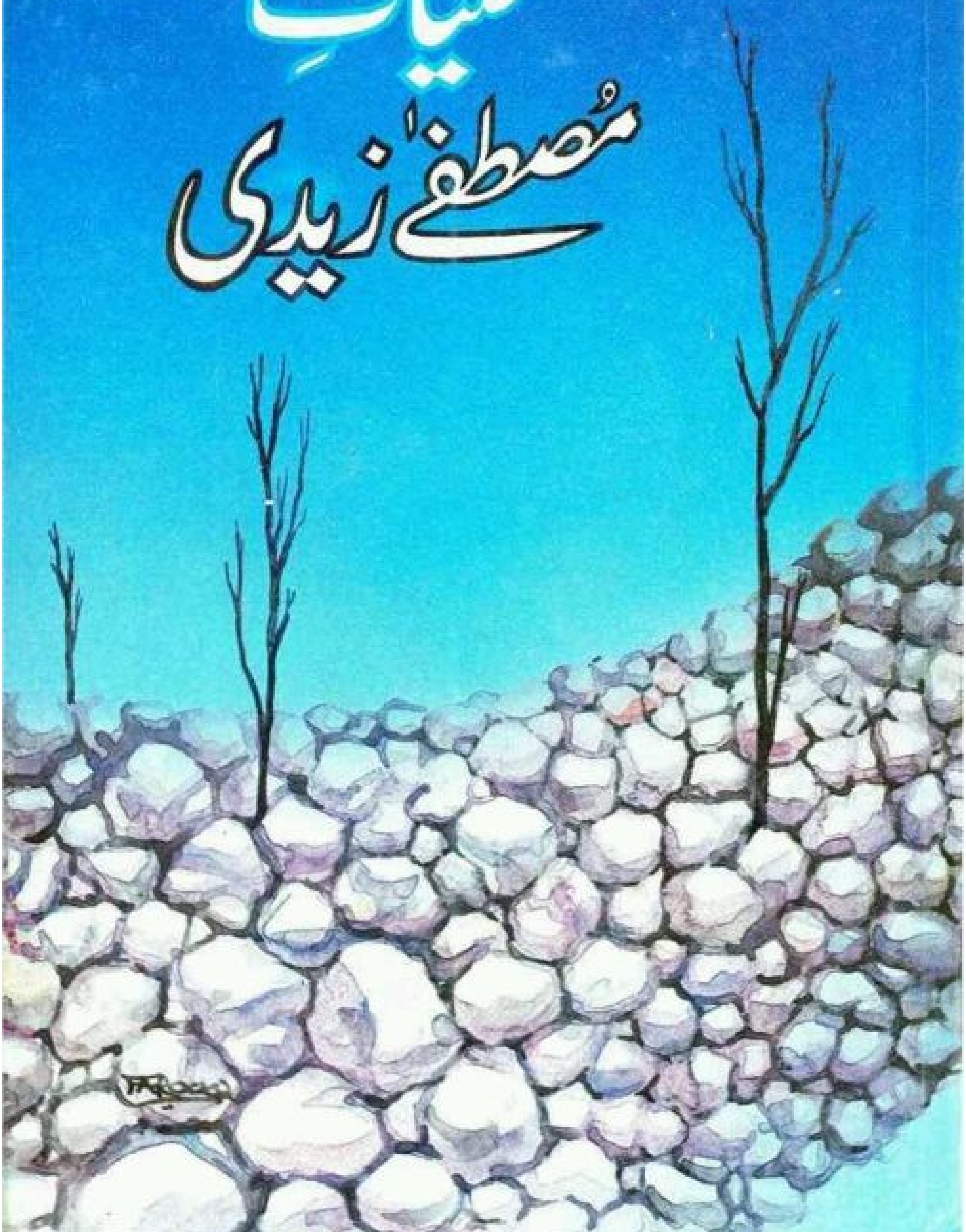

Scanned by CamScanner

تمام کتب بغیر کسی مالی فائدے کے پی ڈی ایف میں
تبدیل کی جاتی ہیں۔
کتابی مواد کی ذمہ داری مصنف پر ہے۔

سید حسین احسن۔
ایڈمن ۔ فیس بک گروپ

03448183736
03145951212

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلیاتِ مصطفیٰ زیدی

Scanned by CamScanner

کلیاتِ مصطفیٰ زیدی

مصطفیٰ زیدی

الحمد پبلی کیشنز

رانا چیمبرز۔ سیکنڈ فلور۔ (چوک پرانی انارکلی)۔ لیک روڈ۔ لاہور

Scanned by CamScanner

ھماری کتابیں .....

خوبصورت، معیاری اور

کم قیمت کتابیں

تزئین و اہتمام اشاعت

صفدر حسین

ضابطہ :

اشاعت : اکتوبر ۱۹۹۸ء

مطبع : شرکت پریس لاہور

قیمت : -/۳۰۰ روپے

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روشنی

Scanned by CamScanner

روشنی

مصطفیٰ زیدی

الحمد پبلی کیشنز

رانا چیمبرز۔ سیکنڈ فلور۔ (چوک پرانی انارکلی) ۔ لیک روڈ۔ لاہور

Scanned by CamScanner

فہرست

		صفحہ
تخلیق	...	۷
چراغ آفریدم	...	۹
روشنی (۱)	...	۱۷
(۲)	...	۱۹
انسان پیدا ہو گیا (۱)	...	۲۰
(۲)	...	۲۲
تلاش	...	۲۳
کرن	...	۲۷
سیاہ لہو	...	۲۸
آج بھی	...	۳۰
گستاپو	...	۳۱
اگست ۴۷ء	...	۳۴
بعد ہر تقریر	...	۳۵
تجدید	...	۳۸
شطرنج	...	۴۰
نیا آذر	...	۴۲
ارتقا	...	۴۵
وہ اجنبی	...	۴۷
ایک کردار	...	۴۹
تضاد	...	۵۰
انتہا	...	۵۱
یاد	...	۵۲

Scanned by CamScanner

سناٹا	...	۵۵
تشفی	...	۵۷
فیصلہ	...	۵۹
ایک زخمی تصوّر	...	۶۲
رقیب	...	۶۶
روح کی موت	...	۷۰
شہکار کی بات	...	۷۳
نیلام (۱)	...	۷۵
(۲)	...	۷۷
سودا	...	۸۰
جسم کی بے سود پکار	...	۸۱
اُجالا	...	۸۴
فرزند	...	۸۶
سمجھوتہ	...	۸۸
تعمیر	...	۹۰
گناہ	...	۹۲
یاما	...	۹۴
آہنگ	...	۹۶
منزل	...	۹۸
دیوانوں پہ کیا گذری	...	۱۰۳
کاروبار	...	۱۰۵
ایک بے نام سپاہی کی قبر پر	...	۱۰۶
وصال	...	۱۰۹
آواز کے سائے	...	۱۱۱

Scanned by CamScanner

تخلیق

کتنے جاں سوز مراحل سے گذر کر ہم نے
اس قدر سلسلۂ سود و زیاں دیکھے ہیں

رات کٹتے ہی بکھرتے ہوئے تاروں کے کفن
جھومتی صبح کے آنچل میں نہاں دیکھے ہیں

جاگتے ساز، دمکتے ہوئے نغموں کے قریب
چوٹ کھائی ہوئی قسمت کے سماں دیکھے ہیں

ڈوبنے والوں کے ہمراہ بھنور میں رہ کر!
دیکھنے والوں کے اندازِ بیاں دیکھے ہیں

مدتوں اپنے دلِ زار کا ماتم کر کے
خود سے بڑھ کر بھی کئی سوختہ جاں دیکھے ہیں

Scanned by CamScanner

موت کو جن کے تصوّر سے پسینہ آجائے
زیست کے دوش پہ وہ بارِ گراں دیکھے ہیں!

تب کہیں جا کے ان اشعار کے گہوارے میں
اک بصیرت کے ہمکنے کے نشاں دیکھے ہیں

Scanned by CamScanner

چراغ آفریدم

"روشنی" کا پہلا ایڈیشن ۹۴۹ء میں الہ آباد (یوپی) سے شائع ہوا تھا۔ اس وقت اس مجموعے کی ہیئت موجودہ ہیئت سے مختلف تھی۔ اس ترمیم اور اضافے کے حق میں اور اس کے خلاف بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ دراصل میں اس کتاب کو دوبارہ شائع کرنے پر تیار نہ تھا، اور بغیر ترمیم اور اضافے کے اس کی دوبارہ اشاعت میرے لئے اب بھی بعید از قیاس ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ میں اس دوسری اشاعت پر نادم ہوں، یا اپنی ابتدائی نظموں سے شرمسار ہو رہا

ہوں۔ اس میں مجھے ادبی بد دیانتی بھی نظر نہیں
آتی اس لئے کہ جن نظموں کا اضافہ کیا گیا ہے
بیشتر اسی زمانے کی ہیں۔ یہ طالبعلمی کا زمانہ
تھا جب محض تجربے کے لئے آدمی بڑی بڑی،
تحریکوں میں شامل ہو جاتا ہے، جب متوقع باتیں
غیر متوقع طور سے ہوتی رہتی ہیں، اور جب نئے
جذبات کی آہٹ سے سارا وجود سنتا رہتا ہے
اسے ابھی ذہنی رکھ رکھاؤ نصیب نہیں ہوتا۔
یہ درست ہے کہ اس افتادِ طبع سے جو شعر نمودار
ہوتے ہیں، ان کا اپنا رنگ ہوتا ہے، بلکہ
آگے چل کر اسی رنگ کو شاعر ترستا رہ جاتا ہے
اور یہ دوبارہ نصیب نہیں ہوتا، لیکن میں
یہ چاہتا تھا کہ میرے جو دو مجموعے "روشنی"

Scanned by CamScanner

کے بعد شائع ہوئے ہیں، ان میں اور "روشنی"
میں اتنا ذہنی فاصلہ نہ رہ جائے کہ یہ کتابیں
آپس میں ایکدوسرے کے لئے اجنبی بن جائیں
اس مجموعے کی تمام نظمیں ۴۸ء اور ۵۰ء کے
درمیان کی ہیں۔ یہ نظمیں مجھے الہ آباد کے ان
دنوں کی یاد دلاتی ہیں جب خوشی خوشی کی
طرح اور غم غم کی طرح ہوتا تھا۔ ادب،
جمالیات، اور جدلیات پر دن رات بحثیں ہوا کرتی
تھیں۔ بحث میں شامل ہونے والے بزرگ بھی
تھے، جوان بھی تھے، اور محض دیکھنے والے
بھی۔ فراق گورکھپوری، اپندر ناتھ اشک،
بلونت سنگھ، وامق جونپوری، ڈاکٹر اعجاز حسین،
پروفیسر مسیح الزمان اور مسعود اختر جمال کے
ساتھ ساتھ معصوم رضا راہی، دیوندر اسر، اور
میں ان نوجوانوں میں سے تھے جو انہی صحبتوں
میں بیٹھتے تھے۔ کبھی بیت بازیاں ہوتی تھیں

Scanned by CamScanner

اور اس شرط کے ساتھ کہ آج صرف غالب، میر، سودا اور انیس کے کلام سے حصے سنائے جائیں گے یا آج صرف بلینک ورس کے مصرعے پڑھے جائیں گے۔ جوش ملیح آبادی، ساحر لدھیانوی اور مجاز مرحوم بھی گاہے گاہے الہ آباد آجاتے تھے۔ آئے دن مشاعرہ ہوتا تھا، افسانے اور مضامین پڑھے جاتے تھے۔ ادب برائے ادب پر بحث برائے بحث ہوا کرتی تھی۔ چھوٹے موٹے ڈرامے اسٹیج کئے جاتے تھے۔ بے ضرر لگاوٹوں سے لے کر خطرناک محبتوں تک کے مراحل طے ہوتے رہتے تھے۔

یوونگ کرسچین کالج اور الہ آباد یونیورسٹی یہ دو ادارے جن میں میں نے تعلیم پائی ہے، محض تعلیمی ادارے نہ تھے بلکہ تربیتی مرکز بھی تھے جن میں ہر طرح کے خیال کو برداشت کرنے کی صلاحیت تھی۔ عام طور پر اساتذہ اپنے طالبعلموں کے رومانی اور سیاسی دونوں

Scanned by CamScanner

رجحانات کو رومانی ہی سمجھتے تھے۔ اگر ایسا
نہ ہوتا تو کتنے ہی طالب علم نادانستہ اپنی
صحیح منزل کی تلاش کے بغیر مختلف جماعتوں
کے آلۂ کار بن گئے ہوتے۔ "روشنی" کے پہلے
ایڈیشن میں جو نعرے بازی کی چند نظمیں تھیں،
ان کی فضا رومانی تھی، اور انہوں نے مجھے
مقام شعر کے صحیح ادراک سے بہت علیحدہ نہیں
کیا۔ اس زمانے کے الحاد کی بھی یہی کیفیت
تھی کہ مذہبی جنون کے ردعمل کے طور پر
اختیار کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب
جوش ملیح آبادی ایک طرف "پڑھ کلمہ لَا اِلٰہَ اِلاَّ
انسان" اور دوسری طرف "ہم رند بھی
ہیں حلقۂ ماتم میں اے حسین" کہتے ہیں تو
یہ تضاد میری سمجھ میں آتا ہے اور مجھے اس
سے الجھن پیدا نہیں ہوتی۔

ایک بار پھر یہ اعلان ضروری ہے کہ یہ
نظمیں اس زمانے کی ہیں جب میرا نہ صرف تخلص

Scanned by CamScanner

ہوتا تھا بلکہ تیغ الہ آبادی جیسا تخلص ہوتا تھا کہ نظم پڑھنے والا کچھ کہنے سننے کی جرأت نہ کرے۔ اب نہ تیغ رہ گیا ہے نہ الہ آباد رہ گیا ہے، پرانی محبتوں کے مزار پر نئی گھاس اُگ چکی ہے اور یہاں تک ہے کہ روایتوں میں جو ربطِ غائبانہ ہوتا ہے، اس کی کڑیاں بھی ٹوٹنے لگی ہیں۔

مصطفیٰ زیدی

A book is a great cemetary in which, for the most part, the names of the tombstones have been effaced.

— PROUST

Scanned by CamScanner

روشنی

ترے حضور مرے ماہ و سال کی دیوی
میں ارضِ خاک کا پیغام لے کے آیا ہوں

جسے خرد کا مکمل شعور پا نہ سکا
وہ قلبِ شاعرِ ناکام لے کے آیا ہوں

فریبِ عشرتِ معیار میرے پاس نہیں
غمِ حقائقِ ایام لے کے آیا ہوں!

بکھر رہے ہیں پرستارِ عالمِ ارواح
کہ حُسنِ کشورِ اُجسام لے کے آیا ہوں

سمجھ سکے تو سمجھ لے کہ استعاروں میں
میں اپنی زیست کا ابہام لے کے آیا ہوں

Scanned by CamScanner

تشیب ظلمتِ الحاد کو کھنگالا ہے
فروغِ سینۂ الہام لے کے آیا ہوں

مری صدا میں دھڑکتا ہے کائنات کا دل
بہ طرزِ خاص غمِ عام لے کے آیا ہوں

گلی گلی مری آوارگی کے قصے ہیں!
نفس نفس پہ اک الزام لے کے آیا ہوں

مری حیات کے گرتے ہوئے کگاروں کو
سنبھال لے کہ ترا نام لے کے آیا ہوں

Scanned by CamScanner

(٢)

غزلیں نہیں لکھتے ہیں قصیدہ نہیں کہتے
لوگوں کو شکایت ہے وہ کیا کیا نہیں کہتے

اور اپنا یہی جرم کہ با وصفِ روایت
ہم ناصحِ مشفق کو فرشتہ نہیں کہتے

اجسام کی تطہیر و تقدس ہے نظر میں
اَرواح کے حالات پہ نوحہ نہیں کہتے

ہم نے کبھی دنیا کو حماقت نہیں سمجھا
ہم لوگ کبھی غم کو تماشا نہیں کہتے

انسان کے چہرے کے پرستار ہوئے ہیں
اور قاف کی پریوں کا فسانہ نہیں کہتے

وہ بھی تو سنیں میرے یہ اشعار کسی روز
جو لوگ نئی نسل کو اچھا نہیں کہتے

Scanned by CamScanner

انسان پیدا ہو گیا

سیّالِ ماہ تاب زرافشاں کی دھوم ہے
بدلے ہوئے تصوّرِ ایماں کی دھوم ہے
اخلاق سے لطیف ترعصیاں کی دھوم ہے
اعلانِ سرفروشئِ رنداں کی دھوم ہے
یاراں کے تذکرے ہیں بہاراں کی دھوم ہے
اب سرنگوں ہے کتنے بزرگانِ فن کی بات

اب پیشِ محکمات گریزاں ہیں ظنّیات
اب محض سنگِ میل ہیں کل کے تبرّکات
مدّت سے اب نہ کوئی عجوبہ نہ معجزات
دندان شکن حقیقتِ عُریاں کی دھوم ہے

اِک بات آگہی کے لبوں سے نکل گئی
اوہام کی قدیم حکومت بدل گئی
فولاد کے بتوں کی روایت پگھل گئی!
اک جنبشِ نگاہ سے زنجیر گل گئی
زنداں میں طمطراقِ اسیراں کی دھوم ہے

Scanned by CamScanner

(۲)

آسماں گیر ہے زلفوں کا دھواں کہتے ہیں
جشن بر دوش ہے فردوسِ رواں کہتے ہیں
آج انسان ہے میرِ دو جہاں کہتے ہیں

اب لچکتی نہیں کوشش سے بھی غلماں کی کمر
جل گئے جدّتِ تحقیق سے اوہام کے پر
اَبدی ہے یہ جہانِ گذراں کہتے ہیں

رہرو و آ ہی گئی منزلِ عصرِ مسعود
جن کو کل لوگ سمجھتے تھے بتانِ معبود
اب اُنہیں ذہن کی آوارگیاں کہتے ہیں

Scanned by CamScanner

تلاش

آج کیوں میرے شب و روز ہیں محروم گداز
اے مری روح کے نغمے، مرے دِل کی آواز

اک نہ اک غم ہے نشاطِ سحر و شام کے ساتھ
اور اس غم کا نہ مفہوم نہ مقصد نہ جواز

میں تو اقبال کی چوکھٹ سے بھی مایوس آیا
میرے اشکوں کا مداوا نہ بدخشاں نہ حجاز

چند لمحوں سے یہ خواہش کہ دوامی بن جائیں
ایک مرکز پہ رہے سُرخ لہو کی ہلچل

کبھی ہر گام پہ ٹھوکر، کبھی منزل کا حریف
اے جہانِ گزراں ایک سے انداز پہ چل

Scanned by CamScanner

دن کو مہکا ہوا بَن شام کو تپتی ہوئی ریت
زندگی ایسے طَلِسمات کے حلقے سے نکل
کہیں حد درجہ لگاوٹ کہیں آہٹ سے گریز
دلِ محبوب نما اور سنبھل اور سنبھل

اور کبھی یہ، کہ اگر ایک پلک بھی ٹھہرے
کوئی لمحہ تو ہر اک سانس گراں ہو جائے
اگر اک گلشنِ بے خار رہے دامنِ وقت
یہ جہانِ گذَراں ریگِ رَواں ہو جائے
ایسا مذہب کہ خود اس وجہِ تعالیٰ سے گریز
ایسا الحاد کہ سجدے میں نہاں ہو جائے

اے مری روح کے نغمے، مرے دل کی آواز
لطفِ شب تاب یہی رقصِ شرر ہو شاید
منزلیں پاس سے بھی دور رہا کرتی ہیں
جستجو حاصلِ وعرفانِ سفر ہو شاید

Scanned by CamScanner

کوئی الحاد میں نازاں کوئی ایمان میں گم
کبھی اس دیدہ و دِل کی بھی سَحر ہو شاید

میرے غم ہی میں نہاں ہو نئے سورج کی کِرَن
کم نگاہی میں ہی پوشیدہ نَظَر ہو شاید

Scanned by CamScanner

کِرن

چھپ گئے رات کے دامن میں ستارے لیکن
ایک ننھا سا دِیا اب بھی ہے ہم راہ و نشاں
ایک ننھا سا دیا اور یہ شب کی یورش
اور یہ ابر کے طوفان، یہ کہرا، یہ دھواں

لیکن اس ایک تصور سے نہ ہو افسردہ
ساعتیں اب بھی نیا جوش لئے بیٹھی ہیں
سنگِ رہ اور کئی آئیں گے لیکن آخر
منزلیں گرمیٔ آغوش لئے بیٹھی ہیں

Scanned by CamScanner

اک نئے عہد کی امید، نئی صبح کی ضو!!
اس اندھیرے سے ابھرتے ہیں چراغاں کتنے
زیست کے جامۂ صد چاک کا ماتم کیسا!
زیرِ تخلیق ہیں خلّاق گریباں کتنے

چھپ گئے رات کے دامن میں ستارے لیکن
یہ تری شعلہ نوائی کا نیا دور سہی!
عزمِ پرواز کی توہین سے مایوس نہ ہو
ایک بار اور سہی، اور سہی، اور سہی

Scanned by CamScanner

سیاہ لہو

ایک دل اور اتنے بارِ گراں
اُونگھتے پیڑ، سرنگوں کلیاں
مضمحل نور ، مضمحل خوشیاں
اَن گنت خواب ، اَن گنت ارماں
بے مہک پھُول ، ادھ کھلی کلیاں

بادشاہوں کا قصۂ من و تو!
تیرہ بِختوں کا تیرہ تر جادو
سُرخ تاریکیاں ، سِیاہ لہو
منتشر رات ، منتشر گیسو
بے اثر آہ بے اثر آنسو

Scanned by CamScanner

ذہن کی قبر، دل کا ویرانہ
فکرِ روزی، تلاشِ مے خانہ
کوئی باعقل کوئی دیوانہ!
میری تحقیق اُس کا افسانہ
زرد بتی، اُداس پروانہ!

الغرض اک نہ اک غمِ گل و خار
فلسفے کا خمار، عشق کا بار!!
دل کو اک صبح و شام کا آزار!
حسرتِ صلح و حسرتِ پیکار
صیدِ ابلیس و کشتۂ یزداں!

Scanned by CamScanner

آج بھی

پھیلی ہوئی ہے شام گراں تا گراں مگر
کون و مکاں میں ساعتِ زنداں ہے آج بھی

اس فلسفے کی سوزنِ پنہاں کے باوجود
چاک جگر حقیقت عریاں ہے آج بھی

اس نوجوان عصرِ ترقی پسند میں
اک کہنہ یادِ وقت بداماں ہے آج بھی

کیا کیا نگار مثلِ بہاراں گذر گئے
ضرب المثال یوسفِ کنعاں ہے آج بھی

اس عہدِ رنگ و نور کی عبرت فروز یاد
اک شمعِ سوگوار فروزاں ہے آج بھی

ممکن ہوائے صبا تو رمیدہ غزال سے
کہنا کہ ایک روح غزلخواں ہے آج بھی

Scanned by CamScanner

گسٹاپو

سفید پوش! ترے دل کی تیرگی کی قسم
کہ تو نے نجم و گہر کا خمیر بیچا ہے

حقیر جاہ و حشم کے حصول کے بدلے
دل و دماغ دئے ہیں، ضمیر بیچا ہے

میں معترف ہوں کہ ہے میرا جرم حق گوئی
مگر یہ مخبریِ حق گناہ ہے کہ نہیں

پیمبروں کے لہو سے بنی ہے جس کی بساط
وہ شاہراہ تری شاہ راہ ہے کہ نہیں

Scanned by CamScanner

حیات کے لئے بنیاد ہے نمودِ خیال
تجھے خبر نہیں انسان کیسے جیتا ہے

تری غذا میں شہیدوں کا خون شامل ہے
ترا وجود تعفن کا دودھ پیتا ہے

یہی نہیں کہ تجھے پست ذہن کہتے ہیں
وہ لوگ جن کی نظر آج آسمان پہ ہے

تجھے ذلیل سمجھتے ہیں خود رفیق ترے
ہے ان کے دل میں وہی جو مری زبان پہ ہے

تجھے خبر نہیں شاید کہ وَلولوں کا چراغ
سمومِ تند کے باوصف جلتا رہتا ہے

درندگی کے مقدر پہ ناچنے والے
درندگی کا مقدر بدلتا رہتا ہے

Scanned by CamScanner

بلندیوں پہ تشدّد کے مطربِ کہنہ
زمیں کے ساز پہ ہم لوگ گیت گائیں گے

نئی بہار ہمیں سرکشوں کے ہات میں ہے
نیا نظام ہمیں منچلے بنائیں گے

Scanned by CamScanner

اگست ۴۷ء

ابھی غبارِ سرِ کارواں نہیں بیٹھا
عروسِ شب کی سواری گذر گئی ہے ضرور

ابھی ہماری محبّت پہ آنچ پڑتی ہے
کسی کی زلف پہ افشاں بکھر گئی ہے ضرور

ابھی بہت سے سویروں کو اوس پینی ہے
کسی کی پھول سی رنگت نکھر گئی ہے ضرور

ہمیں بھی بننا ہے اس التفات کے قابل
وہ التفات کا وعدہ تو کر گئی ہے ضرور

Scanned by CamScanner

بعد ہر تقریر

(ایک طنزیہ)

شروع کرتا ہوں اس بیاں کو
بہ حمد و تحسینِ ذات باری

کہ جس کی مرضی کے ماتحت ہیں
ہمارے افعالِ اختیاری

اُسی کے احکام سے مسرّت
اُسی کی مرضی سے سوگواری

جناب صدر اور اہل محفل
یہ آپ بھی جانتے ہیں میں بھی

کہ آج کل کے تمام شاعر
فقط نجاست اچھالتے ہیں

Scanned by CamScanner

اساتذہ کی روش سے ہٹ کر
نئی زمینیں نکالتے ہیں

عروض سے ان کو واقفیت
نہ کچھ سلیقہ ہے زیر و بم کا!

یہ شاعری ہے کہ نعشِ عظمت
نہ برق کوندی نہ اسپ چمکا

نہ بادشاہوں کی نغمہ خوانی
نہ تذکرہ کعبہ و حرم کا

نیا ادب، عرض کرچکا ہوں
کہ چند نعروں پہ مشتمل ہے

نہ اِس میں مژگاں نہ اُس میں ابرو
نہ اِس میں کاکل نہ اُس میں دل ہے

جو ایک مصرع ہے بحرِ اعظم
تو دوسرا جوئے مضمحل ہے

Scanned by CamScanner

میں پوچھتا ہوں کہ ہم صفیرو
یہ بے محل انتظار کب تک

سکوتِ تشکیلِ قوم تا کے!
جمودِ تبلیغِ کار کب تک

برائے تبلیغ کار یارو
خیال کی مشعلیں بجھا دو

برائے تشکیلِ قوم ہم کو
تجوریوں کے دہن دکھا دو

Scanned by CamScanner

تجدید

اُس کی بے باکیوں میں غصّہ تھا
اس کے غصّے میں پیار تھا سا تھی

آج اس نو بہار کے رُخ پر
کِس غضب کا نکھار تھا سا تھی

ایک سرکش امنگ سینے میں
اس طرح اپنا سر اٹھاتی تھی

اس کے نم عارضوں کے سائے میں
اس کی سانسوں کی آنچ آتی تھی

اس کا شکوہ کہ شعر لکھ لکھ کر
آپ نے کر دیا مجھے بدنام

Scanned by CamScanner

ایک افسانہ ہے یہ سوز و گداز
ایک وقتی کسک ہے یہ کہرام

میرا کہنا کہ "تم نے دیکھ لیا
یہ فسانہ اٹل حقیقت تھا"

بحث کی بے پناہ وسعت میں
میں نے اس ماہ رُخ کو جیت لیا

نرم انگڑائیاں بکھرتی ہیں
آج چھیڑا ہے وقت نے وہ راگ

ساری دُنیا میں دُھوپ نکلی ہے
جاگ اے سرزمینِ سنگم جاگ

Scanned by CamScanner

شطرنج

عزیز دوست مرے ذہن کے اندھیرے پر
ترے خیال کے دیپک بھٹک رہے ہیں ابھی

کہاں سے ہو کے کہاں تک حیات آ پہنچی
اداس پلکوں پہ تارے چھلک رہے ہیں ابھی

ترے جمال کو احساسِ درد ہو کہ نہ ہو
بجھے پڑے ہیں ترانے ستار زخمی ہیں

حیات سوگ میں ہے بے زبان دل کی طرح
کہ نوجوان امنگوں کے ہار زخمی ہیں

Scanned by CamScanner

مرے رفیق! مرے رازداں! مرے ساتھی
میں تیرے ذہن پہ تجھ کو دعائیں دیتا ہوں

تجھے یہ رقصِ مسلسل کا دور راس آئے
تری نگاہ میں گاتا رہے یوں ہی افسوں

مِرے شعور کی اس خامکار دنیا نے
خرد کی چال کو دل کی پکار سمجھا تھا

یہ میری اپنی خطا تھی کہ بزمِ ہستی میں
مِرا خلوص سیاست کو پیار سمجھا تھا

ترا دماغ سلامت رہے کہ اس کے عوض
ترے حضور میں کُل کائنات ہے ساتھی

ابھی جو کل مرے دکھ درد کا مداوا تھی!
وہ آج تیری شریکِ حیات ہے ساتھی

Scanned by CamScanner

نیا آذر

مری رفیقِ طرب گاہ ، تیری آمد پر
نئے سروں میں نئے گیت گائے تھے میں نے

نفس نفس میں جلا کر اُمید کے دیپک
قدم قدم پہ ستارے بچھائے تھے میں نے

ہوا سے لوچ ، کلی سے نکھار مانگا تھا
ترے جمال کا چہرہ سنوارنے کے لئے

کنول کنول سے خریدی تھی حسرتِ دیدار
نظر نظر کو جگر میں اتارنے کے لئے

Scanned by CamScanner

بہت سے گیت چھلکتے رہے اُفق کے قریب
بہت سے پھول برستے رہے فضاؤں میں

الجھ الجھ گئیں مجروح زیست کی گرہیں
بکھر بکھر گئیں انگڑائیاں خلاؤں میں

میں پوچھتا ہوں کہ اے رنگ و نور کی دیوی
علاجِ تیرہ شبی کیا اِسی کو کہتے ہیں!

بجھے بجھے سے یہ مفلس دیئے نہ جانے کیا
سُلگ سُلگ کے تری بے حسی کو کہتے ہیں

یہ گیت سر بگریباں ہیں تیرے جانے سے
یہ نو عروس ستارے بڑھا رہے ہیں سہاگ

Scanned by CamScanner

کلی کلی کو تری بے رخی کا شکوہ ہے
نفس نفس سے نکلتی ہے ایک ایسی آگ

جسے بجھاؤں تو دل زمہریر ہو جائے
ترا عظیم تصور حقیر ہو جائے

Scanned by CamScanner

اِرتقا

یوں تو اِس وقت کے پھیلے ہوئے سناٹے میں
رات کے سینے سے کتنے ہی گجر پھوٹے ہیں

عقل کو آج بھی ہے تشنہ لبی کا اقرار
سیکڑوں جام اٹھے، سیکڑوں دل ٹوٹے ہیں

زلزلے آئے ہیں ادراک کی بنیادوں میں
عشق کا جذبۂ محکم بھی سہارا نہ بنا

ایک شعلے کو بھی حاصل نہ ہوا رقصِ دوام
ایک آنسو بھی مقدر سے ستارا نہ بنا

Scanned by CamScanner

کس کو معلوم کہ اجداد پہ کیا کچھ گذری
خون سے آلودہ ہیں اس راہ پہ قدموں کے نشان

انہی راہوں سے پیمبر بھی گئے ، ملحد بھی ،
انہی راہوں پہ بھٹکتا رہا بے بس انساں

زندگی ایک ستائے ہوئے طائر کی طرح
پھڑپھڑاتی رہی تاریخ کی زنجیروں میں

اور سقراط و فلاطون و ارسطو کا لہو !
رنگ بھرتا رہا لمحات کی تصویروں میں

کون سے جال نہ ڈالے گئے ہر مرکز پر
کیا جیالے تھے کہ جو مائل پرواز رہے

ابدیت کے نشاں لمحۂ نازک کے نقوش
بشریت کے لئے راز تھے اور راز رہے

Scanned by CamScanner

وہ اجنبی

وہ مہر و ماہ و مشتری کا ہم عناں کہاں گیا
وہ اجنبی کہ تھا مکان و لامکاں کہاں گیا!

ترس رہا ہے دل کسی کی داوری کے واسطے
پیمبرانِ نیم جاں خدائے جاں کہاں گیا

وہ ملتفت بہ خندہ ہائے غیر کس طرف ہے آج
وہ بے نیازِ گریہ ہائے دوستاں کہاں گیا

وہ ابر و برق و باد کا جلیس ہے کدھر نہاں
وہ عرش و فرش و ماورا کا راز داں کہاں گیا

وہ میزباں کہاں ہے جس کی دید بھی محال تھی
جو آج تک نہ آسکا وہ میہماں کہاں گیا

Scanned by CamScanner

بجھی پڑی ہے ماہ تاب و کہکشاں کی انجمن
وہ صدرِ بزم ماہ تاب و کہکشاں کہاں گیا

یہ کائناتِ آب و گل ہے جسکے غم میں مضمحل
دیا ہے جس نے سوزِ دل وہ مہرباں کہاں گیا

چمک رہی ہیں دُور دُور تک اُداس ثریاں
مسافرو! بتاؤ میرِ کارواں کہاں گیا

Scanned by CamScanner

کردار

خیال و خواب کی دنیا کے دل شکستہ دوست
تری حیات مری زندگی کا خاکہ ہے

غمِ نگار و غمِ کائنات کے ہاتوں:
ترے لبوں پہ خموشی ہے، مجھ کو سکتہ ہے

مری وفا بھی ہے زخمی تری وفا کی طرح
یہ دل مگر وہی اک تابناک شعلہ ہے

ترا مزار ہے اینٹوں کا ایک نقشِ بلند
مرا مزار مرا دل ہے، میرا چہرہ ہے

Scanned by CamScanner

جو زہر پی نہ سکا تو حیات سے ڈر کے
وہ زہر اَب بھی بدستور پی رہا ہوں میں

شدید کرب میں تو نے تو خودکُشی کر لی
شدید تر غمِ ہستی میں جی رہا ہوں میں

Scanned by CamScanner

اِنتہا

پھر آج یاس کی تاریکیوں میں ڈوب گئی!
وہ اک نوا جو ستاروں کو چوم سکتی تھی

سکوتِ شب کے تسلسل میں کھو گئی چپ چاپ
جو یاد وقت کے محور پہ گھوم سکتی تھی

ابھی ابھی مری تنہائیوں نے مجھ سے کہا
کوئی سنبھال لے مجھ کو، کوئی کہے مجھ سے

ابھی ابھی کہ میں یوں ڈھونڈتا تھا راہِ فرار
پتہ چلا کہ مرے اشک چھن گئے مجھ سے

Scanned by CamScanner

یاد

رات اوڑھے ہوئے آئی ہے فقیروں کا لباس
چاند کشکولِ گدائی کی طرح نادم ہے

دل میں دہکے ہوئے ناسور لئے بیٹھا ہے
یہی معصوم تصوّر جو ترا مجرم ہے

کون یہ وقت کے گھونگٹ سے بلاتا ہے مجھے
کس کے مخمور اشارے ہیں گھٹاؤں کے قریب

کون آیا ہے چڑھانے کو تمنّاؤں کے پھول
ان سلگتے ہوئے لمحوں کی چتاؤں کے قریب

Scanned by CamScanner

وہ تو طوفان تھی، سیلاب نے پالا تھا اسے
اس کی مدہوش اُمنگوں کا فسوں کیا کہیئے

تھرتھراتے ہوئے سیماب کی تفسیر بھی کیا
رقص کرتے ہوئے شعلے کا جنوں کیا کہیئے

رقص اب ختم ہوا موت کی وادی میں مگر
کسی پائل کی صدا روح میں پائندہ ہے

چھپ گیا اپنے نہاں خانے میں سورج لیکن
دل میں سُورج کی اک آوارہ کرن زندہ ہے

Scanned by CamScanner

کون جانے کہ یہ آوارہ کرن بھی چھپ جائے
کون جانے کہ ادھر دھند کا بادل نہ چھٹے

کس کو معلوم کہ پائل کی صدا بھی کھو جائے
کس کو معلوم کہ یہ رات بھی کاٹے نہ کٹے

زندگی نیند میں ڈوبے ہوئے مندر کی طرح
عہدِ رفتہ کے ہر اک بُت کو لئے سوتی ہے

گھنٹیاں اَب بھی مگر بجتی ہیں سینے کے قریب
اَب بھی پچھلے کو، کئی بار سحر ہوتی ہے

Scanned by CamScanner

سناٹا

آج پھر تم نے مرے دل میں جگایا ہے وہ خواب
میں نے جس خواب کو رو رو کے سلایا تھا ابھی

کیا ملا تم کو انہیں پھر سے فروزاں کر کے
میں نے دہکے ہوئے شعلوں کو بجھایا تھا ابھی

میں نے کیا کچھ نہیں سوچا تھا مری جان غزل
کہ میں اس شعر کو چاہوں گا، اسے پوجوں گا!

اپنی ترسی ہوئی آغوش میں تارے بھر کے
قصرِ مہتاب تو کیا عرش کو بھی چھو لوں گا

Scanned by CamScanner

تم نے تب وقت کو ہر زخم کا مرہم سمجھا
اور ناسور مرے دل میں چمکتے بھی رہے

لذتِ تشنہ لبی بھی مجھے شیشوں نے نہ دی
محفلِ عام میں تا دیر چھلکتے بھی رہے

اور اب جب نہ کوئی درد نہ حسرت نہ کسک
اک لرزتی ہوئی لَو کو تہِ داماں نہ کرو!

تیرگی اور بھی بڑھ جائے گی ویرانے کی
میری اجڑی ہوئی دنیا میں چراغاں نہ کرو

Scanned by CamScanner

تشنگی

آپ نے جس کو فقط جنس سے تعبیر کیا
ایک مجبور تخیل کی خود آرائی تھی

ایک نادار ارادے سے کرن پھوٹی تھی
جس کے پس منظرِ تاریک میں تنہائی تھی

دلِ ناداں نے چمکتی ہوئی تاریکی کو
اپنے معیار کی عظمت کا اُجالا سمجھا

ہائے وہ تشنگیٔ ذہن و تمنّا جس نے
جب بھی صحرا پہ نظر کی اُسے دریا سمجھا

Scanned by CamScanner

ناز تھا مجھ کو جن اوصافِ حکیمانہ پر
کیسے رندانہ اشاروں پہ بہک جاتے ہیں

لڑکھڑاتے ہیں خیالات مرے سینے میں
راہ رو جیسے بیاباں میں بھٹک جاتے ہیں

اپنی محفل کی بھی کیا بات ہے جس سے اکثر
دوست اٹھتا ہے تو یوں جیسے عدو ہوتا ہے

ایسے ملتا ہے محبت کو ہوس کا الزام
ایسے برسوں کی ریاضت کا لہو ہوتا ہے

Scanned by CamScanner

فیصلہ

یہ حلقۂ احباب کی ہے متفقہ رائے :-

اے محوِ فغاں ہم نے بھی دیکھا ہے زمانہ
کہتے ہیں جسے عشق وہ ہے ذہن کا اک روگ

دنیا کی کشاکش سے نکلنے کا بہانہ
ہم نے بھی کئی دیکھی ہیں بنتِ شبِ مہتاب

معمول کی اشیا ہیں نہ افسوں نہ فسانہ
جذبات کے اس حجلۂ تاریک سے نکلو

دنیا ہے سوئے منزلِ خورشید روانہ
مانا کہ وہ اک گوہرِ نایاب ہے لیکن

دھرتی کا کلیجہ ہے نوادر کا خزانہ

Scanned by CamScanner

اس بات کی دنداں شکنی سے نہیں انکار
سچ یہ ہے کہ یہ بات طرحدار بہت ہے

افراد سے اقوام کو لگ جاتا ہے یہ روگ
جو شخص بھی تم سا ہے وہ بیمار بہت ہے

شورش میں کبھی وسعتِ کونین بھی ہے تنگ
وحشت میں کبھی حلقۂ دیوار بہت ہے

ناموسِ وفا میں کہیں ہر جامہ ہے بے کار
رندی میں کہیں شیخ کی دستار بہت ہے

ہر وقت کا دھڑکا ہے نہ دن اپنے نہ راتیں
واماندگیٔ اندک و بسیار بہت ہے

کچھ اپنی انا کے لئے تسکین ہے شامل
کچھ یہ ہے کہ بدخواہیٔ اغیار بہت ہے

Scanned by CamScanner

اِک سمت یہ احباب کی ہے متّفقہ رائے
اِک سمت تیری وحدتِ تنویر و کرم ہے

اِک سمت ہے دانش کا تقاضا بھی بڑی چیز
اِک سمت تری نیم نگاہی بھی ستم ہے

اِک سمت ہے نقارۂ الزام و حقارت
اِک سمت دلِ سوختہ ساماں کا بھرم ہے

اِک سمت چھلکتی ہے رگِ ساز پہ محفل
اِک سمت اداسی ہے، تری آنکھ کا نم ہے

اِک سمت ہے بپھرے ہوئے اغیار کی یورش
اِک سمت وہ سہما ہوا آہوئے حرم ہے

اِک حلقۂ احباب سے چھٹ جائیں تو چھٹ جائیں
ہم کو انہی سہمی ہوئی آنکھوں کی قسم ہے!

Scanned by CamScanner

ایک زخمی تصوّر

یہ ترا عزمِ سفر یہ مرے ہونٹوں کا سکوت
اب تو دنیا نہ کہے گی کہ شکایت کی تھی!

میں سمجھ لوں گا کہ میں نے کسی انساں کے عوض
ایک بے جان ستارے سے محبّت کی تھی

اک دمکتے ہوئے پتھر کی جبیں چومی تھی!
ایک آدرش کی تصویر سے اُلفت کی تھی!

میں نے سوچا تھا کہ آندھی میں چراغاں کر دوں
میں نے چاہا تھا کہ سیلاب کو انساں کر دوں

Scanned by CamScanner

ولولے دوش پہ لائے تھے سمندر کا جلال
حوصلے ڈال رہے تھے مہ و انجم پہ کمند

عزمِ آغاز سے مخمور، جنوں سے سرشار
فکرِ انجام کے غرفے تھے بڑی دیر سے بند

میں سمجھتا تھا کہ یہ جذبۂ بے نام و نمود!!
شیشۂ ذہن سے نازک ہے تصور سے بلند

آج ہر پھول لہو ہے کہ بکھرنا ہو گا
حوصلے سر بہ گریباں ہیں کہ اب کیا ہو گا

صرف لمحوں کی بدلتی ہوئی تصویریں ہیں
اجنبی تیرے تصور سے عبارت ہے حیات

تجھ سے وابستہ ہیں وہ کرب کی راتیں جن میں
حدّتِ غم سے سلگتے رہے بے بس لمحات

Scanned by CamScanner

ذہن کی لو سے الجھتا رہا گہرا گہرا
دل کے ساگر سے ابلتے رہے اندھے جذبات

اب تو جب رات کو پچھلے کا سماں ہوتا ہے
اپنی آواز پہ رونے کا گماں ہوتا ہے

ایسی سنسان سڑک ! ایسا گھنا سناٹا !
کون جذبات کی لہروں میں اتر سکتا ہے

لوگ کہتے ہیں کہ اُجڑی ہوئی آبادی سے
رات کے وقت گذرتے ہوئے ڈر لگتا ہے

مقبروں پر نظر آتے ہیں بھیانک سائے
موڑ پر دل کے پُراسرار کھنڈر پڑتا ہے

اس اندھیرے میں ستارے تو کہاں ملتے ہیں،
کچھ سُلگتے ہوئے اشکوں کے نشاں ملتے ہیں

Scanned by CamScanner

آج لیکن مری آنکھوں میں کوئی اشک نہیں
تھرتھراتے ہوئے ہونٹوں کا فسانہ بھی نہیں

روح پر بوجھ ہے اک قبر کی مانند مگر!
نوحۂ دل بھی نہیں آہِ شبانہ بھی نہیں

میری ویران نگاہیں، مرا بے جان سکوت
زیست کو ہیچ سمجھنے کا بہانہ بھی نہیں

لیکن اس زیست میں ہے زیست سے بیزاری بھی
زخمِ دل یوں تو ہے خوش رنگ مگر کاری بھی

Scanned by CamScanner

رقیب

سنا تم نے زیدی کا کردار کیا ہے
ثناخوانِ ابلیس و بدخواہِ یزداں

وہ خانہ بدوشے زِ خانہ بدوشاں
وہ آوارہ گردے زِ آوارہ گرداں

وہ مصروفِ طاعت گذاریٔ نغمہ
وہ محوِ سجودِ نگارانِ رقصاں

وہ جس کا تکلّم، وہ جس کا ترنم
حدی خوانِ کاروانِ حسیناں

سنکتا ہوا خود فریبی کا بادل
گرجتا ہوا جہل و وحشت کا طوفاں

نمازوں میں دیکھا نہ روزوں میں دیکھا
نہ صبحوں کو خنداں نہ راتوں کو گریاں

Scanned by CamScanner

کبھی انقلاب اور بغاوت کا شعلہ
کبھی دودِ گرمِ دلِ ناز نیناں

نہ اندازِ حکمت نہ آثارِ دانش!
فقط عکسِ مہ پارئ مہ جبیناں

نہ لہجہ ہی ساکن نہ نغمہ ہی مدھم
فقط برق و آتش فقط ابر و باراں

اسے کیا ثواب و طہارت سے مطلب
وہ شاہِ صبوحی شہنشاہِ رنداں

یہی ہے تمہارے پجاری کا چیٹھا؟
یہی ہے وہ سر کردۂ خوشہ چیناں؟

یہی ہے وہ شہ پارۂ آلِ سیّد؟
یہی ہے وہ تفسیر خونِ شہیداں؟

یہی ہے وہ نازش گرِ ہوش و تمکیں؟
یہی ہے وہ پروردۂ ابر و باراں؟

Scanned by CamScanner

یہی ہے وہ جس سے مجبت کا سینہ
فروزاں فروزاں چراغاں چراغاں؛

یہی ہے حریف نجوم و کواکب ؟
یہی ہے مثال مہ و مہر تاباں ؟

یہی ہے کلاہِ شہنشاہ خاور ؟
یہی ہے وہ تابندگی کا سلیماں ؟

یہی ہے کہ جس کی قلم رو میں آکر
ہر اک حرف روشن ہر اک لفظ رقصاں ؟

یہی ہے شرر ریزیٔ رنگ و رونق ؟
یہی ہے گہر باریٔ ابرِ نیساں ؟

یہی ہے دماغ و کفِ اہلِ دانش ؟
یہی ہے دل و دیدۂ دل نشیناں ؟

یہی ہے وہ قرطاس پر عکسِ عظمت ؟
یہی ہے وہ گفتار میں لطفِ الحاں ؟

Scanned by CamScanner

کہاں یہ تمہاری محبت کے قابل
تم اس شخص کو بھول جاؤ مری جاں

اور اس بات کو جب کئی دن گزر لیں
تو اے صدرِ بزم نگارانِ دوراں

مری سمت بھی اک نگاہِ عنایت!
مرے ساتھ بھی ایک چھوٹا سا پیماں!

Scanned by CamScanner

رُوح کی موت

چمک سکے جو مری زیست کے اندھیرے میں
وہ اک چراغ کسی سمت سے اُبھر نہ سکا

یہاں تمہاری نظر سے بھی دیپ جل نہ سکے
یہاں تمہارا تبسّم بھی کام کر نہ سکا

لہو کے ناچتے دھارے کے ساتھ مہتاب تک
دل و دماغ کی بے چارگی نہیں جاتی

جنوں کی راہ میں سب کچھ گنوا دیا لیکن
مرے شعور کی آوارگی نہیں جاتی

Scanned by CamScanner

نہ جانے کس لئے اس انتہائے حدت پر
مرا دماغ سلگتا ہے جل نہیں جاتا
نہ جانے کیوں ہر اک اُمید ٹوٹ جانے پر
مرے خیال کا لاوا پگھل نہیں جاتا

نہ جانے کون سے ہونٹوں کا آسرا پا کر
تمہارے ہونٹ مری تشنگی کو بھول گئے
وہی اصول جو محکم تھے نرم سائے میں
ذرا سی دھوپ میں نکلے تو جھول جھول گئے

Scanned by CamScanner

شہکار کی بات

آج آئی ہے لبِ سازپہ جھنکار کی بات
اس میں پیکار کے قصے ہیں نہ تلوار کی بات

صرف اک گمشدہ فردوس کا افسانہ ہے
صرف اک پاس سے گذرے ہوئے کردار کی بات

تہِ سطروں میں روایات کی سلمائیں ہیں
جیسے بچوں کی بتائی ہوئی بازار کی بات

جیسے پربت کی بلندی سے زمیں کے مینار
جیسے اک حلقۂ الحاد میں اوتار کی بات

Scanned by CamScanner

ایک خاموش عبادت کی نوا میں گم ہے
جو تجھے پا نہ سکا اس کے دلِ زار کی بات

جیسے دنیا کی نگاہوں میں سماجی رشتے
جیسے مفلس کے لئے عید کے تیوہار کی بات

تیرے لہجے کی کھنک تیری نیند اسی آنکھیں
جیسے اِک ناؤ پہ اُس دیس کی اس پار کی بات

چونکتی صبح کے چہرے پہ خمارِ یک شب
چاندنی رات میں خیام کے اشعار کی بات

یوں لپکتی ہوئی چہرے پہ حیا کی تنویر!
جیسے اقرار زدہ ہونٹوں پہ انکار کی بات

جیسے نکھرے ہوئے اشعار کی تخلیق کے وقت
ذہنِ شاعر میں خیالات کی رفتار کی بات

Scanned by CamScanner

جس کو چھو بھی نہ سکے کوئی سمجھ بھی نہ سکے
اتنی نازک ہے ترے رُوپ، ترے پیار کی بات

کر سکا کون سا شیلے تری اب تک تفسیر
لکھ سکا کون سا ہومر ترے شہکار کی بات

دل کی تسکین، جنوں، ذہن کی یادداشت بھی تھی
تو مرے واسطے دھرتی بھی تھی آکاش بھی تھی

Scanned by CamScanner

نیلام

اپنی بکھری ہوئی کلیوں کا مجھے رنج نہیں
اس کا غم ہے کہ ترے پھولوں میں خوشبو ہے نہ رنگ

تیرے اُجڑے ہوئے ساون پہ ہیں پت جھڑ کے نشان
تیرے سیندور سے وابستہ نہیں تیری اُمنگ

دل کے رِشتوں کی طہارت سے بہت نازک تھیں
تیرے ماں باپ کے نزدیک مقدس رسمیں

ہم مذاہب تھے دنیا کے دکھاوے کے لئے
میرا اعلانِ محبت، تری بے بس قسمیں

Scanned by CamScanner

برہمن پڑھتے رہے اپنے پرانے اشلوک
وید نے بوسۂ تکمیلِ در و بام لیا
میں نے اس وقت تری آخری سسکی سن کر
چیخنا چاہا، مگر غم نے گلا تھام لیا

سیلِ نغمات میں مطرب کو پتہ بھی نہ چلا
کتنی آہیں تھیں جو نغمے کے لئے گھٹتی رہیں!
بک گیا تیری جوانی کا ہر اک خواب مگر
ڈھولکیں بجتی رہیں، پھلجھڑیاں چھٹتی رہیں

اپنی بکھری ہوئی کلیوں کا مجھے رنج نہیں
سوچتا ہوں کہ تری روح پہ کیا بیت گئی
رسم و مذہب تو بڑی چیز نہیں تھے لیکن
سب سے اونچی تھی جو بولی وہ تجھے جیت گئی

Scanned by CamScanner

(۲)

میرے اجڑے ہوئے ماضی کے پراسرار کھنڈر
ڈھونڈتے ڈھونڈتے میں تجھ کو ادھر آیا ہوں
میں وہی تیرا مغنی ، وہی تیرا شاعر
میں وہی تیرے طرب زار کا ہمسایہ ہوں

مرے ماضی ! مرے خاموش سہانے ماضی
یاد ہے تجھ کو بھی وہ شکلِ دل آرا کہ نہیں
وقف تھیں جس کے لئے میری وفا کی نظمیں!
اس نے مجھ کو کبھی راہوں میں پکارا کہ نہیں

میرے ماضی اسے آواز دے جس کے ہاتوں
سب سے پہلے مرے چہرے پہ ضیا آئی تھی
جس نے سمجھی تھیں مری شعلگیاں پہلی بار
جس سے پہلے مرے احساس میں تنہائی تھی

اور جو جذبۂ ایثار کے ہاتوں اک روز
اپنے کنبے کی نجابت کے لئے بک بھی گئی
جو سمجھتی تھی کہ یہ جشنِ وفا کیسا ہے
جس نے لٹ کر بھی نہ پوچھا کہ خدا کیسا ہے

اس کی آنکھوں میں تصادم توڑتی کرنوں کا سکوت
لوگ کہتے ہیں کہ یہ کوئی نئی ریت نہیں
اس کے چہرے کی سلگتی ہوئی خاموشی میں
کس کو معلوم کہ طوفان تھا، سنگیت نہیں

Scanned by CamScanner

کون سمجھے گا کہ لمحات کے آنسو لے کر!
نغمۂ صبح بہ اندازِ فغاں اٹھتا ہے
یوں تو چُپ چاپ سلگتی ہے مگر بجھتے وقت
موم بتی کے کنارے سے دھواں اٹھتا ہے

کس کو معلوم کہ بے رحم ہے دنیا کا تضاد
نوحۂ ہجر بھی ہے نغمۂ تجدید کے ساتھ
ابر تو صرف دلاسے کے لئے آتے ہیں
کھ[illegible]ے جل جاتے ہیں برسات کی اُمید کیساتھ

سودا

وہ تو کیا، سب کے لئے فیصلہ دشوار نہیں
اک طرف برف کے ڈھیر، ایک طرف شعلۂ طور

اک طرف ساعتِ شب، ایک طرف صبحِ نوید
اک طرف آگ کی رو، ایک طرف حور و قصور

اک طرف لذتِ ہر رنگ سو وہ بھی فوراً
اک طرف وعدۂ فردا سو وہ نزدیک نہ دور

اس کے اس طرزِ تغافل کی شکایت کیسی
ہاں مگر اس سے یہ ادنیٰ سی شکایت ہے ضرور

اک چرائے ہوئے ناپاک تبسم کے عوض
اس نے بیچا ہے سلگتے ہوئے اشکوں کا غرور

Scanned by CamScanner

جسم کی بے سود پکار

آج تو مڑ کے بھی اس نے نہیں دیکھا ساتھی
ورنہ اس راہ پہ، ذرات ہیں پامال جہاں

اس کی آنکھوں میں تھی انجان ستاروں کی تلاش
کھیلتے، گھومتے، لمگارتے دھاروں کی تلاش
جھومتے، ڈولتے، خاموش اشاروں کی تلاش

آج آنکھوں میں تڑپ تھی نہ اشارا ساتھی

یہ نہیں ہے کہ اسے شوقِ خود آرائی تھا

اک تمدن کی کہانی تھی وہ بے نام نگاہ
جس میں مشرق کا تقدس تھا نہ مغرب کا گناہ
جس کے کوچے سے گذرتی ہے روایات کی راہ

جس کے قدموں سے لپٹتا ہے زمانا ساتھی

Scanned by CamScanner

تال دے اٹھتی تھیں یوں اس کے قدم پر راہیں

جیسے برسات کے پانی میں چھنکتے جھانجن
جیسے کرنوں سے جھمک جائے کسی کا کنگن
جیسے کلیوں کے طرب راز میں جھولے ساون

جیسے جنت کے جزیرے میں سویرا سا تھی !

اس سلگتے ہوئے مشرق کے دریچے کے قریب

اکثر اوقات مرے دل میں حرارت آئی
میرے سینے پہ کئی بار قیامت آئی
میری آنکھوں میں کئی بار جسارت آئی

اس کی نظروں نے کئی بار پکارا سا تھی

Scanned by CamScanner

لیکن اس فکر کا انجام عمل ہو نہ سکا

مئے بے باک نہ ہو جس میں تو وہ خُم کیا ہے
خاموش نگاہوں کا تصادم کیا ہے
پیار کرتی ہوئی روحوں کا تکلم کیا ہے

جس کو حاصل نہ ہو لفظوں کا سہارا سا تھی

اب تو یہ فکر بھی بے کار ہے یہ غم بھی فضول

کہ اسے مجھ سے بہر طور محبت بھی نہ تھی
کہ اس الجھن کا سبب کوئی رقابت بھی نہ تھی
آج تو اس کی نگاہوں میں حقارت بھی نہ تھی

آج تو مڑ کے بھی اس نے نہیں دیکھا ساتھی

Scanned by CamScanner

اُجالا

میری ہمدم ، مرے خوابوں کی سنہری تعبیر
مسکرادے کہ مرے گھر میں اجالا ہو جائے
آنکھ ملتے ہوئے اٹھ جائے کرن بستر سے
صبح کا وقت ذرا اور سہانا ہو جائے

میرے بکھرے ہوئے گیتوں میں ترا جادو ہے
میں نے معیارِ تصوّر سے بنایا ہے تجھے
میری پروینِ تخیّل ، مری نسرین نگاہ
میں نے تقدیس کے پھولوں سے سجایا ہے تجھے

Scanned by CamScanner

دودھ کی طرح کنواری تھی زمستاں کی وہ رات
جب ترے شبنمی عارض نے دہکنا سیکھا
نیند کے سائے میں ہر پھول نے انگڑائی لی
نرم کلیوں نے ترے دم سے چٹکنا سیکھا

میری تخئیل کی جھنکار کو ساکت پاکر!
چوڑیاں تیری کلائی میں کھنک اٹھتی تھیں
اُف مری تشنہ لبی تشنہ لبی تشنہ لبی!
کچی کلیاں ترے ہونٹوں کی جھلک اٹھتی تھیں

وقت کے دستِ گراں بار سے مایوس نہ ہو
کس کو معلوم ہے کیا ہونا ہے اور کیا ہو جائے
میری ہمدم، مرے خوابوں کی سنہری تعبیر
مسکرا دے کہ مرے گھر میں اجالا ہو جائے

Scanned by CamScanner

فرزند

وقت ہی اس کا پتہ دیگا کہ اے جانِ پدر
راکھ کی تہہ میں کوئی زندہ شرر ہے کہ نہیں
ایک سنجیدہ تبسّم جو تبسّم بھی نہیں
اس سے وابستگیٔ دیدۂ تر ہے کہ نہیں

کتنی پُرخار گذرگاہوں سے ہوتے ہوتے
شوق اس منزلِ بے نام تک آپہنچا ہے
کیسے جانے گا مرے کرب کی پنہائی کو
یہ ترا سوز جو الزام تک آپہنچا ہے

Scanned by CamScanner

کیسے سمجھاؤں کہ مجھ پر بھی وہ دِن گذرے ہیں
جن میں، جو حرف ہے بیداد نظر آتا ہے
میں بھی اس درد سے مانوس ہوں جو آج تجھے
اپنی ہی روح کی اُفتاد نظر آتا ہے

زیست اور موت کی سرحد پہ بڑی مدت تک
وقت گذرا ہے تو جینے کی ادا سمجھی ہے
دوسرے لوگوں کے غمہائے دروں میں تپ کر
اپنے سینے کے مچلنے کی سزا سمجھی ہے

یہ بھی سمجھا ہے کہ ہر صورتِ تلقین کے بعد
ذہن کی جو بھی تھی تکرار وہی رہتی ہے
داستانِ غمِ دل سب سے پرانی ہے مگر
کہنے والے کے لئے سب سے نئی رہتی ہے

Scanned by CamScanner

سمجھوتہ

لوگ کہتے ہیں ، عشق کا رونا
گریۂ زندگی سے عاری ہے

پھر بھی یہ نامراد جذبۂ دل
عقل کے فلسفوں پہ بھاری ہے

آپ کو اپنی بات کیا سمجھاؤں
روز بجھتے ہیں حوصلوں کے کنول

روز کی الجھنوں سے ٹکرا کر !!
ٹوٹ جاتے ہیں دل کے شیش محل

Scanned by CamScanner

لیکن آپس کی تیز باتوں پر
سوچتے ہیں، خفا نہیں ہوتے

آپ کی صنف میں بھی ہے یہ بات
مرد ہی بے وفا نہیں ہوتے

Scanned by CamScanner

تعمیر

اپنے سینے میں دبائے ہوئے لاکھوں شعلے
شبنم و برف کے نغمات سنائے میں نے
زیست کے نوحۂ پیہم سے چرا کر آنکھیں
گیت جو گا نہ سکے کوئی وہ گائے میں نے

آج تشبیہ و کنایات کا دل ٹوٹ گیا
آج میں جو بھی کہوں گا وہ حقیقت ہو گی
آنچ لہرائے گی ہر لفظ سے پیمانے کی
میرے ساغر کو مری شکل سے وحشت ہو گی

Scanned by CamScanner

غمِ دوراں نے غمِ دل کا سکوں چھین لیا
اب ترے پیار میں بھی پیار کے انداز نہیں
شوق کے قلعۂ تاریک میں ہے سناٹا
کوئی آواز نہیں ۔ کوئی بھی آواز نہیں

کیسے سمجھاوں کہ الفت ہی نہیں حاصلِ عمر
حاصلِ عمر اس الفت کا مداوا بھی تو ہے
زندگی حسرت خس خانہ و برفاب سہی
کچھ دہکتے ہوئے شعلوں کی تمنا بھی تو ہے

تو مرا خواب ہے، آدرش ہے، لیکن مجھ کو
تیرے اس قصرِ طربناک سے جانا ہوگا
آگ اور خون اگلتے ہوئے سیارے کو
پھر ترا قصرِ طربناک بنانا ہوگا

Scanned by CamScanner

گناہ

اے مرے جذبۂ اظہار کی بے نام کسک
صرف لذت تو نہیں حاصلِ رندی و گناہ
ذہن کی سطح پہ بہتے ہوئے آنسو بھی تو ہیں
گنگناتے ہوئے ، گاتے ہوئے دِل کے ہمراہ

میں نے ان آنکھوں کو چوما ہے ، انہیں چاہا ہے،
جن کی جنبش سے بدل جائیں کئی تقدیریں
نرم بالوں کے تصور کا سہارا لے کر
توڑ دی ہیں مرے ہاتوں نے کئی زنجیریں

Scanned by CamScanner

اے روایات میں پالی ہوئی روحِ تقدیس
تو نے احساس کی عظمت کو تو سمجھا ہوتا

اے کہن زادۂ اوہام و رسوم و تقلید
میری بدنام شرافت کو تو سمجھا ہوتا

کتنے خونخوار بر افروختہ چہروں کی قطار
مجھ کو ہر راہ پہ ہر صبح و مسا دیکھتی ہے
جن کو جینے کا سلیقہ ہے نہ مرنے کا شعور
ان کی آنکھوں کے دریچے سے قضا دیکھتی ہے

کاش ان آنکھوں سے اِک دن کوئی یہ بھی پوچھے
کونسی حور ہے جنت میں جو دنیا میں نہیں
کونسی آگ ہے گہوارۂ دوزخ میں کہ جو
اپنے نزدیک کے اصحابِ دل آرا میں نہیں

Scanned by CamScanner

یاسما

اے سوگوار! یاد بھی ہے تجھ کو یا نہیں
وہ رات، جب حیات کی زلفیں دراز تھیں

جب روشنی کے نرم کنول تھے بجھے بجھے
جب ساعتِ ابد کی لویں نیم باز تھیں

جب ساری زندگی کی عبادت گزاریاں
تیری گناہ گار نظر کا جواز تھیں!

Scanned by CamScanner

اک ڈوبتے ہوئے نے کسی کو بچا لیا
اک تیرہ زندگی نے کسی کو نگاہ دی

ہر لمحہ اپنی آگ میں جلنے کے باوجود
ہر لمحہ زہرِ مہرِ محبت کو راہ دی

ہم نے تو تجھ سے دور کی ہمدردیاں دکھائیں
تو نے کسی سے رسمِ وفا بھی نباہ دی

Scanned by CamScanner

آہنگ

میں وہ انجان تمنا ہوں گہر کے دل میں
جو رموزِ شبِ نیساں سے قسم لیتی ہے
میں ہوں آفاق کے سینے کی وہ پہلی دھڑکن
جو فقط سینۂ شاعر میں جنم لیتی ہے!

میرے پیکر میں پھر اِک بار اتر آیا ہے!
وہ گنہگار کہ جس سا نہیں کوئی معصوم
میں ہوں وہ درد جو راتوں کو کسک اٹھتا ہے
میں ہوں وہ راز جو مجھ کو بھی نہیں ہے معلوم

Scanned by CamScanner

قابلِ رشک ہے پندارِ تعیش کے لئے
میری افسردہ جوانی کی اُداسی کا غرور
کیفِ ہر عہد ہے، نیرنگیٔ امروز نہیں
میرے ان خون سے سینچے ہوئے نغموں کا غرور

میں وہ آہنگ ہوں جو سوز کی حد کو چھو کر
خود بخود ساز کے تاروں میں پگھل جاتا ہے
جو کبھی تاجِ سلیماں کا نگیں بنتا ہے
اور کبھی محنتِ مزدور میں ڈھل جاتا ہے

Scanned by CamScanner

منزل

اپنی ہی ذات کو سنگِ رہِ عرفاں سمجھا
مدتوں ہم کسی منزل کی طرف بڑھ نہ سکے
ڈگمگاتی رہی تاریخ کے بھونچال میں عمر
دو سفینے تھے جو ساحل کی طرف بڑھ نہ سکے

میرے آدرش میں سوتے رہے یونان کے بت
روپ دے سکتی تھیں تم ان کو جگا سکتی تھیں
میں نے خوابوں سے تراشے تھے کئی افسانے
تم ان افسانوں کے عنوان بنا سکتی تھیں

Scanned by CamScanner

میں نے اپنی ہی کسوٹی پہ تمہیں بھی پرکھا !!
کہ تمہارا وہی اندازِ نظر ہے کہ نہیں !
اور یہ بھی کہ نئے دور میں تاروں کے عوض
میری وینس کی نگاہوں میں سحر ہے کہ نہیں

میری فطرت میں تھے احساس کے دو چار قصور
تم نے سوچا کہ اگر بوند سمندر بن جائے
میں نے سوچا کہ اگر زیست کے ویرانے میں
جون کی دھوپ کا ماحول مقدّر بن جائے !؟

خار زاروں نے کہا، رات نے آگاہ کیا
زندگی گود میں سر رکھ کے نہیں سو سکتی
اور سرِ نظم کے عنوان کی باسی کلیاں !
ہم سے کہتی تھیں کہ اب صبح نہیں ہو سکتی

Scanned by CamScanner

دفعتاً ہم نے یہ دیکھا کہ اِسی وسعت میں
ہم ہی دو فرد نہیں وقت کا سیلاب بھی ہے
اور بھی لوگ ہیں دنیا میں ہمارے نزدیک
جنکی آنکھوں میں تلاطم بھی ہے اور خواب بھی ہے

خواب اس حرف کا جو شعر نہیں بن سکتا
خواب اس لَے کا جو سنگیت میں ڈھل جائیگی
خواب اس لمحۂ نایاب کا جب پل بھر کو
وقت تھم جائے گا، زنجیر پگھل جائے گی

شوق کی ڈوبتی نبضوں میں لہو دوڑ گیا
ایک پرچم کا لہو، ایک شرارے کا لہو
ایک لمحے نے مہ و سال کا رخ موڑ دیا !!
ایک لمحے میں تھا آفاق کے دھارے کا لہو

Scanned by CamScanner

پہلے ہم شکل نہ تھے اپنی وفا کے چہرے
اور اب ذہن میں یک رنگیٔ اضداد بھی ہے
یہی تو بھی ہے، یہی میں بھی ہوں اس منزل پر
یہی الہام بھی ہے اور یہی الحاد بھی ہے

دنیا

اک ہم ہی نہیں کشتۂ رفتارِ زمانہ
یہ تندئ رخشِ گزراں سب کیلئے ہے

یہ سچ ہے کہ ہر اک کو شہادت نہیں ملتی
اک تشنگئ آبِ رواں سب کے لئے ہے

ہر شخص کی قسمت میں نہیں خضر کا رتبہ
بھٹکے ہوئے راہی کی فغاں سب کیلئے ہے

رقاصۂ طناز ہو یا بسملِ بے تاب
اسبابِ دل آویزئ جاں سب کیلئے ہے

اک طرزِ تفکر ہے ارسطو ہو کہ خیام
دنیائے اسالیب و بیاں سب کے لئے ہے

خاموش محبت ہو کہ میدان کی للکار
محرومئ گفتار و زباں سب کے لئے ہے

دریوزہ گرِ شہر ہو یا شہر کا معمار
پندارِ فلاں ابن فلاں سب کے لئے ہے

Scanned by CamScanner

دیوانوں پہ کیا گذری

صرف دو چار برس قبل یونہی بر سرِ راہ
مل گیا ہوتا اگر کوئی اشارا ہم کو
کسی خاموش تکلّم کا سہارا ہم کو
یہی دزدیدہ تبسم، یہی چہرے کی پکار
یہی وعدہ یہی ایما، یہی مبہم اقرار

ہم اسے عرش کی سرحد سے ملانے چلتے
پھول کہتے کبھی سنگیت بنانے چلتے
خانقاہوں کی طرف دیپ جلانے چلتے

Scanned by CamScanner

صرف دو چار برس قبل !! مگر اب تو یہ ہے
کہ تری نرم نگاہی کا اشارا پا کر
کبھی بستر، کبھی کمرے کا خیال آتا ہے
زندگی جسم کی خواہش کے سوا کچھ بھی نہیں
خون میں خون کی گردش کے سوا کچھ بھی نہیں

Scanned by CamScanner

کاروبار

دماغ شل ہے، دل ایک اک آرزو کا مدفن بنا ہوا ہے
اک ایسا مندر جو کب سے چمگادڑوں کا مسکن بنا ہوا ہے
تذبذب میں جیسے بارشوں کا کھڑا ہوا بے کنار پانی
بغیر مقصد کی بحث، اخلاقیات کی بے اثر کہانی
سحر سے بیزار، رات سے بے نیاز لمحات ہیں گریزاں
نہ فکرِ فردا نہ حال و ماضی، نہ صبح خنداں نہ شام گریاں

پکارتا ہے کوئی تو کہتا ہوں اس کو سن کر بھی کیا کرو گے
ادھر گذر کر بھی کیا ملے گا، ادھر نہ جا کر بھی کیا کرو گے
شفق نظر کا فریب ہے، تتلیوں کی رنگت میں کچھ نہیں ہے
فراق میں کیا طلسم ہوگا جب اس کی قربت میں کچھ نہیں ہے
لہو کی گرمی ہے کم سنی کی دلیل، اس سے نجات پاؤ
یہ نظم تکمیل پا کے بھی کیا کرے گی۔ دفتر کے کیس لاؤ

Scanned by CamScanner

ایک بے نام سپاہی کی قبر پر

تیری محراب پہ لے عصرِ کہن کی تاریخ
صرف گوتم کے حسیں بت کا تبسم کیوں ہے
کس لئے کیل سے لٹکی ہے فقط ایک صلیب
ایک زنجیر کے حلقے کا ترنم کیوں ہے

اک ارسطو سے ہے کیوں گوشۂ دانش پُرنور
ایک سقراط کے سینے کا تلاطُم کیوں ہے

Scanned by CamScanner

اسی محراب کے سائے میں کئی ابنِ علی
کئی خونخوار یزیدوں سے ہوئے گرم ستیز
تیرے مسلک میں رہی نام و نسب کی توقیر
تیرا ہیرو کوئی خسرو ہے تو کوئی پرویز

تو نے اقوام کے انبوہ میں وہ لوگ چنے
جن میں سے کوئی جہانگیر ہے، کوئی چنگیز

تجھ سے ممکن ہو تو اے ناسخِ ایامِ کہن!!
اپنے گمنام خزانوں کو بچا کر رکھ لے

رات بے نام شہیدوں کے لئے روتی ہے
ان شہیدوں کا لہو دل سے لگا کر رکھ لے
ماؤں کے میلے دوپٹوں میں ہیں جو آنسو جذب
اُن کو آنکھوں کے چراغوں میں سجا کر رکھ لے

Scanned by CamScanner

عام شکلوں میں بھی ہے عارضِ سلمیٰ کا جمال
اِن کو بھی دیکھ ۔ صنم خانہ بنے یا نہ بنے

ہو گئے راکھ جو پر چن انہیں خاکستر سے
سُرخیٔ جرأت پروانہ بنے یا نہ بنے

زیست کے جوہرِ نایاب کی تشہیر تو کر
اس کی تشہیر سے افسانہ بنے یا نہ بنے

Scanned by CamScanner

وِصَال

وہ نہیں تھی، تو دل اک شہرِ وفا تھا جس میں
اس کے ہونٹوں کے تصوّر سے تپش آتی تھی!
اس کے انکار پہ بھی پھول کھلے رہتے تھے
اس کے انفاس سے بھی شمع جلی جاتی تھی

دن اس امید پہ کٹتا تھا، کہ دن ڈھلتے ہی
اس نے کچھ دیر کو مل لینے کی مہلت دی ہے
انگلیاں برق زدہ رہتی تھیں جیسے اس نے
اپنے رخساروں کو چھونے کی اجازت دی ہے

Scanned by CamScanner

اس سے اک لمحہ الگ رہ کے جنوں ہوتا تھا
جی میں تھی، اس کو نہ پائیں گے تو مر جائیں گے

وہ نہیں ہے تو یہ بے نور زمانہ کیا ہے
تیرگی میں کسے ڈھونڈیں گے کدھر جائیں گے

پھر ہوا یہ کہ اسی آگ کی جیسی رو میں
ہم تو جلتے تھے مگر اس کا نشیمن بھی جلا

بجلیاں حسن کی کنیزوں میں رہا کرتی تھیں
دیکھنے والوں نے دیکھا کہ وہ خرمن بھی جلا

اس میں اک یوسفِ گم گشتہ کے ہاتوں کے سوا
اک زلیخائے خود آگاہ کا دامن بھی جلا

Scanned by CamScanner

آوازکے سائے

پتہ نہیں تم کہاں ہو یارو
ہماری افتادِ روز و شب کی
تمہیں خبر مل سکی کہ تم بھی !!
رہینِ دستِ خزاں ہو یارو
دلوں میں تفریق مٹ چکی ہے
کہ وقت سے خوش گماں ہو یارو
ابھی لڑکپن کے حوصلے ہیں
کہ بے سرو سائباں ہو یارو
پہنچ چکے ہو فرات تک یا
سراب کی داستاں ہو یارو

Scanned by CamScanner

ہماری افتادِ روز و شب میں
نہ جانے کتنی ہی بار اب تک
دھنک بنی اور بکھر چکی ہے!
عروسِ شب اپنی زمیوں سے
سحر کو محروم کر چکی ہے
دہکتے صحرا میں دھوپ کھا کر
شفق کی رنگت اتر چکی ہے
بہار کا تعزیہ اٹھائے
نگارِ یک شب گذر چکی ہے
امیدِ نو روز ہے کہ تم بھی
بہار کے نوحہ خواں ہو یارو

ہر اِک کو آواز دے رہا ہے
خفا ہو، یا بے زباں ہو یارو
تمہاری یادوں کے قافلے کا
تھکا ہوا اجنبی مسافر

Scanned by CamScanner

شہرِ آذر

نظمیں ، غزلیں

مصطفیٰ زیدی

الحمد پبلی کیشنز

رانا چیمبرز۔ سیکنڈ فلور۔ (چوک پرانی انار کلی) ۔ لیک روڈ۔ لاہور

Scanned by CamScanner

از قَرن تا به قَرن لشکرِ ظُلم است ولی
از اَزل تا به اَبد فرصتِ درویشان است

—
حافظ

Scanned by CamScanner

O

کہیں کہیں پہ ستاروں کے ٹوٹنے کے سوا
اُفق اُداس ہیں دُنیا بڑی اندھیری ہے
لہُو جلے تو جلے اِس لہُو سے کیا ہوگا
کچھ ایک راہ نہیں ہر فضا لُٹیری ہے

نظر پہ شام کی وحشت، لبوں پہ رات کی اوس
کسے طرب میں سکوں، کس کو غم میں سیری ہے
بس ایک گوشے میں کچھ دیپ جگمگاتے ہیں
وہ ایک گوشہ جہاں زُلفِ شب گھنیری ہے

یقین ہی نہیں آتا کہ تیری خدمت میں
یہ شعر میں نے کہے ہیں! یہ نظم میری ہے!

Scanned by CamScanner

محور

اپنا دیوان بغل میں داب کے میر ۷
بہ نام وطن ۱۵
ساعت جہد ۲۶
میلاد ۲۷
سپردگی ۳۰
سا جُدائی ۳۲
تہذیب ۳۳
نوروز ۳۴
اقوامِ متحدہ ۴۱
آئینہ خانۂ تصور میں ۴۲
دو راہہ ۴۵
پرچھائیاں ۴۸
تجدید ۵۱
مَیں امن چاہتا ہوں ۵۲
آں دلے کہ ما داریم ۶۲
گرب اسٹریٹ کی کہانی ۶۱
فرار شکست۔ انتقام وغیرہ وغیرہ ۷۱
دسہرہ ۷۸
پاگل خانہ ۸۳
دانہ و دام ۸۵
احسان فراموش ۸۶
دُور کی آواز ۸۸
برف باری ۹۰
فاصلہ ۹۳
کراہتے ہُوئے دل ۹۵
سراب ۹۸
یاد ۹۹
آسُودگی ۱۰۱

Scanned by CamScanner

رات سنسان ہے ۱۰۳
عدالت ۱۰۷
تراشیدم ۱۰۹
پرستیدم، بشکستم ۱۱۱
پہلی محبت کے نام ۱۱۶
شریکِ حیات ۱۱۸
یہ ایک نام ۱۲۰

شہرِ آذر ۱۲۹
فرانس ۱۳۲
جرمنی ۱۳۶
ڈوور ۱۳۹
یونان ۱۴۰
مصر ۱۴۲
کربلا ۱۴۴
وینس کی گاڑی ۱۴۶

غزلیات ۱۵۱ تا
۱۶۹
منشور ۱۷۰

ڈھونڈ چکا میں موج موج، دیکھ چکا صدف صدف
صنم خانے ۱۲۵
اپسراؤں کا گیت ۱۲۷

Scanned by CamScanner

اپنا دیوان بغل میں داب کے میر

W.B. YEATS نے ایک جگہ لکھا ہے کہ دُنیا سے جنگ کرنے میں خطابت پیدا ہوتی ہے اور اپنے آپ سے برسرِ پیکار ہونے میں شاعری تخلیق ہوتی ہے۔ YEATS کے اس فارمولے میں دو گنجائشیں رہ جاتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ خطابت میں بھی شاعری کے امکانات ہیں۔ دُوسرے یہ کہ اپنے آپ سے برسرِ پیکار ہونے اور شعر کی تخلیق میں اتنا بڑا فاصلہ ہے کہ ایک دُوسرے کا لازمی نتیجہ نہیں بنتے۔ صرف اُسی اندرونی بحران میں تخلیقی صلاحیتیں ہوسکتی ہیں جس کے پیچھے ایک زندہ اور متحرک شعوری تجربہ ہوتا ہے۔ اس شعوری تجربے کو جب ایک "دل گداختہ" ملتا ہے اور فکر کو جذبے کی تھوڑی سی آنچ پہنچتی ہے، تب ہی خوبصورتی کی تخلیق ممکن ہے۔

ظاہر ہے کہ انحطاط کی مجموعی قوتوں سے لڑنے کے لیے فرد کے رُومانی تصوّر کی نہیں بلکہ سماج کی انقلابی تنظیم کی ضرورت ہے۔ جب فرد اپنی اکائی میں ان قوتوں سے لڑتا ہے تو شعر میں اس کا نتیجہ صرف تلخ نوائی ہوتا ہے۔ جب فرد اپنی سماجی حیثیت میں ان سے لڑتا ہے تو کلام میں تلخی کا امکان تو ہے مگر ہذیان کا نہیں۔

اس مجموعے میں خالص سماجی موضوعات پر صرف چند نظمیں ہیں۔ مثلاً "نوروز" اقوامِ متحدہ، "میں امن چاہتا ہوں"، "دسہرہ" وغیرہ۔ ان نظموں میں ذوقِ نغمہ کے پیچھے "نوا را تلخ تر می زن" کا ساز کہیں کہیں ضرور موجود ہے۔ مثلاً۔۔

زمین گیہوں نہیں جنے گی
کہ اس کے ہونٹوں پہ آدمی کے لہو سے پپڑی جمی ہوئی ہے
بلوں میں کپڑا نہیں بنے گا
کہ تکلیوں کو گھمانے والوں کی انگلیاں کاٹ دی گئی ہیں

(میں امن چاہتا ہوں)

اسی گروہ میں اخلاق کے کئی نقاد
غرورِ فتح سے گردن اٹھا کے چلتے ہیں
بڑے شکوہ سے سینے پھلا کے چلتے ہیں
اٹھا کے پھینک دے مشرق کی وضعداری کو
کہ تیرے ساتھ یہ افرادِ باحشم بھی ہیں
ہزاروں گھورنے والوں میں ایک ہم بھی ہیں

(دسہرہ)

روحیں تہذیب کے شعلوں سے پگھل جاتی ہیں
کونپلیں ریل کے پہیوں میں کچل جاتی ہیں

لقمے جلتے ہوئے گوشت کی بُو دیتے ہیں
اسپتالوں کو جراثیم نمو دیتے ہیں
خون بھی ملتا ہے ہوٹل میں رگِ تاک کے ساتھ
عمداً زہر دیا جاتا ہے خوراک کے ساتھ
اُسی منڈی میں جہاں صاف کفن بکتا ہے
جسم بکتے ہیں، ادب بکتا ہے، فن بکتا ہے

(نوروز)

لیکن اپنی شدت کے انتہا پر بھی ایسے حصّوں میں کوئی نعرہ یا "آگ، بجلی، موت آندھی میرا نام" کی للکار نہیں ملتی۔
بورژوائی میکانکیت اور مجلسی حامیانہ پن سے کبھی کبھی جو اُلجھن اور انقباض طبیعت میں پیدا ہوتا ہے، وہ ان کے بنائے ہوئے پاگل خانوں کے اندر کی دُنیا کو صالح اور باعقل تسلیم کرتا ہے اور خود ان میں سراسیمگی اور دیوانگی دیکھتا ہے ؎

عقل کو زہر ہے وہ بات جو معمول نہیں
عقل والوں کے گھرانوں میں پیمبر کے لیے
تخت اور تاج تو کیا بنچ اور اسٹول نہیں

(پاگل خانہ)

میری بالکل ابتدائی نظموں پر، جن کو مَیں نے اس مجموعے میں شامل نہیں کیا، جوشؔ ملیح آبادی کی گرم آہنگی کا بڑا نمایاں اثر تھا۔ ان ساری چیزوں کو مَیں مشق سمجھتا ہوں اور مشق پہ ندامت کی کوئی ضرورت نہیں، لیکن میری اپنی شاعری جس نے

Scanned by CamScanner

رفتہ رفتہ اپنا مزاج سمجھنے کی کوشش کی ہے، ان ابتدائی چیزوں سے محبت مختلف ہے ان نظموں میں "دیکھنے" سے زیادہ "سوچنے" اور "چھونے" سے زیادہ "محسوس کرنے" کا رُجحان نظر آتا ہے۔ مجھے مادی اور غیر مادی چیزوں میں اُن کی ہیئت اتنی عزیز نہیں جتنی کہ ان کی ماورائیت اور ماہیت عزیز ہیں لیکن میں "خیال" کی تلاش میں "مادے" سے نہیں بھاگتا۔ ان تمام نظموں کی جڑیں آسمان سے نہیں لٹک رہیں بلکہ اسی دھرتی کے سینے سے پھوٹی ہیں، اس لیے میرا خیال ہے کہ اُن میں دُھندلاہٹ اور طلسمیت تو شاید ضرور ملے لیکن پراگندگی اور سراسیمگی کہیں نہیں ملے گی۔

اس مجموعے کی اکثر نظمیں مثلاً "آئینہ خانۂ تصور میں"، "دوراہا" اور "دانہ و دام" زمین اور ماورا کے اس رشتے کو اچھی طرح استوار رکھتی ہیں۔ "آئینہ خانہ تصور میں" کا مرکزی کردار ایک ہے، جس میں دو شخصیتیں ایک دوسرے سے الجھتی ہیں، یہاں تک کہ دونوں تھک جاتی ہیں اور ایک ہمیشہ کے لیے مفلوج ہو جاتی ہے۔ اس کشاکش کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسانی رشتوں میں جس آئینۂ جمال کی وجہ سے استواری ہے وہ چکنا چور ہو جاتا ہے اور ہر چہرہ اپنی بنیادی کثافت کے ساتھ نمایاں ہونے لگتا ہے ؎

سیاہ آنکھوں کے بدلے، جواں لبوں کے عوض
ہر ایک شکل کھڑی تھی کوئی دُکان سجائے
ہر ایک شکل سے آتی تھی دم بہ دم آواز
"گھڑی، پُرانی قمیضیں، دوائیں، سگرٹ، چائے"

"دوراہا" میں اسی آئینۂ جمال کی بازیافت کا تقاضا ہے ؎

ایک دن آئے گا جب اور بھی عُریاں ہو کر　　آدمی جینے کو تھوڑی سی ضیا مانگے گا

اور "دانہ و دام" میں اُس ازلی اور ابدی تضاد کی طرف اشارہ ہے جس کی وجہ سے نیکی اور بدی زیادہ سے زیادہ اضافی باتیں بن جاتی ہیں ؎

یہ حسرتیں جو سوچیے تو خار، سوچیے تو گُل

"دانہ و دام" تک میں جس نتیجے پر پہنچا ہوں وہ محض اضافیت ہے ۔

زمیں پہ ایک سانپ زخم کھا کے چُور ہو گیا
فضا میں ایک چیل دائرے بنا کے رہ گئی

بیشتر غزلوں اور تشبیبیہ نظموں میں حُسن اور محبت کی خالص اور غیر خالص صورتوں کے ساتھ ساتھ اُن کے رشتوں اور ان رشتوں سے حاصل کی ہوئی بصیرتوں کی جھلکیاں ملیں گی، اِس کی ابتدا تو یوں ہوتی ہے ۔

دل پہ چھائی جا رہی ہیں اُس کی آنکھیں اُس کے بال
جانے کیا ہوگا اگر ایسے خیال آتے رہے

یعنی احساس، اثر اور رغبت بالکل وجدانی ہیں۔ ان کی طہارت بھی بالکل وجدانی ہے۔ عقل کی اجازت ممکن ہے بعد میں آئے، لیکن ابتدا وارداتی ہے۔ اس سے جو حاشیے بنتے ہیں وہ مکمل نہیں ہیں بلکہ صرف حاشیے ہیں۔ اِس گداز اور شدت کے ذہنی ماحول میں ایک چہرہ اپنے ساتھ بہت سی تمدنی خوبصورتیاں لے کر ابھرتا ہے ۔

اور جو تصوّر میں
آنسوؤں کی چلمن سے

Scanned by CamScanner

اس طرح اُبھرتا ہے
جیسے گھر سے پہلی بار
اک شریف کُنبے کی
نازنیں نکلتی ہے

(تراشِ آذرانہ)

غیر شعوری طور پر اس سے نقصان بھی ہوتا ہے، فائدہ بھی ؎

۱) دل سے گردِ الم نہیں چھٹتی
آنسوؤں کی کمی کا رونا ہے

(۲) تیرے غموں سے ایک بڑا فائدہ ہُوا
ہم نے سمیٹ لی دلِ مضطر میں کائنات

لیکن یہ پورا رشتہ اپنی ذات پر مرکوز نہیں۔ یہ نفع و نقصان کی علامتوں میں نہیں سوچتا، البتہ جو سُود و زیاں اس کے ماضی کے ساتھ وابستہ ہے اس سے ایک طرح کی اذیت ہوتی ہے ؎

اک پیشۂ عشق تھا سو عوض مانگ کر
رُسوا اُسے بھی کر گئی سوداگروں کی ذات

اس رشتے کی بُنیاد ایک ایسے ذہنی خلوص پر ہے جو محبوب کی ذات کو اپنی ذات سے علیحدہ بھی سمجھتا ہے اور اپنے ساتھ بھی سمجھتا ہے ؎

شامل ہے مرے غم میں تری دربدری بھی

Scanned by CamScanner

آج کل اس کے اپنے دامن میں
پیار کے گیت ہیں کہ پیسے ہیں
تم کو معلوم ہو تو بتلانا
اس کے آنچل کے رنگ کیسے ہیں

(دُور کی آواز)

آندھیاں تو یہ سنا ہے کہ اُدھر بھی آئیں
کونپلیں کیسی ہیں شیشوں کے مکاں کیسے ہیں؟

(ہم لوگ)

اس محبت کی عجیب خصلت یہ ہے کہ اس کو نہ محبوب کے بارے میں خوش فہمی ہے اور نہ اپنے بارے میں،

انھیں پتھروں پہ چل کر اگر آسکو تو آؤ
مرے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں ہے

محبت کرنا میں نے نہ تو جارج سنتیانا سے سیکھا ہے اور نہ فریج سمبلٹس سے۔ لیکن ایک زمانہ تھا جب یہ سب اپنے ہی قبیلے کے معلوم ہوتے تھے

میری "ترقی پسندی" کسی زمانے میں ایک جماعت کی ترقی پسندی تھی، لیکن اب کئی جماعتوں کی ترقی پسندی ہے، کسی ایک مروّجہ عقیدے سے مکمل وابستگی میری آزادیٔ مسلک کے خلاف ہے۔

شعر لکھنے میں میں کسی کی انگلی تھام کر نہیں چلا۔ اس لیے ممکن ہے کئی جگہ

Scanned by CamScanner

ٹھوکریں کھائی ہوں — لیکن ان ٹھوکروں سے،

"ہر داغ ہے اِس دل میں بجز داغِ ندامت"

آپ یہ دیکھئے کہ اس نئے شوالے میں کتنے بُت مَیں گرا چکا ہُوں، اور کون سے بُت مجھ سے ابھی تک نہیں گر سکے۔

ایک آخری بات

یہ جتنی نظمیں اور غزلیں بھی ہیں، میری نہیں ہیں بلکہ تیغ الہ آبادی کی ہیں۔ تیغ الہ آبادی اور مَیں اب سے کچھ عرصہ پہلے تک ایک ہی تھے۔ لیکن آخر انھیں علیحدہ ہونا ہی پڑا۔ اس تخلّص کی قصابیت کو مَیں نے بچپن کی غلطیوں میں شامل کر رکھا تھا۔ لیکن آخر تخلّص کے بغیر بھی گزر ہو ہی سکتا ہے۔ اپنی زندگی میں بھی تخلّص کے علاوہ بہت کچھ بدل گیا ہے۔ مُصطفٰے زیدی سے ابھی تک مَیں ہی مانوس نہیں ہوا ہُوں آپ کو تو شاید اور بھی مدّت درکار ہو۔

بہ نامِ وطن

کون ہے آج طلبگارِ نیاز و تکریم
وہی ہر عہد کا جبروت وہی کل کے لئیم
وہی عیّار گھرانے، وہی فرزانہ حکیم
وہی تم، لائقِ صد تذکرہ و صد تقدیم

تم وہی دشمنِ احیائے صدا ہو کہ نہیں
پسِ زنداں تمھیں جلوہ نما ہو کہ نہیں

Scanned by CamScanner

تم ہی بتلاؤ کہ مَیں کس کا وفادار بنوں
عصمتِ حرف کا یا دار کا غمخوار بنوں
مشعلوں کا کہ اندھیروں کا طلبگار بنوں
کس کے خرمن کے لیے شعلۂ اسرار بنوں

کون سے دل سے تمھیں ساعتِ فردا دے دوں
قاتلوں کو نفسِ حضرتِ عیسےٰ دے دوں

صُبحِ کاشی کا ترنّم مری آواز میں ہے
سندھ کی شام کا آہنگ مرے ساز میں ہے
کوہساروں کی صلابت مرے ایجاز میں ہے
بالِ جبریل کی آہٹ مری پرواز میں ہے

یہ جبیں کون سی چوکھٹ پہ جُھکے گی بولو
کس قفس سے مری پرواز رُکے گی بولو

Scanned by CamScanner

کس قفس سے غمِ دل قید ہُوا ہے اب تک
کس کے فرمان کی پابند ہے رفتارِ فلک
کون سی رات نے روکی ہے ستاروں کی چمک
کس کی دیوار سے سمٹی ہے چنبیلی کی مہک

دشتِ ایثار میں کب آبلہ پا رُکتا ہے
کون سے بند سے سیلابِ وفا رُکتا ہے

بہ وفاداریٔ رہ وارِ و بہ تکریمِ علم
بہ گہرباریٔ الفاظِ صنادیدِ عجم
بہ صدائے جرسِ قافلۂ اہلِ قلم
مجھ کو ہر قطرۂ خُونِ شُہَدا تیری قسم

منزلیں آ کے پُکاریں گی سفر سے پہلے
جُھک پڑے گا درِ زنداں مرے سر سے پہلے

Scanned by CamScanner

آج تم رام کے مونس نہ ہنومان کے دوست
تم نہ کافر کے ثناخواں نہ مسلمان کے دوست
تم نہ الحاد کے حامی ہو نہ ایمان کے دوست
تم نہ اشلوک کے ساتھی ہو نہ قرآن کے دوست

تم تو سکوں کی دہکتی ہوئی جھنکاروں میں
اپنی ماؤں کو اٹھا لاتے ہو بازاروں میں

ذہن پر خوف کی بنیاد اٹھانے والو
ظلم کی فصل کو کھیتوں میں اگانے والو
گیت کے شہر کو بندوق سے ڈھانے والو
فکر کی راہ میں بارود بچھانے والو

کب تک اس شاخ گلستاں کی رگیں ٹوٹیں گی
کونپلیں آج نہ پھوٹیں گی تو کل پھوٹیں گی

Scanned by CamScanner

کس پہ لبیک کہو گے کہ نہ ہوگی باہم
جوہری بم کی صدا اور صدائے گوتم
رزق برتر ہے کہ یہ شعلہ بداماں ایٹم
گھر کے چولہے سے اترتی ہوئی روٹی کی قسم

زخم اچھا ہے کہ ننھی سی کلی اچھی ہے
خوف اچھا ہے کہ بچوں کی ہنسی اچھی ہے

ہو گئے راکھ جو کھلیان انھیں دیکھا ہے
ایک اک خوشۂ گندم تمھیں کیا کہتا ہے
ایک اک گھاس کی پتی کا فسانہ کیا ہے
آگ اچھی ہے کہ دستورِ نمو اچھا ہے

محفلوں میں جو یونہی جام لہو کے چھلکے
تم کو کیا کہہ کے پکاریں گے مؤرّخ کل کے؟

Scanned by CamScanner

بُوٹ کی نوک سے قبروں کو گرانے والو
تمغۂ نگر سے سینوں کو سجانے والو
کشتیاں دیکھ کے طوفان اُٹھانے والو
برچھیوں والو، کماں والو، نشانے والو

دل کی درگاہ میں پندار مٹا کر آؤ
اپنی آواز کی پلکوں کو جھکا کر آؤ

کیا قیامت ہے کہ ذرّوں کی زباں جلتی ہے
مصر میں جلوۂ یوسُف کی دُکاں جلتی ہے
عصمت دامن مریَم کی فغاں جلتی ہے
بھیم کا گُرز اور ارجن کی کماں جلتی ہے

چُوڑیاں روتی ہیں پیاروں کی جُدائی کی طرح
زندگی ننگی ہے بیوہ کی کلائی کی طرح

Scanned by CamScanner

صاحبانِ شبِ دیجور سحر مانگتے ہیں
پیٹ کے زمزمہ خواں دردِ جگر مانگتے ہیں
کورِ دل خیر سے شاہیں کی نظر مانگتے ہیں
آکسیجن کے تلے عمرِ خضر مانگتے ہیں

اپنے کشکول میں ایوانِ گہر ڈھونڈتے ہیں
اپنے شانوں پہ کسی اور کا سر ڈھونڈتے ہیں

تو ہی بول اے درِ زنداں، شبِ غم تو ہی بتا
کیا یہی ہے مرے بے نام شہیدوں کا پتا
کیا یہی ہے مرے معیارِ جنوں کا رستا
دل دھڑکتے ہیں جو گرتا ہے سڑک پر پتّا

اک نہ اک شورشِ زنجیر ہے جھنکار کے ساتھ
اک نہ اک خوف لگا بیٹھا ہے دیوار کے ساتھ

Scanned by CamScanner

اتنی ویراں تو کبھی صبح بیاباں بھی نہ تھی
اتنی پُرخار کوئی راہِ مغیلاں بھی نہ تھی
کوئی ساعت کبھی اِس درجہ گریزاں بھی نہ تھی
اتنی پُرہول کوئی شامِ غریباں بھی نہ تھی

اے وطن کیسے یہ دھبّے در و دیوار پہ ہیں
کس شقی کے یہ طمانچے ترے رُخسار پہ ہیں

اے وطن یہ ترا اُترا ہُوا چہرا کیوں ہے
غُرفہ و بامِ شبستاں میں اندھیرا کیوں ہے
درد پلکوں سے لہُو بن کے چھلکتا کیوں ہے
ایک اِک سانس پہ تنقید کا پہرا کیوں ہے

کس نے ماں باپ کی سی آنکھ اُٹھالی تجھ سے
چھین لی کس نے ترے کان کی بالی تجھ سے

Scanned by CamScanner

رودِ راوی ترے ممنونِ کرم کیسے ہیں
صنعتیں کیسی ہیں تہذیب کے خم کیسے ہیں
اے ہڑپّہ ترے مجبور قدم کیسے ہیں
بول اے ٹیکسلا تیرے صنم کیسے ہیں

ذہن میں کون سے معیار ہیں برنائی کے
مانچسٹر کے لبادے ہیں کہ ہرنائی کے

عسکریّت بڑی شے ہے کہ محبّت کے اصول
بولہب کا یہ گھرانہ ہے کہ درگاہِ رسُول
طبل و لشکر متبرّک ہیں کہ تطہیر بتُول
مسجدیں علم کا گھر ہیں کہ مشن کے اسکول

آج جو بیتی ہے کیا کل بھی یہی بیتے گی
بینڈ جیتے گا کہ شاعر کی غزل جیتے گی

۱۹۵۷ء

ساعتِ جہد

دیکھنا اہلِ جنُوں ساعتِ جہد آ پہنچی
اب کوئی نقش بدیوار نہ ہونے پائے

اب کے کھُل جائیں خزانے نفَسِ سوزاں کے
اب کے محرُومیٔ اظہار نہ ہونے پائے

یہ جو غدّار ہے اپنی ہی صفِ اوّل میں
غیر کے ہات کی تلوار نہ ہونے پائے

یوں تو ہے جوہرِ گفتار بڑا وصف مگر
وجہِ بیمارئ کردار نہ ہونے پائے

دشت میں خُونِ حُسینؓ ابنِ علیؓ بہ جائے
بیعتِ حاکمِ کفّار نہ ہونے پائے

یہ نئی نسل اس انداز سے نکلے سرِ رزم
کہ مورّخ کی گنہ گار نہ ہونے پائے

Scanned by CamScanner

میلاد

ستیّال ماہ تابِ زرفشاں کی دُھوم ہے
بدلے ہُوئے تصوّرِ ایماں کی دُھوم ہے
ایماں سے لطیف ترِ عصیاں کی دُھوم ہے
اعلانِ سرفروشیِٔ زِنداں کی دُھوم ہے
یاراں کے تذکرے ہیں بہاراں کی دُھوم ہے

اب سرنگُوں ہے کتنے بُزرگانِ فن کی بات
اب پیشِ محکمات گُریزاں ہیں ظنّیات
اب محض سنگِ میل ہیں کل کے تبرُّکات
مُدّت سے اب نہ کوئی عجُوبہ نہ مُعجزات
دنداں شکن حقیقتِ عُریاں کی دُھوم ہے

Scanned by CamScanner

اک بات آگہی کے لبوں سے نکل گئی
شمعِ نگاہِ اہلِ قدامت پگھل گئی
فولاد کی قدیم حکومت بدل گئی
اک جُنبشِ نگاہ سے زنجیر گل گئی
زنداں میں طمطراقِ اسیراں کی دُھوم ہے

Scanned by CamScanner

انہی پتھروں پہ چل کر اگر آ سکو تو آؤ
مرے گھر کے راستے میں کہیں کہکشاں نہیں ہے

Scanned by CamScanner

سپردگی

مَیں ترے راگ سے اس طرح بھرا ہُوں جیسے
کوئی چھیڑے تو مَیں اک نغمۂ عرفاں بن جاؤں

ذہن ہر وقت ستاروں میں رہا کرتا ہے
کیا عجب، مَیں بھی کوئی کرمک حیراں بن جاؤں

رازِ بستہ کو نشاناتِ خفی میں پڑھ لوں
واقفِ صورتِ ارواحِ بزرگاں بن جاؤں

دیکھنا اَوجِ محبت کہ زمیں کے اُوپر
ایسے چلتا ہُوں کہ چاہوں تو سلیماں بن جاؤں

Scanned by CamScanner

برے ہاتوں میں دھڑکتی ہے شب و روز کی نبض
قت کو روک کے تاریخ کا عُنواں بن جاؤں

غم کا دعوٰی ہے کہ اِس عالَم سرشاری میں
جس قدر چاک ہو، اُتنا ہی گریباں بن جاؤں

تجھ کو اِس شِدّتِ احساس سے چاہا ہے کہ اب
ایک ہی بات ہے گُلشن کہ بیاباں بن جاؤں

تو کِسی اور کی ہو کر بھی مِرے دل میں رہے
میں اُجڑ کر بھی ہم آہنگِ بہاراں بن جاؤں

Scanned by CamScanner

جُدائی

نگارِ شامِ غم میں تجھ سے رخصت ہونے آیا ہوں
گلے مل لے کہ یوں ملنے کی نوبت پھر نہ آئے گی
سرِ راہے جو ہم دونوں کہیں مل بھی گئے تو کیا
یہ لمحے پھر نہ لوٹیں گے یہ ساعت پھر نہ آئے گی

جرس کی نغمگی آوازِ ماتم ہوتی جاتی ہے

غضب کی تیرگی ہے راستہ دیکھا نہیں جاتا
یہ موجوں کا تلاطم یہ بھرے دریا کی طغیانی
ذرا سی دیر میں یہ دھڑکنیں بھی ڈوب جائیں گی
مری آنکھوں تک آ پہنچا ہے اب بہتا ہوا پانی

تری آواز مدھم ــــ اور مدھم ہوتی جاتی ہے

Scanned by CamScanner

تہذیب

(ایک تمثیل)

شہر میں غُل تھا کہ بنگال کا ساحر آیا
مصر و یُونان کے اہرام کا سیّاحِ عظیم
چین و جاپان کے افکار کا ماہر آیا

ایک ٹیلے پہ طلسمات کا پہرہ دیکھا
میں نے بھی دل کے تقاضوں سے پریشاں ہو کر
آخر اُس ساحرِ طنّاز کا چہرہ دیکھا

کتنا مغرور تھا اُس شخص کا مضبوط بدن
کتنا چالاک تبسّم تھا جواں ہونٹوں پر
کیسے رہ رہ کے لپک جاتی تھی آنکھوں میں کرن

کتنا مرعُوب تھا ہر فرد مری ملّت کا
ڈرتے ڈرتے جو چھُوا میں نے تو یہ راز کھُلا
وہ فقط موم کا اک خوف زدہ پُتلا تھا

نوروز

شام کی مانگ سے افشاں کی لکیریں پھوٹیں
جشنِ نوروز میں دھرتی کے دریچے جاگے
سُرخیاں چونک اُٹھیں، تیرگیاں ڈوب گئیں
تم بھی جاگو کہ اُفق پر کہیں مہتاب نہیں
تم بھی جاگو کہ یہ اعلانِ سحر خواب نہیں

درد کا بوجھ بھی تھا، بارشِ الزام بھی تھی
میرے دُکھ درد کی ساتھی، مری خوشیوں کی شریک
جُرعۂ شہد میں کچھ تلخیِ ایام بھی تھی
پھر بھی ہم لوگ سویرے کی تمنا لے کر
رات سے، تلخیِ ایام سے لڑتے ہی رہے
یوں تو اب بھی ہیں پُر اسرار تمھاری آنکھیں
اب سے پہلے مگر اِن آنکھوں میں ہیجان بھی تھا
ساز کی لہر بھی تھی، سوز کا طوفان بھی تھا

Scanned by CamScanner

اب مگر جھومتی گاتی ہوئی آنکھوں کا نصیب
ساز کی لہر تو ہے، سوز کا طوفان نہیں
ریشمی ڈورے سلگتے ہیں بکھر جاتے ہیں
نیم خوابیدہ اداسی سے ہے صبحوں پہ محیط
اوس کا ذائقہ ہونٹوں پہ جما جاتا ہے
تشنگی اوس کے قطروں سے نہیں بجھ سکتی
جاگ بھی جاؤ کہ یہ نیم نگاہی بے سود
جاگ بھی جاؤ کہ سوتے ہوئے ہونٹوں پہ مجھے
جانے کیوں موت کا رہ رہ کے خیال آتا ہے
اَبدیّت کے کئی راز بہت یکساں ہیں!
حُسن اور موت کے انداز بہت یکساں ہیں
جاگ بھی جاؤ کہ انسان کی قسمت میں نہیں
آج بھی وقت کو ہمرازِ شبستاں کرنا
حُسنِ وجدان کی تذلیل ہوا کرتے ہیں
گاؤں جب شہر میں تبدیل ہوا کرتے ہیں
مُفلسی دھات کے سکّوں کو جنم دیتی ہے
زندگی موت کے بھکلوں کو جنم دیتی ہے

Scanned by CamScanner

رُوحیں تہذیب کے شعلوں سے پگھل جاتی ہیں
کونپلیں ریل کے پہیوں میں کچل جاتی ہیں
قمقمے جلتے ہُوئے گوشت کی بُو دیتے ہیں
اسپتالوں کو جراثیم نمُو دیتے ہیں
خُون بھی ملتا ہے ہوٹل میں رگِ تاک کے ساتھ
عمداً زہر دیا جاتا ہے خوراک کے ساتھ
اُسی منڈی میں جہاں صاف کفن بکتا ہے
جسم بکتے ہیں، ادب بکتا ہے، فن بکتا ہے
شورشیں کرتی ہیں خاموش فضا میں پرواز
بم گراتے ہیں اندھیرے میں فریقوں کے جہاز
زندگی گیس نگلتی ہے، ہوا پھانکتی ہے
رشتے داروں کی نگاہوں سے ریا جھانکتی ہے
دل پہ ڈگری کا فسوں چلتا ہے تیروں کے عوض
چور بازار میں جو ملتا ہے ہیروں کے عوض
دھڑکنیں دل کی مزاروں کو ضیا دیتی ہیں
عصمتیں ریشِ مقدس کو دعا دیتی ہیں

کون بن سکتا ہے سُنسان کھنڈوں کا ہمراز
کون سُنتا ہے سمندر میں رَبط کی آواز
کون سا کیف ہے دیہات کے رومانوں میں
کس کو لُطف آئے گا چوپال کے افسانوں میں
کوئی بھی دولتِ لمحات نہیں کھو سکتا
کوئی بھی دار کے سائے میں نہیں سو سکتا
دار کی چھاؤں میں سوتے ہُوئے ہونٹوں پہ مجھے
جانے کیوں موت کا رہ رہ کے خیال آتا ہے
یہ نہیں ہے کہ مرے واسطے انجامِ حیات

اتنا پُر ہول تصوّر ہے کہ میں ڈرتا ہُوں
یہ نہیں ہے کہ مصائب سے ہراساں ہو کر
مَیں تخیّل کے طَرب زار کا دم بھرتا ہُوں
موت تو میرے لیے ایک تاثّر ہے ہے
اک نہ اک روز ہم انسان دبا ہی لیں گے
اس دکھاوے کے تمدّن سے نکل کر اک روز
اپنے انجام کے اس راز کو پا ہی لیں گے

Scanned by CamScanner

مجھ کو تو صرف یہ کہنا ہے کہ اس عالم میں
مجھ کو اک لمحۂ بیدار کی قوّت دے دو
مجھ کو سوتے ہُوئے ہونٹوں پہ ترس آتا ہے
کوئی فنکار، کوئی زندہ مُصوّر ہرگز
حُسنِ خوابیدہ سے اِنکار نہیں کر سکتا
اور میں! جس نے اِن آنکھوں کی پرستش کی ہے
جس نے ان ہونٹوں کو انکار میں بھی پُوجا ہے
کس طرح اپنے مُقدّر کو بُرا کہہ دُوں گا؟
تم کو اس کا بھی پتہ ہے کہ وہ تہذیب جسے
میں نے قصبوں کی تباہی کا سبب سمجھا ہے
اپنے ہر نقص کے باوصف مری اپنی ہے
جس کو افراد نے تخریب بنا رکھا تھا
درحقیقت وُہی تعمیر کی بُنیاد بھی ہے
کوئی بھی مُلک تمدّن سے ہراساں ہو کر
اپنی فطرت کو نہ سمجھا نہ سمجھ سکتا ہے
کوئی بھی دیس سسکتا ہُوا چرخہ لے کر
زیست کی جنگ میں اُبھرا نہ اُبھر سکتا ہے

Scanned by CamScanner

لعنتیں یوں تو مشینوں کی مہیب ہیں لیکن
لعنتیں صرف مشینوں سے نہیں اُگتی ہیں
اِن میں اُس مُلک کا بھی ہات ہُوا کرتا ہے
جس میں کچھ لوگ خود اپنی ہی بقا کی خاطر
دُوسرے لوگوں کے انفاس چُرا لیتے ہیں
اور اُس دَوڑ کی رفتار میں اندھے ہو کر
قحط پڑتا ہے تو کھلیان جلا دیتے ہیں

چھین سکتا ہے ان افراد کی قوّت جو نظام
صرف اُس میں ہی پھپک سکتے ہیں تیزی سے عوام
صرف اُس میں ہی اُگلتی نہیں لاوا تہذیب
صرف اُس میں ہی نکھرتے ہیں بہاروں کے نصیب
رقص ہوتا نہیں دیوانوں کی تلواروں کا
کرنیں مُنہ چُومنے آتی ہیں سمن زاروں کا
ٹمٹک بڑھتے نہیں دامن میں تباہی لے کر
پھول ہنس پڑتے ہیں ڈھیرے سے جماہی لے کر

Scanned by CamScanner

بھائی اب زہر نہیں ڈھونڈتے بھائی کے لیے
دھارے مُڑ جاتے ہیں کھیتوں کی سنچائی کے لیے
ریت کے بطن سے ہوتے ہیں نظارے پیدا
سنگ کے سینے سے ہوتے ہیں شرارے پیدا
کارخانوں میں تمدّن کو بقا ملتی ہے
چمنیاں زہر کے انبار اُگلتی بھی نہیں
گاؤں بھی شہر میں ہو جاتے ہیں تبدیل مگر
رُوحیں تہذیب کے شعلوں سے پگھلتی بھی نہیں

میرے دُکھ درد کی ساتھی، مری خوشیوں کی شریک
شام کی مانگ سے افشاں کی لکیریں پھُوٹیں
آؤ ہم لوگ بھی اک عزم سے اک ہمّت سے
اپنے بیتے ہُوئے حالات کو ٹھکرا کے چلیں
اپنی فرسُودہ روایات کو ٹھکرا کے چلیں
جشنِ نوروز کو گیتوں کی ضرورت ہوگی
آؤ ہم ریت پہ وُہ نقشِ قدم چھوڑ چلیں
جن کی آتی ہوئی نسلوں کو ضرورت ہوگی

Scanned by CamScanner

اقوامِ متّحدہ

تم میں کیا کچھ نہیں؟ احساس، شرافت، تہذیب
مجھ میں کیا ہے؟ نہ بصیرت، نہ فراست نہ شعور

تم جو گزرے بہ صد انداز و ہزاراں خوبی
سب نے سمجھا کہ چلو رات کٹی، دن آیا

مَیں تو اُن تیرہ نصیبوں میں پلا ہوں جن کو
تم سے وہ ربط تھا جو بھوک کو اخلاق سے ہے

ایسی دُزدیدہ نگاہوں سے ہمیں مت دیکھو
ہم تو پہلے ہی بچھے بیٹھے ہیں اے جانِ بہار

مور کا پنکھ لگاتے ہی تھرکنے لگے پاؤں
سادہ لوحی پہ کوئی شرط، کوئی زور نہیں

تم نے کس پیار سے یہ بات ہمیں سمجھائی
کہ یہاں تو کوئی عالم، کوئی کمزور نہیں

مختلف نقطوں سے چلتے رہیں دنیا والے
کرۂ ارض مگر گول ہے چوکور نہیں

Scanned by CamScanner

آئینہ خانۂ تصوّر میں

میں آنکھیں بند کیے سوچتا رہا لیکن
نہ حافظے نے مدد کی، نہ مرنے والوں نے
ہر ایک سالگرہ موم بتّیوں کی طرح
پگھل کے رہ گئی تاریخ کے اندھیروں میں
خیال ہے کہ اک ایسا بھی موڑ آیا تھا
جب انتظار کی ہر بے کراں اندھیری رات
ترے خیال کی آہٹ سے چونک جاتی تھی
ترے لبوں کی عنایات سے بہت پہلے
ترے لبوں کے تصوّر سے آنچ آتی تھی

نہ جانے کون سے لمحے نے مجھ کو چھین لیا
نہ جانے کون سی ساعت تری رقیب بنی

Scanned by CamScanner

اک ایسا غم تھا شبستانِ جسم و جاں پہ محیط
جو تیرا غم بھی نہیں تھا، غمِ جہاں بھی نہیں
مرا دیارِ تمنا ضرور تھا، لیکن
دیارِ دل بھی نہیں تھا، دیارِ جاں بھی نہیں
خوشی بھی تھی کہ یہ سرحدِ خوشی سے آگے ہے
فغاں بھی تھی کہ یہ معمورۂ فغاں بھی نہیں

مری رگوں میں لہو بن کے رچ گئی تھی وہ نیند
ترے بدن کی حلاوت نے جس کی باہوں میں
زمانے بھر کی پُر اسرار خنکیاں رکھ دیں
تری نگاہ کی شفقت نے جس کی پلکوں پر
لطیف، نرم، ملنسار انگلیاں رکھ دیں

اور اس ڈھلے ہوئے لمحے میں، ایک ساعت میں
تری وفا، تری آغوش کی حلاوت میں
کسی نے جیسے مرے دونوں ہات تھام لیے

اُفق کے بعد اُفق آئے ، رنگ رنگ کے دیس
چمکتے ، کوندتے سیماب کی طرح بے تاب
نہ آسمان ، نہ دھرتی کا گھومتا چکّر
نہ ماہتاب کے ٹکڑے ، نہ ریت کے ذرّے
کوئی زمیں بھی نہیں تھی ، کوئی زماں بھی نہیں
دیارِ دل بھی نہیں تھا ، دیارِ جاں بھی نہیں

یہاں بھی ویسے ہی اِنسان تھے جنھیں مَیں نے
زمیں پہ چھوڑ دیا تھا ، مگر یہاں میرے
اور اُن کے بیچ میں ، آئینۂ جمال نہ تھا
سیاہ آنکھوں کے بدلے ، جواں لبوں کے عوض
ہر ایک شکل کھڑی تھی کوئی دُکان سجائے
ہر ایک شکل سے آتی تھی دم بہ دم آواز
گھڑی ، پُرانی قمیضیں ، دوائیں ، سگرٹ ، چائے

دوراہے

جاگ اے زمزمِ نگاہی کے پُراسرار سکوت
آج بیمار پہ یہ رات بہت بھاری ہے
جو خود اپنے ہی سلاسل میں گرفتار رہے
اُن خداؤں سے بھرے غم کی دوا کیا ہوگی
سوچتے سوچتے تھک جائیں گے نیلے ساگر
جاگتے جاگتے سو جائے گا مدھم آکاش
اِس چھلکتی ہوئی شبنم کا ذرا سا قطرہ
کِسی معصوم سے رُخسار پہ جم جائے گا
ایک تارا نظر آئے گا کِسی چلمن میں
ایک آنسو کسی بستر پہ بکھر جائے گا
ہاں مگر تیرا یہ بیمار کدھر جائے گا

Scanned by CamScanner

میں نے اک نظم میں لکھا تھا کہ اے رُوحِ وفا
چارہ سازی ترے ناخُن کی رہینِ منّت
غم گُساری تری پلکوں کی روایات میں ہے
ایک چھوٹی ہی سی اُمّیدِ طرب زار سہی
ایک جگنو کا اُجالا مری برسات میں ہے
لذّتِ عارض و لب ، ساعتِ تکمیلِ وصال
میری تقدیر میں ہے اور ترے ہات میں ہے

دَیر سے ، کعبے سے ، ادراک سے بھی اُکتا کر
آج تک دِل کو اُجالے کی طلب ہوتی ہے
ایک دن آئے گا جب اور بھی عُریاں ہو کر
آدمی جینے کو تھوڑی سی ضیا مانگے گا
گیت کے ، پھُول کے ، اشعار کے ، افسانوں کے
آج تک ہم نے بنائے ہیں کھلونے کتنے
یہ کھلونے بھی نہ ہوتے تو ہمارا بچپن
سوچتا ہوں کہ گزرتا تو گزرتا کیسے

Scanned by CamScanner

آدمی زیست کے سیلاب سے لڑتے لڑتے
بیچ منجدھار میں آتا تو اُبھرتا کیسے

دیر سے رُوح پہ اک خوابِ گراں طاری ہے
آج بیمار پہ یہ رات بہت بھاری ہے
آج پھر دوشِ تمنّا پہ ہے دل کا تابُوت
جاگ اے نرم نگاہی کے مسیحانہ سکوت
ورنہ اِنسان کی فطرت کا تلوّن مت پُوچھ
اِس سِن و سال کا مغرُور لڑکپن مت پُوچھ
آدمی تیری اس اُفتاد سے بد دِل ہو کر
اور دو چار خداؤں کے علَم پُوجے گا
اور اِک روز اس انداز سے بھی اُکتا کر
اپنے بے نام خیالوں کے صنَم پُوجے گا

Scanned by CamScanner

پرچھائیاں

اب سے پہلے بھی یہ تُلسی کا ذرا سا پودا
اسی مندر کے کلیجے سے لگا بیٹھا تھا
اب سے پہلے بھی یہ برگد کا پُر اسرار درخت
گاؤں والوں کے عقائد کو بہت پیارا تھا

اب بھی چوپال کے جینے کا پتہ دیتی ہیں
بیل گاڑی کے چٹختے ہوئے پہیوں کی رگیں
نہ کوئی وقت کی قلت نہ گریزاں لمحے
وہی گو دُھول، وہی ہم، وہی کچی سڑکیں

ہارڈی کی نظم In times of the breaking of Nations سے متاثر ہو کر

حسبِ معمول خطرناک بھِڑوں کے چھتّے
بے خطر طاقوں کو آباد کیے بیٹھے ہیں
حسبِ معمول بڑے کُنبوں کے دو چار بزرگ
ایک لاچار سے حُقّے کو لیے بیٹھے ہیں

نیم کے پیڑ ہیں ٹُوٹی ہُوئی قبروں کے قریب
ایک تاریخ ہے اُجڑی ہوئی محرابوں میں
ڈھیر کے ڈھیر ہیں گدرائی ہُوئی جامن کے
آم کی ٹوکریاں بہتی ہیں تالابوں میں

اُسی لُو دُھوپ اُسی سخت اُمس کے باوصف
اب بھی منگل کو یہاں پینٹھ[۵] لگا کرتا ہے
سیکڑوں بار سُنائے ہُوئے اک قصّے کو
اب بھی اک شخص بدستور کہا کرتا ہے

۵ گاؤں کا بازار

اور اُس شخص کی آنکھوں میں بدستور ابھی
وہی بیزار سی ، اندھی سی چمک باقی ہے
اُس کی داڑھی پہ ڈھلک جاتے ہیں اب تک آنسو
اُس کے چہرے پہ وہی غم کی کسک باقی ہے

ایسا لگتا ہے کہ دُنیا کے اُفق زاروں پر
آج تک جنگ کے بادل کبھی منڈلائے نہیں
ایسا لگتا ہے کہ شہروں سے کبھی ڈان ژواںᵒ
اِن اُلجھتی ہُوئی راہوں کی طرف آئے نہیں

جانے کب تک رہے یہ دُودھ سی بے داغ فضا
جانے کس وقت یہ خوابوں کی عمارت ڈھ جائے
اور تُلسی کا یہ معصُوم ذرا سا پودا
تیز کرنوں کی تمازت میں سُلگ کر رہ جائے

ᵒ DON JUAN

تجدید

زندگی، مَیں ترے دروازے پر
اک بھکاری کی طرح آیا تھا
اپنے دامن کو بنا کر کشکول
تیری ہر راہ پہ پھیلایا تھا

ایک مرحوم کرن کی خاطر
مُجھ کو تھوڑی سی ضیا بھی نہ ملی
دم بہ دم ڈوبتے سیّارے کو
اپنے مرکز سے صدا بھی نہ ملی

Scanned by CamScanner

دفعتاً ایک دھماکے کے ساتھ
کچّے دھاگوں کے سِرے چھوٹ گئے
اُنگلیاں چِھل گئیں ارمانوں کی
یک بہ یک تارِ نفس ٹوٹ گئے

اور پھر ایک گھنا سنّاٹا
اور پھر رسمِ کُہن کے گیسُو
کچھ دِلاسے کی زبانی باتیں
کچھ دکھاوے کے پُرانے آنسُو

۲

گھر میں ڈُوب گئی تھیں شمعیں
وقت ناراض تھا قِسمت کی طرح
رات کے رُخ پہ تھے زخموں کے نشان
میری مجذوح حمیّت کی طرح

Scanned by CamScanner

اک خطرناک کنگارے کے قریب
تجھ سے لڑنے کا ارادہ لے کر
مَیں نے لہروں کو سکھائی شورش
مَیں نے موجوں کے بگاڑے تیور

تو، مگر آئی تو اک لمحے میں
نہ وہ تیور تھے نہ وُہ آہیں تھیں
تیرے عارض پہ مرے آنسو تھے
میری گردن میں تری باہیں تھیں

Scanned by CamScanner

مَیں امن چاہتا ہُوں

شگفتہ تم بتا سکو گی
میں کتنے اشکوں کو اپنی پلکوں میں روک کر مُسکرا رہا ہُوں
مرے شکستہ اُداس بربط کے تار ٹوٹے ہُوئے پڑے ہیں
مگر مَیں اب تک اُسی مسرّت کی چھاؤں میں گنگنا رہا ہُوں
شگفتہ تم بتا سکو گی ، مَیں رو رہا ہُوں کہ گا رہا ہُوں

تمھاری باتیں مرے ہر اک گیت کے لبوں پر اُتر چکی ہیں
تمھاری راکھی مری کلائی میں آج بھی جگمگا رہی ہے
تم اپنے بھائی کی بات رکھ لو

Scanned by CamScanner

تمھارا ہجائی خلوص کی بھیک کے لیے در بہ در گیا ہے
اُسے محبت بھی مل چُکی ہے
اُسے ہزاروں دلوں سے اک بیکراں عقیدت بھی مِل چکی ہے
نگارخانے بھی سج چُکے ہیں
چھلکتے نغموں کی بزم پر سبز شامیانے بھی سج چُکے ہیں
مگر ابھی تک وُہ دِل کی بے لَوث چاندنی کو ترس رہا ہے
اُسے رفاقت نہیں مِلی ہے
اُسے محبت تو مِل چکی ہے، مگر صداقت نہیں ملی ہے

میں اکثر اوقات ذہن کی بے پناہ الجھن میں سوچتا ہُوں
یہاں صداقت کہاں ملے گی؟
یہ چاند کے خُوشگوار چہرے کے گِرد اِتنے اُداس ہالے
یہ دُور سے نَو عروس کمرے، یہ پاس سے مکڑیوں کے جالے
اُڑان کے بعد اس کا رونا کہ بال و پر میں تو کچُھ نہیں ہے
یہ سرج کے سُوٹ اور یہ سوچنا کہ گھر میں تو کچھ نہیں ہے
یہ چند پیسوں کے واسطے مگر کس لیے ہیر پھیر کیوں ہے

Scanned by CamScanner

یہ چھوٹے چھوٹے گھروں میں سِل اور دق کے کیڑوں کا ڈھیر کیوں ہے
خُدا کے فضل و کرم سے ہم آج بھی اُجالے سے ڈر رہے ہیں
ہماری نسلیں، ہمارے بچّے غلاظتوں میں اُبھر رہے ہیں
یہاں صداقت کہاں ملے گی ؟

تمہارے کمرے کی جتنی چیزیں ہیں مجھ کو حیرت سے دیکھتی ہیں
یہ اجنبی تو نہیں ہے کوئی !
مگر نہیں، آئینے میں خود میری اپنی صُورت جھلک رہی ہے
یہ عکس میرے ہی جسم کا ہے
یہ نرم چنگاریاں مرے اپنے ساز ہی سے نکل رہی ہیں
مگر مجھے آج اس کا ڈر ہے
کہیں یہ چنگاریاں ہی کمرے کی رونقوں کو جلا نہ ڈالیں
کہ اُن کی معصوم پھلجھڑی میں دہکتے لمحوں کی آنچ بھی ہے
دہکتے لمحے جو آ چکے ہیں

Scanned by CamScanner

دہکتے لمحے جو دُوسری جنگ کے زمانے میں آچکے ہیں
دہکتے لمحے جو خیر سے اپنے مُلک میں دور ہی پہ ناچے
جنھوں نے بنگال کی زمیں پر ہی اکتفا کی
اگر کہیں پھر یہ آگ لپکی
تو اس کی زد سے ہماری تہذیب کی بہاریں نہ بچ سکیں گی
تمھیں تو یہ بات یاد ہوگی
کہ دُوسری جنگ ہی میں پانی کے بدلے کیچڑ پیا گیا ہے
غذا کے بدلے سپاہیوں کو نجاستیں پھانکنی پڑی ہیں
شکستگی، بے بسی میں چمڑے کی پیٹیاں چاٹنی پڑی ہیں
ہزاروں مائیں جوان بچوں کے واسطے خون رو چکی ہیں
ضعیف باپوں کے تھرتھراتے ہوئے قدم سرد پڑ چکے ہیں
سُہاگنوں کی نگاہیں دُولہا کی واپسی کو ترس چکی ہیں
سسکتی بہنوں نے بھائیوں کو کفن پنہا کر جُدا کیا ہے!

اگر پھر اس بار جنگ ہوگی
تو آدمیت نکیلے بوٹوں کی ٹھوکروں سے لرز اُٹھے گی

Scanned by CamScanner

تمہارے گھر کے برآمدے میں چٹختی اینٹوں کے ڈھیر ہوں گے
تمہارے شوہر کا جسم سیسے کی گولیوں سے فگار ہو گا
تمہاری بچّی سے لوگ اُس کی ذرا سی گُڑیا بھی چھین لیں گے
تمہارے بچّے کے ہات میں دُودھ کا کٹورا نہیں رہے گا
تمہاری الماریوں پہ رکھّی ہُوئی کتابیں نہیں رہیں گی
تمہارے چُولھے میں لکڑیوں کے عوض تمہارا بدن جلے گا
تمہاری اپنی زمیں جلے گی، تمہارا اپنا وطن جلے گا
تمہارے چھجّے پہ کانچ کی چُوڑیوں کے ٹکڑے نہیں رہیں گے
تمہارے آنگن کی رسّیوں پر سفید کپڑے نہیں رہیں گے
تمہارے بھائی کا ساز گِر جائے گا ستاروں کی آہ بن کر
تمہارے بھائی کے گیت جم جائیں گے تمہاری کراہ بن کر

یہ بات تم تک نہیں رہے گی
یہ زہر دھرتی کی ایک اک نس میں گھُل کے ہر حبّہ کو کاٹ دے گا
یہ زہر رگ رگ کو چاٹ لے گا
زمین گیہوں نہیں جنے گی

Scanned by CamScanner

کہ اُس کے ہونٹوں پہ آدمی کے لہُو سے پپڑی جمی ہُوئی ہے

ملوں میں کپڑا نہیں بنے گا

کہ تکلیوں کو گھمانے والوں کی اُنگلیاں کاٹ دی گئی ہیں

اور اب کے وہ اسلحے بھی ہوں گے

زمین ہی کو نہیں جو گھر سے سمندروں کو بھی راکھ کر دیں

اذیتیں جن کو سوچنے ہی سے آدمی کانپ اُٹھے

ہزاروں بم جو لہکتے کھیتوں کو خاک کر دیں، جلا کے رکھ دیں

ہزاروں گیسیں جو آدمی کے بدن کی ہڈی گلا کے رکھ دیں

اُجاڑ سنسان شاہراہوں پہ ڈگمگاتا ہُوا تمدّن

سڑی ہُوئی آدمی کی لاشوں کے تیز بھبکوں سے جل اُٹھے گا

لہو کی بھٹی میں گرم تانبے کے سُرخ سکّے ڈھلا کریں گے

سمندروں کی عظیم لہروں میں تارپیڈو چلا کریں گے

جنوں کے جبڑوں میں پس کے رہ جائیں گی نئی ہونہار نسلیں

امیر خسرو کے مقبرے میں اگر کی بتّی نہیں جلے گی

عظیم غالب کے اُجڑے مسکن میں بیر کے پیڑ بھی نہ ہوں گے

کبیر کے بے پناہ دوہوں کے گانے والے نہیں رہیں گے

Scanned by CamScanner

کرشن اور پریم کی کہانی کو باڑھ کے تار گھیر لیں گے
فراق اور جوش کا ترانہ بکھر کے رہ جائے گا خلا میں

یہ ممبئی کے حسین ساحل
سجی ہوئی لکھنؤ کی سڑکیں
دھلی ہوئی تاج کی عمارت
وسیع دلی میں اوکھلا اور چاندنی چوک کے مناظر
انہی مناظر پہ آدمی کے لہو سے صبح و مسا بنیں گے
انہی مناظر پہ جانے کتنے تباہ ہیروشیما بنیں گے
اودھ کی شامیں دراز زلفوں کی یاد میں مضمحل رہیں گی
جوان کاشی کی صبح ڈھونڈے گی اور مانجھی نہیں ملیں گے
اداس سنگم کے گیت نوحوں کے روپ میں چیختے پھریں گے
ہوائیں ٹکرائیں گی درختوں سے جیسے روحیں بھٹک رہی ہوں
درخت ٹکرائیں گے چٹانوں سے جیسے شمشان جل رہے ہوں
چٹانیں ٹکرائیں گی خلاؤں سے جیسے بھونچال آ رہا ہو

میں آدمیت کو پوجتا ہوں

Scanned by CamScanner

مرے ترانوں میں قوسِ قزح اور کہکشاں کی انگڑائیاں نہیں ہیں
مری عقیدت زمین کے ایک ایک ذرّے کو چومتی ہے
میں جانتا ہوں کہ آج فطرت پہ جیت انسان ہی کی ہو گی
عظیم انسان جس نے اپنے پُرانے کپڑے بدل دیے ہیں
جو ارتقا کے کروڑوں زینوں کو آج تک پار کر چکا ہے
میں ڈر رہا ہوں کہیں یہ رفتار جنگ سے سُست ہو نہ جائے
اُٹھو مقدس زمین سے ہم تمام انسان عہد کر لیں
کہ اپنے اس تیز ارتقا کے لیے ہمیں جنگ روکنی ہے
یہ عہد جس روز جنگ بازوں سے اپنا لوہا منا سکے گا
تمام سنسار گا سکے گا
ہماری نسلیں، ہمارے بچے لطافتوں میں اُبھر سکیں گے
یہاں رفاقت بھی مل سکے گی
یہاں صداقت بھی مل سکے گی

Scanned by CamScanner

آں دِلے کہ ما داریم

صبا کے ساتھ ہمارا خرام بھی ہوگا
کبھی تو عصرِ رواں تیز گام بھی ہوگا
ہرا ہے زخمِ جگر ، لالہ فام بھی ہوگا

تمھاری سالگرہ پر خواص آتے تھے
سُنا ہے اب کی برس جشنِ عام بھی ہوگا

ہماری نظم کی سارے جہاں میں شُہرت ہے
ہمارے ساتھ رہوگے تو نام بھی ہوگا

Scanned by CamScanner

تمہارے وقت کا ٹھہرا ہُوا طلسم کہاں
یہاں تو سلسلۂ صُبح و شام بھی ہوگا

فقیہِ شہر کی محفل عِشا کے بعد ہے آج
سُنا ہے رات کا کچھ انتظام بھی ہوگا

ہم آج جُملہ جبینوں میں بن گئے ہیں امام
کہیں تو کوئی ہمارا امام بھی ہوگا
کوئی فقیر قلندر مقام بھی ہوگا

Scanned by CamScanner

گرب اسٹریٹ کی کہانی

(ایک فینٹیسیا)

آ، اے جنوں کہ ہم بھی جلائیں نئے چراغ
آ، اے خیال، ہم بھی ذرا دو قدم چلیں
اس اونگھتی سڑک کے کناروں کو چھوڑ کر
تاروں کو، جوئبار کے دھاروں کو چھوڑ کر
آ اے جنوں کہ ہم بھی ------------

ابتدا :

"سودا پہ جب جنوں نے کیا خواب و خور حرام
لائے گھر اُس طبیب کے ہے عقل جس کا نام
احوال اُس کا دیکھ کے کہنے لگے طبیب
اب فصد و مسہل اس کے لیے ہے مُفیدِ تام"

Scanned by CamScanner

خفگی:

سُنتے ہیں اک بزرگ نے اپنے مزار سے
شہنائیوں کا شور سُنا اور بگڑ گئے
ہاں دلبرو، اب اور نہ عشّاق کو ستاؤ
اُس دن سے خوف کھاؤ کہ جب ہم اکڑ گئے

رنگِ سُخن:

گھوڑے کا حال لکھتا ہُوں حضرات، ہوشیار
کاغذ پہ پہلے کرتا ہوں دو قافیے سوار
اک قافیہ بہار ہے، اک قافیہ شرار
اُس کے سُموں سے طفلکِ آفاق کو بُخار
اُس کی رگوں میں اپنے اَب وجد کا خمار
اک ریس میں تو ہار گئی اُس سے فورڈ کار

ایک اور رنگِ سُخن:

برسوں حقیقتِ غمِ دَوراں کے باوجُود
آتی رہی شعُور سے چھَن کر صدائے دل

Scanned by CamScanner

طرّار و تیز و نازک و کم عمر و کج نہاد
اک حُور شوخ و شنگ تھی فرمانروائے دل
ہم مطمئن رہے کہ چلو رات کٹ گئی
اِک ٹوٹتی کرن نے پُکارا کہ ہائے دل

افراد کا خیال کہاں انقلاب کو
اک تیغ تیز سی اِدھر آئی اُدھر گئی
ہم جاگتے رہے تو کلی بھی نہیں کھلی
ہم سو گئے تو سر سے قیامت گزر گئی

مشرق سے آفتاب کی پہلی کرن اُٹھی
جیسے سُہاگ رات کو سو کر دُلھن اُٹھی
یوں دُور رات صُبح کے نرمی سے ہم خطاب
جیسے کسی حسینہ کی اُلٹی ہُوئی نقاب
دریا کی لہر لہر پہ اُمڈی ہُوئی اُمنگ
جیسے سپُردگی میں جُھکی انکھڑیوں کا رنگ

Scanned by CamScanner

سیاسیات:

یہ اپنا ملک، کون سنائے اب اس کا حال
اس کے خداوں کی نہیں ملتی کوئی مثال
ان کی وفا شعار نگاہوں میں پانچ سال
ایسے کٹے ہیں جیسے کسی کی شب وصال

محلّہ ہوشربا:

اے ناظرِ بہار ذرا اور غور کر
رنگِ شفق نہیں ہے، کسی کا گلال ہے
ہر شے کی پُشت پر ہے اِک حق آفریں دماغ
فطرت وجُودِ شاہدِ فطرت پہ دال ہے
ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسد
لیکن یہی تو باڈلیئر کا خیال ہے

طلسم:

غُل پڑگیا ہے محفلِ افراسیاب میں
لو اوڑھ لی عُمر نے گلیم سُخن وری
سب ساحِروں کے خوف سے چہرے نڈھال ہیں

کب آئیں گی خُدائے لقا کی سواریاں
کب ہوگی اب عنایتِ جمشید و سامری
کیا کیا نہ رن پڑے مگر آساں گزر گئے
چھکے چھڑائے دیتی تھی صاحبقراں کی جنگ
خیمے جلے، پہاڑ گرے، آندھیاں چلیں
شُعلوں کی پُتلیوں نے زبانیں نکال دیں
بدلا کبھی جو دُھوم سے ساحر نے اپنا رنگ
دریا میں ایک شیر تھا، جنگل میں دو نہنگ

جب بھی کسی حسینہ نے جھٹکے سیاہ بال
کتنے جوان مر گئے انداز دیکھ کر
کتنے تباہ ہو گئے پشواز دیکھ کر
انجام سوچ سوچ کے، آغاز دیکھ کر
خواجہ کو بھی دکھا کے جھلک ساقِ صاف کی
صرصر نے کتنی بار گرفتار کرلیا
خواجہ کا کیا قصور، اگر سارے اولیا

Scanned by CamScanner

اِس سمت آ نکلتے تو صدر صدر کو دیکھ کر
اک دُوسرے کی آنکھوں میں ناخُون مارتے
اک دُوسرے کی پُشت میں چُھریاں اُتارتے

لیکن وُہ اَور بات تھی ، یہ اور بات ہے
اب چھوڑ دیں عُمر نے روایاتِ سابقہ
اب وُہ مُدیرِ خاص ہے دو پرچہ جات کا
جن میں چِھڑی ہے پہلی اشاعت سے جنگِ عام
وُہ دن گئے کہ رُعب سے افراسیاب کے
راتیں ڈراؤنی تھیں ، تو دن تھے سیاہ فام
کاتب سے لے کے ناشرِ عالی مقام تک
خواجہ نے اس زمانے میں بدلے ہیں لاکھ نام

عیدیں منا رہی ہے بدیع الزّماں کی فوج
اِعلان ہو رہا ہے کہ اس رات ہر کنیز
خواجہ کے راستے میں بچھائے گی انکھڑیاں

ہم کیوں ملول و خستہ و با چشمِ نم چلیں
آ، اے خیال! ہم بھی ذرا دو قدم چلیں
آ، اے جنوں کہ ہم بھی ذرا دو قدم چلیں

Scanned by CamScanner

فرار، شکست، انتقام وغیرہ وغیرہ

(ایک اور فینٹیسزیا)

اچھا ہُوا کہ رسمِ مروّت بھی اُٹھ گئی
اچھا ہُوا کہ آنکھ کا پانی بھی ڈھل گیا
تاروں میں جس خلوص کے نکھرے تھے خدّوخال
وہ دن کی تیز دُھوپ میں آیا تو جل گیا

اک لمحہ جاوداں نہ اگر ہو سکا تو کیا
ہم کو شکستِ حرفِ تمنّا کا غم نہیں
آئینِ سنگباریٔ فطرت کا رنج ہے
شیشوں کے سوگوار مسیحا کا غم نہیں

Scanned by CamScanner

اب یہ تو ہے کہ قصّۂ فرہاد پر ہمیں
وحشت نہ ہوگی ٹوٹ کے رونا نہ آئے گا
پروائے ننگ و نام رہے گی جو کل نہ تھی
دِل کو دیارِ غیر میں کھونا نہ آئے گا

احساس تو رہے گا کہ ہر ایک بات پر
ہم ہی غلط ہیں، سارا زمانہ غلط نہیں
سینہ فگار ہے تو ہمارا قصور ہے
آقائے دو جہاں کا نشانہ غلط نہیں

ماضی کے قیس، آج کے ہم دونوں سادہ لوح
اسٹیکل اور فرائڈ کے کردارِ عام ہیں
یکتائے روزگار نہیں ہم میں ایک بھی
ہم لوگ صرف اپنی نظر میں امام ہیں

Scanned by CamScanner

ایک قطعہ اس سلسلے میں :

جسے چاہے اُسے دے آمریت
متاعِ حُسن کی ناپیدی نہیں ہے
بہت ہے یُوں تو اُس کے میکدے میں
برائے مُصطفیٰ زیدی نہیں ہے

خود رحمی :

کچھ عشق کی اُفتاد بھتی، کچھ حُسن کی توصیف
پہلے تو ہر اِک نظم میں اِک ڈھنگ تھا اِک طور
ہر شاعرِ امروز پہ لازم ہوئی جب فکر
ہم نے بھی کئی ایسے مسائل پہ کیا غور
اِس طرزِ تفکّر سے ہُوا ذہن میں آغاز
شکووں کا اک انبار، شکایات کا اِک دَور
اِس قسم کے شکوے کر جو جائیں تو کہاں جائیں
انسان تو انسان ہے لندن ہو کہ لاہور
اِس قسم کے شکوے کر جواں تھا ابھی زیدی
کیا تیرا بگڑتا جو نہ مَرتا کوئی دن اَور

اِس قسم کے شکوے کہ

یُونان کی زمین نے ہذیان و کرب میں
اک اندھے دیوتا کو جنم کس لیے دیا؟
جو بادِ تُند و دستِ صبا دیکھتا نہیں
اِنسان دیکھتا ہے خُدا دیکھتا نہیں

مری زبان پہ "تانبے کا ذائقہ" کیوں ہے
مرا ستارہ کدھر جگمگا کے ڈُوب گیا؟
نہ جانے سوزِ طبیعت نہیں کہ آہ نہیں
ردائے ابر کے پیچھے نگارِ ماہ نہیں
نہ جانے کیسی ہے اب ارضِ خاک کی صحت
دُعا کریں نہ کریں ۔ اِلتجا کریں نہ کریں

اب تک ہمارے ساتھ رفیقانِ جُستجو
کچھ موت، کچھ حیات کے ہمراہ آئے تھے

Scanned by CamScanner

ہم اَیسے بدنصیب کہ میخانہ دیکھنے
یاروں کے التفات کے ہمراہ آئے تھے
یوں ہم کہاں، شراب کہاں لیکن ایک شام
کچھ یار دوست ساتھ تھے کچھ ہم اُداس تھے
اُس کی نظر کے فیض سے غم اور بڑھ گیا
پہلے بھی تھے اُداس، مگر کم اُداس تھے

اِس اُداس کمرے میں
رات کیسے گزرے گی
نیند کیسے آئے گی
اے حبیب اے ہمدم
آج میری پلکوں پر
تیری اُنگلیوں کا لوچ
سسکیاں سی بھرتا ہے

Scanned by CamScanner

سو چکی ہے کلیوں پر
تیرے ہونٹ کی شبنم
اے جلیس اے ہمدم
تیرا غم نہ اپنا غم
اس اداس کمرے میں
رات کیسے گزرے گی
نیند کیسے آئے گی

اندھیرے کی سنسان لہروں کے پیچھے
ذرا سا جزیرہ
ذرا سے جزیرے میں دو چار سائے
دھندلکے کی صورت
اندھیرے کی مورت
جو حسرت کو سمجھے نہ خوابوں میں جائے
دھوئیں اور مٹی میں مکڑی کے جالے

Scanned by CamScanner

یہ رُوحیں ، یہ گھر ، یہ محل ، یہ شوالے
کوئی اپنے کاندھوں پہ کیا کچھ سنبھالے

وُہ آگہی کہ زُلف نہ زنجیر دیکھیے
وُہ معرفت کہ کون و مکاں گردِ رہگزار
وُہ منزلِ گداز کہ حرفِ سکوت بار
وُہ روشنی کہ دوست کی تصویر دیکھیے

دسہرہ

عزیز دوست یہ سچ ہے کہ ان نظاروں سے
ہمارے جسم کو آسودگی نہیں ملتی
سکونِ دل کو ضروری ہے لمس کی لذّت
ہوا کی گود میں وارفتگی نہیں ملتی

مگر یہ وقت نہیں فلسفے کی باتوں کا
فضا میں گونج رہی ہیں طرب کی آوازیں
سڑک پہ شور ہے بچوّں کے لالہ زاروں کا
عجب نہیں کہ ہماری قنوطیت بھی مٹے
ہمارے سر کو ہماری جبیں کو در تو ملے
سکونِ دل نہ ملے، حاصلِ نظر تو ملے

Scanned by CamScanner

جدیدِ عشق میں فرہاد کا مقام نہیں
جدیدِ حُسن کو مجنوں کا احترام نہیں
غلط نہیں کہ ہمیں شخصیت کا پاس بھی ہے
ہمیں ضرورتِ تبدیلیٔ لباس بھی ہے
تری نگاہ میں احساسِ کمتری کیوں ہے؟
یہ تھرتھری یہ جھجک یہ فسردگی کیوں ہے؟
یہ عام راہ جہاں آج اتنی رونق ہے
طوائفوں کے گھروں کی طرف نکلتی ہے
اسی گروہ میں اخلاق کے کئی نقّاد
غرورِ فتح سے گردن اُٹھا کے چلتے ہیں
بڑے مشکوہ سے سینے پُھلا کے چلتے ہیں
اُٹھا کے پھینک دے مشرق کی وضعداری کو
کہ تیرے ساتھ یہ افرادِ باحشم بھی ہیں
ہزاروں گھُورنے والوں میں ایک ہم بھی ہیں
کسے مجال کہ ہم سے کوئی سوال کرے
زیادہ لوگ تو چلمن کی آڑ لے لے کر

Scanned by CamScanner

سیاہ اور ہری ساریوں کو دیکھتے ہیں
کسی نگار کی تیاریوں کو دیکھتے ہیں
تھکن سے چُور، گریباں دریدہ، چہرہ ماند
یہ پائجاموں کی بدبُو، یہ دھوتیوں کی سڑاند
یہ زندگی کا تلاطُم، یہ ہمہموں کا سماں
یہ جنسیات کے شُعلے، یہ بیڑیوں کا دُھواں
یہ سطحِ روشن و رنگیں، یہ اندرونی سوگ
یہ اپنے شہر کے بابُو، یہ اپنے گاؤں کے لوگ
اِسی گروہ میں نا اہل و باکمال بھی ہیں
یہاں ضعیف بھی ہیں اور خوردسال بھی ہیں

کِسے مجال کہ ہم سے کوئی سوال کرے
کہ اس سوال سے بڑھ کر کئی سوال بھی ہیں
وُہی سوال جنھیں بے بسوں نے دُہرایا
جنھیں بگڑتی ہُوئی صحتوں نے دُہرایا

Scanned by CamScanner

وُہی سوال کہ ہے جن میں انہدام کی بات
اِس آتشک سے جُھلستے ہُوئے نظام کی بات
مشیّتوں سے اُلجھتی ہُوئی حقیقت میں
ضرورتوں کے تقاضائے صُبح و شام کی بات

کِسے مجال، کہ یہ مُلک اتنا بُزدِل ہے
کہ اپنا غم بھی بتانے میں عار ہے جس کو
یہ مُلک جس میں عوامی حقُوق عام نہیں
یہ مُلک جس میں فقط ڈِگریاں ہیں کام نہیں
یہ مُلک جنس کی تعلیم جُرم ہے جس میں
یہ مُلک جس میں ابھی تک نزاعِ مذہب سے
سِلے ہُوئے ہیں تفکّر، بِکے ہُوئے ہیں دماغ
یہاں تو جلنے سے ڈرتے ہیں بدنصیب چراغ
یہاں تو آج بھی ہے ذہنیت میں کل کا وقار
یہ "ہتھنیوں کا جزیرہ" یہ "ہاتھیوں کا دیار"

نظر اُٹھا مرے ہمدم، و رندگی کی نظم
یہاں تو ہم سبھی راون ہیں، اور کوٹھوں پر
سجی کھڑی ہیں ہماری صدی کی سیتائیں
وُہ وقت اور تھا جب رام ہم سے جیت گیا
وہ بات ختم ہوئی، وُہ زمانہ بیت گیا

نظر اُٹھا مرے ہمدم وُہ "چوکیاں" آئیں
عجب نہیں کہ ہمارے بھی بھاگ کھُل جائیں
عجب نہیں کہ ہمیں بھی کِسی کے چرنوں میں
نصیب ہو سکے "بھگوان" کا کبھی درشن
اگر نہیں تو یہ آوارگی ہی کیا کم ہے
ہمارے سر کو، ہماری جبیں کو در تو مِلے
سکونِ دل نہ مِلے، حاصلِ نظر تو مِلے

Scanned by CamScanner

پاگل خانہ

ہر طرف چاکِ گریباں کے تماشائی ہیں
ہر طرف غولِ بیاباں کی بھیانک شکلیں
ہم پہ ہنسنے کی تمنّا میں نکل آئی ہیں

چند لمحوں کی پُر اسرار رہائش کے لیے
عقل والے لبِ مسرور کی دولت لے کر
دُور سے آئے ہیں اشکوں کی نمائش کے لیے

Scanned by CamScanner

عقل کو زہر ہے وُہ بات جو معمول نہیں
عقل والوں کے گھرانوں میں ہمیشہ کے لیے
تخت اور تاج تو کیا، بنچ اور اسٹول نہیں

اپنی ٹولی تو ہے کچھ سوختہ سامانوں کی
اکثریت میں ہم آتے تو سمجھتی دُنیا
اِس کٹہرے کے اُدھر بھیڑ ہے دیوانوں کی

Scanned by CamScanner

دانہ و دام

ترے عظیم شہر کی عمارتوں کے سائے میں
نہ جانے کیوں خیال آ رہا تھا اُس نظام کا
کہ جس کے ماتحت سُنا ہے ساری کائنات ہے
بلند و پست، خیر و شر سبھی ہیں جس سے لیست تر
جو لُطفِ بے پناہ ہے جو قہرِ بے کنار ہے
میں سوچتا تھا دل میں عرش و فرش کو سمیٹ کر
کدھر سے آئے ہیں یہ قافلے کدھر کو جائیں گے
یہ حسرتیں جو سوچیے تو خار، سوچیے تو گُل
پھبک سکیں تو کس کے حق میں زہر، کس کو انگبیں؟

خیال تو بھٹک چلا تھا اور بھی کہ یک بہ یک
زمیں پہ ایک سانپ زخم کھا کے چُور ہو گیا
فضا میں ایک چیل دائرے بنا کے رہ گئی

Scanned by CamScanner

احسان فراموش

جب مُنڈیروں پہ چاند کے ہمراہ
بُجھتی جاتی تھیں آخری شمعیں
کیا ترے واسطے نہیں ترسا اُس کا مجبور مضمحل چہرا؟
کیا ترے واسطے نہیں جاگیں؟
اُس کی بیمار رحم دل آنکھیں

کیا تجھے یہ خیال ہے کہ اُسے
اپنے لُٹنے کا کوئی رنج نہیں
اُس نے دیکھی ہے دن کی خونخواری اُس پہ گزری ہے شب کی عیاری
پھر بھی تیری طرح وہ بے چاری
ساری دُنیا سے شکوہ سنج نہیں

Scanned by CamScanner

زندہ باد اے انائے جذبۂ عشق
مرحبا اے شکوہِ خُدّامی
اُس کی قُربت سے تجھ کو پھُول ملے   زندگی کے نئے اصُول ملے
تیری اُلفت سے کیا مِلا اُس کو
زحمتیں ، اضطراب ، بدنامی

Scanned by CamScanner

دُور کی آواز

میرے محبوب دیس کی گلیو!
تم کو اور اپنے دوستوں کو سلام
اپنے زخمی شباب کو تسلیم،
اپنے بچپن کے قہقہوں کو سلام

عُمر بھر کے لیے تمھارے پاس
رہ گئی ہے شگفتگی میری
آخری رات کے اُداس دیو
یاد ہے تم کو بے بسی میری

یاد ہے تم کو جب بُھلائے تھے
عُمر بھر کے کیے ہُوئے وعدے
رسم و مذہب کی اِک بچار ن نے
ایک چاندی کے دیوتا کے لیے

Scanned by CamScanner

جانے اس کارگاہِ ہستی میں
اس کو وہ دیوتا ملا کہ نہیں
میری کلیوں کا خُون پی کر بھی
اس کا اپنا کنول کھلا کہ نہیں

آج کل اُس کے اپنے دامن میں
پیار کے گیت ہیں کہ پیسے ہیں
تم کو معلوم ہو تو بتلانا
اُس کے آنچل کے رنگ کیسے ہیں

مجھ کو آواز دو کہ صُبح کی اوس
کیا مجھے اب بھی یاد کرتی ہے
میرے گھر کی اُداس چوکھٹ پر
کیا کبھی چاندنی اُترتی ہے؟

Scanned by CamScanner

برف باری

کون سُنتا اس بھیانک رات میں دل کی پُکار
میرے ہونٹوں پہ مری فریاد جم کر رہ گئی
زندگی اک بے وفا لڑکی کے وعدوں کی طرح
آنسوؤں کے ساتھ آئی آنسوؤں میں بہ گئی

تم کو کیا الزام دُوں پہلے ہی اپنے ذہن میں
کون سی شائستگی تھی، کون سی تنظیم تھی
صُبح یوں سُورج کی کرنیں پھیلتی تھیں ٹوٹ کر
جیسے اک ہاری ہُوئی صف پر جواری کی ہنسی
مجھ کو خود احساس تھا اس کا کہ شاید یہ خلش
اک نہ اک دن مُستقل آوارگی بن جائے گی

Scanned by CamScanner

دل تو پہلے ہی لہو تھا تم کو کیا الزام دوں
اور بھی اک زخم کا مُنہ کُھل گیا تو کیا ہُوا
ایک بے معنی تمنّا کی جبیں سے سُرخ رنگ
تیز بوچھاروں کی زد میں دُھل گیا تو کیا ہُوا
ایک بے مقصد تسلسُل کو سمجھ لینے کا زہر
روز و شب کی دھڑکنوں میں گُھل گیا تو کیا ہُوا

تم نے شاید یہ نہیں سوچا کہ میری رُوح میں
اک اجنتا گر گیا، پتّھر کے ٹکڑے رہ گئے
کِتنی نظموں کے لبوں پر پپڑیاں سی جم گئیں
کِتنے افسانے خس و خاشاک بن کر رہ گئے
کِتنے گیتوں کا تصوّر جم گیا مِضراب میں
کِتنے بُت آدرش کے اندھے کھنڈر میں رہ گئے

کل تو اُس آوارگی میں بھی تھی منزل کی تلاش
اور اب تو مضطرب قدموں کو صحرا بھی کہاں

Scanned by CamScanner

جو ترے بالوں کو سلجھا کر بھی ٹھنڈی رہ گئیں
اُن ٹھٹھرتی اُنگلیوں میں کیفِ صہبا بھی کہاں
جن سے کل شیشے میں پگھلی جا رہی تھی کائنات
آج اُن ہونٹوں کو حدّت کی تمنّا بھی کہاں

Scanned by CamScanner

فاصلہ

۱

رات آئی تو چراغوں نے لویں اُکسا دیں
نیند ٹوٹی تو ستاروں نے لہو نذر کیا
کسی گوشے سے دبے پاؤں چلی بادِ شمال
کیا عجب اُس کے تبسّم کی ملاحت مِل جائے
خواب لہرائے کہ افسانے سے افسانہ بنے
ایک کونپل ہی چٹک جائے تو پھر جام چلے
دیر سے صُبحِ بہاراں ہے نہ شامِ فردوس
وقت کو فکر کہ وُہ آئے تو کچھ کام چلے

Scanned by CamScanner

۲

دُھوپ اُتری تو وُہی شامِ غریباں جس میں
اپنے سینے پہ مزاروں کا گماں ہوتا ہے
غم بھی مِلتے ہیں تو جیسے کوئی دولت مِل جائے
لُو بھی چلتی ہے تو احسان سے سر جھکتا ہے
آخری آس بھی ٹوٹے تو بڑا لُطف و کرم
ریت کے پیار سے طوفاں کے جھکولے اچھّے
آگ لگ جائے جو گھر کو تو چلو جشن ہُوا
اپنے معمُول کی اس راکھ سے شُعلے اچھّے

Scanned by CamScanner

کراہتے ہوئے دِل

مَیں اسپتال کے بستر پہ تم سے اتنی دُور
یہ سوچتا ہُوں کہ ایسی عجیب دُنیا میں
نہ جانے آج کے دن کیا نہیں ہُوا ہوگا
کسی نے بڑھ کے ستارے قفس کیے ہوں گے
کسی کے ہات میں مہتاب آگیا ہوگا
جلائی ہوں گی کسی کے نفس نے قندیلیں
کسی کی بزم میں خورشید ناچتا ہوگا
کسی کو ذہن کا چھوٹا سا تازیانہ بہت
کسی کو دل کی کشاکش کا حوصلہ ہوگا
نہ جانے کتنے ارادے اُبھر رہے ہوں گے
نہ جانے کتنے خیالوں کا دل بڑھا ہوگا

Scanned by CamScanner

تمہاری پھول سی فطرت کی سطح نرم سے دُور
پہاڑ ہوں گے، سمندر کا راستہ ہوگا

یہ ایک فرض کا ماحول، فرض کا سنگیت
یہ اسپتال کے آنسو، یہ اسپتال کی ریت
مرے قریب بہت سے مریض اور بھی ہیں
پُکارتی ہُوئی آنکھیں، کراہتے ہُوئے دل
بہت عزیز ہے ان سب کو زندگی اپنی
یہ اپنی زیست کا احساس کیسی نعمت ہے —

مگر مجھے یہی اُلجھن کہ زندگی کی یہ بھیک
جو مِل گئی بھی تو کتنی ذرا سی بات ملی
کسی کے ہات میں مہتاب آگیا بھی تو کیا
کسی کے قدموں میں سُورج کا سر جھکا بھی تو کیا
ہُوا ہی کیا جو یہ چھوٹی سی کائنات ملی؟

Scanned by CamScanner

مرے وجود کی گہری، خموش ویرانی
تمھیں یہاں کے اندھیرے کا علم کیا ہوگا
تمھیں تو صرف مقدّر سے چاند رات ملی

Scanned by CamScanner

سراب

ہر صدا ڈوب چکی ، قافلے والوں کے قدم
ریگ زاروں میں بگولوں کی طرح سوتے ہیں
دُور تک پھیلی ہُوئی شام کا سناٹا ہے
اور مَیں ایک تھکے ہارے مسافر کی طرح
سوچتا ہوں کہ مآلِ سفرِ دل کیا ہے
کیوں خزف راہ میں خورشید سے لڑ جاتے ہیں
تتلیاں اُڑتی ہیں اور اُن کو پکڑنے والے
یہی دیکھا ہے کہ اپنوں سے بچھڑ جاتے ہیں

Scanned by CamScanner

یاد

رات اوڑھے ہوئے آئی ہے فقیروں کا لباس
چاند کشکولِ گدائی کی طرح نادم ہے
ایک اک سانس کسی نام کے ساتھ آتی ہے
ایک اک لمحہ آزادِ نفس مجرم ہے

کون یہ وقت کے گھونگھٹ سے بلاتا ہے مجھے
کس کے مخمور اشارے ہیں گھٹاؤں کے قریب
کون آیا ہے چڑھانے کو تمناؤں کے پھول
ان سلگتے ہوئے لمحوں کی چتاؤں کے قریب

وہ تو طوفان تھی، سیلاب نے پالا تھا اُسے
اُس کی مدہوش اُمنگوں کا فسوں کیا کہیے
تھرتھراتے ہوئے سیماب کی تفسیر بھی کیا
رقص کرتے ہوئے شعلے کا جنوں کیا کہیے

Scanned by CamScanner

رقص اب ختم ہُوا موت کی وادی میں مگر
کِسی پائل کی صدا رُوح میں پایندہ ہے
چُھپ گیا اپنے نہاں خانے میں سُورج لیکن
دل میں سُورج کی اک آوارہ کِرن زندہ ہے

کون جانے کہ یہ آوارہ کرن بھی چُھپ جائے
کون جانے کہ اِدھر دُھند کا بادل نہ چھٹے
کِس کو معلوم کہ پائل کی صدا بھی کھو جائے
کِس کو معلوم کہ یہ رات بھی کاٹے نہ کٹے

زندگی نیند میں ڈوبے ہُوئے مندر کی طرح
عہدِ رفتہ کے ہر اک بُت کو لیے سوتی ہے
گھنٹیاں اب بھی مگر بجتی ہیں سینے کے قریب
اب بھی پچھلے کو، کئی بار سحر ہوتی ہے

Scanned by CamScanner

آسودگی

اِس کارزارِ وقت میں ، اِس کائنات میں
تسکین کی تلاش ہے دیوانگی کی بات

بے چارگیٔ ذہن ہے ہم معنیٔ جمود
آوارگی ہے حاصلِ رنگینیٔ حیات

اُس ولولے میں بھی ہے کبھی ارتقا کا راز
جو بخشتا ہے ذہنِ بشر کو توہمات

فطرت کی آبرو ہیں گرجتے ہوئے پہاڑ
دھرتی کا رنگ و نور ہیں بے رحم حادثات

دل کا فریب ہے ابدیّت کا فلسفہ
اِک جذبۂ حقیر ہے یہ جذبۂ ثبات

Scanned by CamScanner

میں خوش نصیب ہوں کہ تباہی کے باوجود
دل میں مرے اُمنگ تو ہے گرمیاں تو ہیں
اُس پیکرِ حسیں کی محبت نہیں تو کیا
اُس پیکرِ خلوص کی ہمدردیاں تو ہیں

Scanned by CamScanner

رات سُنسان ہے

میز چُپ چاپ، گھڑی بند، کتابیں خاموش
اپنے کمرے کی اُداسی پہ ترس آتا ہے
میرا کمرہ جو مرے دل کی ہر اک دھڑکن کو
سالہا سال سے چُپ چاپ گنے جاتا ہے
جہدِ ہستی کی کڑی دُھوپ میں تھک جانے پر
جس کی آغوش نے بخشا ہے مجھے ماں کا خلوص
جس کی خاموش عنایت کی سُہانی یادیں
لوریاں بن کے مرے دل میں سما جاتی ہیں
میری تنہائی کے احساس کو زائل کرنے
جس کی دیواریں مرے پاس چلی آتی ہیں

سامنے طاق پہ رکھی ہوئی دو تصویریں
اکثر اوقات مجھے پیار سے یوں تکتی ہیں
جیسے میں دُور کسی دیس کا شہزادہ ہُوں

Scanned by CamScanner

۲

میرا کمرہ ، مرے ماضی کا حقیقی مونس
آج ہر فکر ، ہر احساس سے بیگانہ ہے
اپنے ہمراز کواڑوں کے احاطے کے عوض
آج میں جیسے مزاروں پہ چلا آیا ہوں
گرد آلودہ کلنڈر پہ اجنتا کے نقوش
میرے چہرے کی شکنوں کی طرف دیکھتے ہیں
جیسے اک لاش کی بھیگی ہوئی بے بس آنکھیں
اپنے مجبور عزیزوں کو تکا کرتی ہیں

یہ کتابیں بھی مرا ساتھ نہیں دیتیں آج
کیٹس کی نظم ، ارسطو کے حکیمانہ قول
سنگِ مرمر کی عمارت کی طرح ساکت ہیں
تو ہی کچھ بات کر اے میرے دھڑکتے ہوئے دل
تو ہی اک میرا سہارا ہے مرا مونس ہے
تو ہی اس سرد اندھیرے میں چراغاں کر دے

Scanned by CamScanner

لکشمی دیوی مری بات نہیں سُن سکتیں
مجھ کو معلوم ہے کیا بیت چُکی ہے تجھ پر
میرے چہرے کے سُلگتے ہوئے زخموں کو بھی دیکھ
میری آنکھوں پہ مری فکر پہ پابندی ہے
مَیں اُسے چاہوں بھی تو یاد نہیں کر سکتا
تو اُسے کھو کے مچل سکتا ہے، رو سکتا ہے
اور مَیں لُٹ کے بھی فریاد نہیں کر سکتا

۳

اِسی آئینے نے دیکھے ہیں ہمارے جھگڑے
یہی زینہ ہے جہاں مَیں نے اُسے چُوما تھا
اِن قمیضوں میں اِن اُلجھے ہوئے رُومالوں میں
اُس کے بالوں کی مہک آج بھی آسُودہ ہے
جو کبھی میری تھی اِنکار پہ بھی میری تھی
اب فقط بزمِ تصوّر میں نظر آتی ہے
رات بھر جاگ کے لکھی ہوئی تحریروں سے
اب بھی اُن آنکھوں کی تصویر اُبھر آتی ہے

Scanned by CamScanner

۴

چاندنی کھل کے بکھر آئی ہے دروازے پر
اوس سے بھیگتے جاتے ہیں پرانے گملے
کس قدر نرم ہے کلیوں کا سہانا سایہ
جیسے وہ ہونٹ جنھیں پا کے بھی میں پا نہ سکا
اے تڑپتے ہوئے دل اور سنبھل اور سنبھل
یہ تری چاپ سے جاگ اٹھیں گی تو کیا ہوگا

صبح کیا جانے کہاں ہوتی ہے، کب ہوتی ہے
جانے انسان نے کس وقت یہ نعمت پائی
میری قسمت میں بس اک سلسلۂ شام و سحر
میرے کمرے کے مقدر میں فقط تنہائی

Scanned by CamScanner

عدالت

خدائے قدوس کی بزرگ اور عظیم پلکیں
زمیں کے چہرے پہ جھک گئی ہیں
زمین کی دخترِ سعید اپنے آنسوؤں اور ہچکیوں میں
شفیق، ہمدرد باپ کی بارگاہ کا اک ستون تھامے
گنہ کا اقرار کر رہی ہے۔

ترے فرشتے ــــــــــــ
ترے فرشتے کہ جن کی قسمت میں محض تسبیح و نے نوازی
نہ سوزِ فطرت نہ دل گدازی
یہ وُہ ہیں جن کے شریر اور بدمزاج بچوں
نے آسماں کے کئی ستاروں کو توڑ کر
اپنے ہات میں خون کر دیا ہے

Scanned by CamScanner

یہ وُہ ہیں جن کی غلام رُوحوں
نے صُبح کے دیوتا کا مندر
سفید برفانی چوٹیوں کی بلندیوں سے ہٹا دیا ہے
اگر یہی ہے گُناہ کہ جب
دیوتا کے تلووں پہ دربدر ٹھوکروں کی کثرت
سے آبلے پھُوٹنے لگے تھے
تو ایک معصوم بھولی بھالی حسین لڑکی نے اپنے گھر میں
اُسے بُلایا تھا، اُس کے زخموں کو دھو کے مرہم لگا دیا تھا
اُسے محبّت کی نرم، پاکیزہ لوریوں میں سُلا دیا تھا

تو پھر خُدایا
تری کُنواری، سعید لڑکی
گناہ کا اعتراف کر کے
سزا کی حقدار ہو گئی ہے

Scanned by CamScanner

نرا رشیدم ....

ایک قندیل جلائی تھی مری قسمت نے
جگمگاتے ہُوئے سُورج سے درخشاں قندیل
پہلے یوں اُس نے مرے دل میں قدم رکھّا تھا
ریت میں جیسے کہیں دُور چمکتی ہُوئی جھیل
پھر یہی جھیل اُمڈ آئی سمندر بن کر
ایک پیمانے میں ہونے لگی دُنیا تحلیل
اک فقط میں ہی نہ تھا کُشتۂ احساسِ شکست
اور بھی لوگ تھے واماندہ و مجرُوح و قتیل

اُس نے ماحول کو قدموں کے تلے روند دیا
اور ماحول نے اُس کے لیے ایوان سجائے
اُس کی ٹھوکر میں تھا قانون کا سازِ کہنہ
ساز نے اُس کی حمایت کے لیے راگ بنائے

Scanned by CamScanner

اُس کے ماتھے کی ہر اک لہر تھی طُوفان بدوش
ہر سفینے نے بڑے عجز سے مستول جُھکائے
آگ میں کُود پڑا اُس کا جیالا ادراک
آگ نے اُس کی زیارت کے لیے پُھول بچھائے

اُس کی باتوں کا ہر انداز حریفانہ تھا
جس سے بچنے کی نہ قوّت تھی نہ لڑنے کی سبیل
یہ فقط میرا کلیجہ تھا کہ مَیں نے بڑھ کر
سب سے پہلے اُسے بخشی غمِ دل کی تاویل
اُس کی آنکھوں کو ستاروں کے حسیں خواب دیے
اُس کے چہرے کو عطا کی سحرِ دجلہ و نیل
آگ خود بن گئی گلزار تو کیا ہوتا ہے
کون پتھر کو بدل سکتا ہے — آذر کہ خلیل؟

Scanned by CamScanner

پرستیدم شکستم ....

پہلے میرے گیتوں میں
سُرمئی نقابیں تھیں
چمپئی تبسّم تھے!
پہلے میرے نغموں پر
جھومتی ہوئی کلیاں
آنکھ کھول دیتی تھیں
انقلاب کی لے پر
میری نظم بڑھتی تھی
جیسے ریل کے پہیے
پٹریوں کے لوہے پر
فن کے گیت گاتے ہوں

میری نظم کے پیچھے
زندگی کی دھڑکن تھی
ماسکو کے گنبد تھے
چین کی چٹانیں تھیں
پیبلو نرودا کا
بے پناہ نغمہ تھا
بجلیوں کی عظمت تھی
آندھیوں کی قوّت تھی

آج میرے ہونٹوں سے
راگ یوں اُبھرتے ہیں

Scanned by CamScanner

جیسے ناؤ میں مانجھی
ڈوبتی ہوئی لے میں
ماہیا سناتے ہیں
میری نظم گھائل ہے
میرے گیت روتے ہیں
اپنا حال دیکھ کر
ہارڈی کے ناول کے
لوگ یاد آتے ہیں

پہلے دل کے ساگر پر
جاگتی ہوئی لہریں
جھومتی ہوئی کرنیں
ڈول ڈول جاتی تھیں

زندگی کے جھولے پر
ٹہنیوں کے سائے سے
نکہتیں اُترتی تھیں
اب شدید گرمی میں
تاڑ کے درختوں پر
اِک مُہیب سنّاٹا
سائیں سائیں کرتا ہے

مُدّتوں کا پروردہ
ایک نقش تھا دِل پر
جس کو چند لمحوں نے
داستاں بنا ڈالا

Scanned by CamScanner

رات بھر کوئی دل میں
کروٹیں بدلتا تھا
اِک چراغ بجھتا تھا
اِک چراغ جلتا تھا
جُون کے مہینے کی
بے پناہ تنہائی
چیخ چیخ اُٹھتی تھی
بے کسی کے عالم میں
دوست یاد آتے تھے
ساتھ چلنے والوں کی
شکل یوں اُبھرتی تھی
جیسے جیل کے اندر
آہنی سلاخوں سے
اک اُداس قیدی پر
چاندنی اُترتی ہے

اور یہ سبھی چہرے
اک دُھوئیں کے بادل میں
ڈوب ڈوب جاتے تھے
صرف ایک چہرہ تھا
جو کبھی نہیں ڈُوبا
جو کبھی نہیں بکھرا
اور جو تصوّر میں
آنسوؤں کی چلمن سے
اِس طرح اُبھرتا تھا
جیسے گھر سے پہلی بار
اِک شریف کُنبے کی
نازنیں نکلتی ہے

Scanned by CamScanner

صُبح دُھوپ چڑھنے پر
آنکھ ایسے کُھلتی تھی
جیسے نوکِ ناخُن سے
کوئی زخم چھِل جائے
دُودھ کے پیالے میں
جیسے ریت مِل جائے
بے بسی میں بڑھتے تھے
یُوں اُمید کے سائے
جیسے کوئی میلے میں
راستہ بھٹک جائے
گرم گرم آنکھوں میں
پھانس سی کھٹکتی تھی
اپریل کے کھمبوں پر
رات سر پٹکتی تھی

اور پھر وہ دِن آیا
جب یہ جاگتی آنکھیں
اُس کو دیکھ سکتی تھیں
اُس کو دیکھ لینے پر
دل کی ایسی حالت تھی
جیسے کوئی پردیسی
دُور کے سفر کے بعد
ایک سرد چشمے پر
ہاتھ پیر دھوتا ہے

لیکن اے غمِ آخر
صرف ایک لمحے کو
زندگی نہیں کہتے
اے تلاشِ لاحاصل
مُسکرا کے ملنے کو
دوستی نہیں کہتے

Scanned by CamScanner

اے مرے تصوّر کی
بے حجاب شہزادی
مجھ کو تیرے کانوں میں
ایک بات کہنی تھی
بات جس کے کہنے کو
میرے ہونٹ جلتے تھے
بات جس کے کہنے کو
میرا دِل سُلگتا تھا

اب فقط یہ کہنا ہے
جو چراغ سینے کی
آندھیوں میں جلتے تھے
وُہ ذرا سی کوشش سے
جھلملا بھی سکتے ہیں
حوصلے کے آدمی
اپنے دِل کے زخموں پر
مُسکرا بھی سکتے ہیں
بُت بنانے والے ہات
فیصلے کے لمحوں میں
بُت گِرا بھی سکتے ہیں

Scanned by CamScanner

پہلی محبّت کے نام

وقت سے کس کا کلیجہ ہے کہ ٹکرا جائے
وقت انسان کے ہر غم کی دوا ہوتا ہے
زندگی نام ہے احساس کی تبدیلی کا
صرف مر مر کے جیے جانے سے کیا ہوتا ہے

تو غمِ دل کی روایات میں پابند نہ ہو
غمِ دل شعر و حکایت کے سوا کچھ بھی نہیں
یہ تو کم ظرفی ہے کہ تری آنکھوں میں
ایک مجبور شکایت کے سوا کچھ بھی نہیں

Scanned by CamScanner

ارتقا کی نئی منزل پہ مصوّر کی نگاہ
اپنی تصویر کے انداز بدل جاتی ہے
زاویے پاؤں کے ہر رقص میں ہوتے ہیں جدا
ہر نئے ساز پہ آواز بدل جاتی ہے

یہ مرا جرم نہیں ہے کہ جرس کے ہمراہ
میں نئی راہگزاروں پہ نکل آیا ہوں
میرے معیار نے اک اور صنم ڈھال لیا
میں ذرا دور کے دھاروں پہ نکل آیا ہوں

پھر بھی تقدیر کو اس کھیل میں کیا لطف ملا
(تیرے نزدیک جو ہم معنئ الزام بھی ہے)
آج جب سے مرے آنگن میں دیے جلتے ہیں
تیری ہم شکل بھی ہے اور تری ہم نام بھی ہے

Scanned by CamScanner

شریکِ حیات

تری مقدس جبیں پہ مَیں نے
سحر کی پہلی کرن کو دیکھا
ترے لبوں کی حلاوتوں میں
سپُردگی کی لگن کو دیکھا
لطیف، مانوس سادگی میں
رچے ہوُئے بانکپن کو دیکھا

تجھے تو وُہ دن بھی یاد ہوں گے
جب "آپ" کہتے ہُوئے بھی تجھ کو
میں ڈر رہا تھا کہ جانے کیا ہو

تجھے تو وُہ دن بھی یاد ہوں گے
جب اک تجھے جیتنے کی خاطر
مرے خرد نے مرے جنوں نے
ہزاروں بدنامیاں خریدیں
ہزار دیر و حرم سے گزُرا
گداگروں "کے کرم" سے گزُرا
خدائے برتر کی سرزمیں نے
"سماج" بن کر قدم قدم پر
مرے لیے سَو قفس سجائے
ببُول کے راستے بنائے
اب اُن کے مَیں نام کیا گناؤں
جو خیر سے تھے "سماج دشمن"
مگر جو سب سے نظر بچا کر
سماج کے پاؤں چاٹتے تھے

Scanned by CamScanner

نئے اُجالے کے گیت گا کر
سحر کی شہ رگ کو کاٹتے تھے

اور اس سے بڑھ کر ستم ظریفی
ہمارے عہدِ جدید میں بھی
غزل کے محبوب کی روایت
اٹل حقیقت کے روپ میں تھی
تجھے بھی میں نے اسی میں دیکھا
تجھے بھی میں نے اسی میں پایا

مگر زمانہ بدل رہا تھا
دماغ تبدیل ہو رہے تھے
نگاہ کو نور مل رہا تھا
شعور پر دھار آ رہی تھی

بہ فیضِ تقدیسِ جذبِ محکم
گزر گئے دن مُصیبتوں کے

اب اِس پُر اسرار چاندنی میں
سیاہ کرنیں چھپی نہیں ہیں
ہم اجنبی، اجنبی نہیں ہیں
یہ نرم مصرعے، یہ تیز فقرے
ترا قلم ہے جو لکھ رہا ہے
یہ جو بسیے کی لطیف خوشبو
ترے دوپٹے سے آ رہی ہے

ترے تخیّل کی انجمن میں
مرا تخیّل چمک رہا ہے
ترے تصوّر میں چاند بن کر
ہمارا بچہ ہمک رہا ہے

Scanned by CamScanner

یہ ایک نام

شفق سے دُور، ستاروں کی شاہراہ سے دُور
اُداس ہونٹوں پہ جلتے سُلگتے سینے سے
تمہارا نام کبھی اِس طرح اُبھرتا ہے
فضا میں جیسے فرشتوں کے نرم پر کھُل جائیں
دِلوں سے جیسے پُرانی کدورتیں دُھل جائیں

یہ بولتی ہُوئی شب، یہ مُہیب سناٹا
کہ جیسے تُند گناہوں کے سینکڑوں عفریت
بس ایک رات کو دُنیا کے حکمراں ہو جائیں
اجل کے غار سے نکلی ہُوئی گراں رُوحیں
لہُو سے پیاس بُجھا کر کہیں مزاروں میں
نشے کے بوجھ سے چیخیں تو چیختی رہ جائیں

Scanned by CamScanner

اسی جنوں میں۔ اسی آندھیوں کے میلے میں
تمہارا نام کہیں دُور جگمگاتا ہے
سفید، دُودھ سے شفّاف۔ عکس سے نازک
اُداس رُوح کی لہروں پہ نرم دیپ جلائے

تمہارے نام سے یادوں کے کاروانوں میں
چمکتی جاگتی چاندی کی گھنٹیوں کی کھنک
کچھ آنسوؤں کی گھُلاوٹ، کچھ آرزو کی کسک

یہ ایک نام نہ ہوتا تو اس اندھیرے میں
جہاں سحر کا پتہ ہے نہ زندگی کا سُراغ
نہ جانے کتنے عقیدے، نہ جانے کتنے خیال
نہ جانے کتنے ستارے، نہ جانے کتنے چراغ
تلاش کرتے مگر روشنی نہیں ملتی
ہزار رنگ بکھرتے، ہزار کچے رنگ
جو اب نصیب ہے وُہ سادگی نہیں ملتی

Scanned by CamScanner

ڈھونڈ چکا میں موج موج، دیکھ چکا صدف صدف

(یورپ کے سفر کی جذباتی روئداد)

Scanned by CamScanner

صنم خانے

سچ یہ ہے کہ وہ غم بھی رہا شاملِ امروز
جس غم میں نہ تخلیق، نہ تعمیر، نہ پرواز
جو گنبدِ آفاق کی ہمراز رہی تھی
دیوار سے ٹکرا کے پلٹ آئی وہ آواز
اب سنگِ سبک مایۂ زنداں بھی نہیں ہیں
آئینۂ زُلف و لب و مژگاں تھے جو الفاظ
جس طبع کے دامن میں سمٹتے اُبھرتے ہوئے خورشید
وہ ڈوبتے مہتاب کی کرنوں سے بھی ناراض

اے نُزہتِ مہتاب!

امروز، کہ سڑکوں کے چراغاں میں کٹا تھا
امروز، کہ تھا رنگ و رُخ و نُور کا سیلاب
کچھ اور بھی تھا رنگ و رُخ و نُور سے آگے
جلتا ہُوا آہنگ، سُلگتا ہُوا مضراب

صدیوں کے تمدّن سے دمکتی ہوئی دیوار
قرنوں کے احادیث سے نکھری ہوئی محراب
اک دل جو روایات کی ہر وضع کا مرکز
اک ذہن جو تحریکِ سماوات میں سیماب

کس طرح یقیں آئے کہ اس ذہن نے اک روز
دانستہ روا رکھّے تھے تخریب کے آداب؟
کس طرح یقیں آئے کہ مَیں اپنی خوشی میں
تحقیر سے دُہراؤں گا فریاد کے القاب؟
کس طرح یقیں آئے کہ ہوگی تجھے منظُور
توصیفِ شبِ ہجر و نوائے دلِ بے تاب؟
اے نُزہتِ مہتاب!

(لندن)

Scanned by CamScanner

اپسراؤں کا گیت

(ایک ریوو)

ریوو سطحی اور وقتی دلچسپی کے لیے پیش کیے جانے والے طربیے کو کہتے ہیں۔ اس طربیے کے پیچھے کبھی کبھی ایک حُزن اور ایک آس بھی نظر آسکتی ہے جیسا کہ اس گیت میں ہے۔ یہ گیت لندن کے قدیم "ونڈمل تھیٹر" کے ایک ریوو کا تاثر ہے۔

۱

آج کی رات بھی کٹ گئی
جھُومتی مُسکراتی ہُوئی
اب کی برسات بھی کٹ گئی

زخم دھونے کی فرصت ملے
کاش وہ فصل بھی آسکے
جس میں رونے کی فرصت ملے

Scanned by CamScanner

۲

ہم نے جو کچھ کہا، ہو گیا
وقت قدموں سے لپٹا رہا
فاصلہ راہ میں سو گیا

رنگ و رم سے بھی اُلجھے کوئی
کوئی پتھر، کوئی خارِ غم
کاش ہم سے بھی اُلجھے کوئی

۳

ہم کہ خوابوں کی شہزادیاں
ہم کہ نغموں کی رُوحِ رواں
ہم کہ پندار کی دیویاں

کاش دُنیا خجل دیکھ لے
دیویوں کی قبا کے اُدھر
کوئی عورت کا دِل دیکھ لے

Scanned by CamScanner

شہرِ آذر

پیل کاسل پر ایک شام

انگلستان کے جزیرے "آئل آف مین" کے مغربی ساحل پر شہر پیل ہے جس کو (Sunset City of the West) کہا جاتا ہے۔ پیل کاسل پر ورڈسورتھ کی بھی ایک نظم ہے جو اس نے بیومانٹ کی بنائی ہوئی تصویر دیکھ کر لکھی تھی اور جس کی طرف اس نظم میں اشارے ہیں۔ میں نے "شہرِ آذر" کے بیشتر حصے پیل کاسل کے سامنے پہاڑیوں پر لکھے ہیں۔

میں اس پہاڑ کی چوٹی پہ کب سے بیٹھا ہوں
پرومناڈ پہ سورج کی آخری کرنیں
اُداس لہروں کے مدھم سُروں میں ڈوب گئیں
فضا نے آنکھوں میں کاجل سے نقش کی تحریر
شفق نے کانوں میں سونے کی بالیاں ڈالیں
سرود و سحر و طلسمات کے جزیرے میں
نگارِ ساحلِ مغرب کہاں سنور کے چلی

Scanned by CamScanner

کسی کی یاد کا بارِ گراں اُٹھائے ہُوئے
عجب فسوں ہے دُھندلکے میں پیپل کا سل پر
نہ سوزِ شاہدِ تنہا نہ سازِ شاہدِ بزم
نہ بیومانٹ کا خاکہ، نہ ورڈسورتھ کی نظم
بس اِک خموش کہانی کی چوٹ کھائے ہُوئے
ہزاروں شاموں کی تنہا رفیق راہ گزار
لبوں میں راگ، نگاہوں میں آگ بھر کے چلی

میں ان اُداس دُھندلکوں میں کب سے بیٹھا ہُوں
(یہاں بھی اپنی پُر اسرار عادتیں نہ گئیں)
پرومناڈ پہ لوگوں نے چند لمحوں کو
نیا دیار بنایا تھا ہر دیار سے دُور
خدا کی سلطنت جبر و اختیار سے دُور
وہ اک دیار جہاں بانوئے حریم حجاب
چلی تو پرسشِ آداب سے گزر کے چلی

چلی تو یُوں کہ نہ ماضی کا غم نہ شکوۂ حال
جُھکیں ادب سے سمندر کی نیلگوں آنکھیں
قدم پہ پھیل گئے ریت کے سُنہرے بال
مری وفا کی طرح ایک سُو نہ چاک جگر
مرے وطن کی طرح مضمحل نہ سوختہ حال
بس اک تبسّمِ فردا کی آرزوئے وصال
کسی سے پیار کسی سے نیاز کر کے چلی

یہ ڈُوبتے ہُوئے سُورج کے رنگ رُوپ کا شہر
یہ لہر لہر پہ سُورج کے آخری سائے
کہ زرد کپڑوں میں جس طرح راہبر کوئی
گلی سے گھر میں مُڑتی ہُوئی نظر آئے
کہیں اک اوس کا قطرہ دُھوئیں پہ جم جائے
ہر ایک لہر کی تہدیدِ شوق سے بچ کر
ہر ایک لہر کی آغوش میں نکھر کے چلی

Scanned by CamScanner

اُتر کے اونگھتے کہرے کی نرم باہوں سے
تمھارے قرب کی دھڑکن فضا میں پھیل گئی
کہیں سے خواب کے لمحوں کو مستعار ملی
تمھارے بالوں کی خوشبو، تمھارے جسم کا رنگ
تمھارے ہونٹوں کے مدّھم، ملائم انگارے
پہاڑ، اپنی بلندی کی بات بھول گئے
ہوا، زمین کے میزان پر اُتر کے چلی

اگر کچھ اور مہکتے رہے یہ آگ کے پھول
تو ہر خلیل کا پندار ٹوٹ جائے گا
سڈول لمحوں کی آغوش اور تنگ ہوئی
تو رسمِ دل سے ہر اقرار ٹوٹ جائے گا
طلسمِ سلسلۂ دار ٹوٹ جائے گا
کہ جب یہ رسم چلی ہم جگر فگاروں میں
تو حلقۂ رسن و دار سے گزر کے چلی

Scanned by CamScanner

فرانس

یوں نرم نگاہی سے ہُوا شام کا آغاز
جس طرح کبوتر کے پرے سر سے گزر جائیں
جیسے ترے گیسو مری آنکھوں پہ بکھر جائیں

اِس شام سرا پردۂ اسرار سے تقدیر
مہکے ہُوئے سُورج میں نہاتی ہُوئی نکلی
نُور کے در و بام سجاتی ہُوئی نکلی

اُس دیس سے آیا ہے ابھی ایک مُسافر
جس دیس میں اک خواب گرانبار ہے منزل
اک حرفِ جنوں، وحشتِ بیمار ہے منزل

Scanned by CamScanner

اک عمر تو گزری ہے سرِ خنکیِ محراب
اک شام گناہوں کی حرارت میں بھی گزرے
اے میرے بدن تیری عبادت میں بھی گزرے

ناچ اے لب و رُخسار کے جلتے ہوئے حلقے
اس لمس کے تہذیب و تمدّن سے لپٹ کر
اس شاہرہ زیست کے اقرار سے کٹ کر

گا اے اَبدی راگ سے مخمور جوانی
مَرمَر کی رگوں میں تپشِ جام اُچھل جائے
پتّھر کی قبا آنچ کے احساس سے جل جائے

جُھوم اے دلِ دانا کہ وہ کل آکے رہے گی
جب ہم دلِ ناداں کا عَلَم لے کے چلیں گے
سینے میں غضب، لب پہ قسم لے کے چلیں گے

Scanned by CamScanner

زھرہ کے حسیں جسم، اپالو کے حسیں خواب
ہم ژوح کے ننگے تری تکذیب کریں گے
پیدل ہیں تو رفتار پہ تادیب کریں گے

اے عقل محبّت کی سزا ہے کہ نہیں ہے
اے جسم ترا پیار روا ہے کہ نہیں ہے
اے پردۂ اسرار خُدا ہے کہ نہیں ہے

پیرس

Scanned by CamScanner

جرمنی

مَیں نے کب جنگ کی وحشت کے قصیدے لکھے؟
مَیں نے کب امن کے آہنگ سے انکار کیا
مَیں نے تو اپنے سرِ دامنِ دل کو اب تک
کبھی پھولوں، کبھی تاروں کا گنہگار کیا
اے مری رُوحِ طرب مَیں نے تو ہر عالم میں
جب بھی تو آئی، ترے پیار کا اقرار کیا

لیکن اس دیس کے آہنگِ گرانبار میں بھی
وہی نغمہ ہے جو شب تاب کی تقدیر میں ہے
مَیں نے زُلفوں کے گھنے سائے میں سیکھی تھی جو بات
وُہی اس حلقۂ بدنام کی زنجیر میں ہے

Scanned by CamScanner

کتنے خوابوں کے طلسمات کی جنت ہے یہاں
کون سا خواب ابھی پردۂ تقدیر میں ہے

خواب اُس وقت کا جو وقت نہیں آ سکتا
خواب اُس وقت کا جس وقت کو آنا ہوگا
گیت جس میں لب و رُخسار کے افسانے ہیں
گیت جو خود بھی کبھی ایک فسانہ ہوگا
جس کو چھیڑیں گے مہکتے ہوئے ہونٹوں کے گلاب
جس کو بندوق کے آہنگ پہ گانا ہوگا

آگ کے دشت پڑے، خوں کے صحرا آئے
اب بھی لیکن وُہی رفتارِ جواں ہے کہ جو تھی
میونخ اب بھی ہر اک عہد کا روشن وارث
ہائیڈلبرگ وہ حکمت کی دُکاں ہے کہ جو تھی

فرض کرتے ہیں تری مرگ وُہی لوگ جنھیں
خود نہ جینے کا سلیقہ ہے نہ مرنے کا شعُور

Scanned by CamScanner

تیرے ماتھے پہ نئے عہد، نئے دن کی اُمنگ
تیری آنکھوں میں چمکتے ہُوئے مہتاب کا نُور
وِنگیٹز کا یہ سبک ساز، یہ فولاد کے گیت
تیرے سینے کی اُمنگیں، ترے بازُو کا غرُور

ہم پیمبر تو نہیں ہیں ترے دیوانے ہیں
اک ذرا آگ ہمیں بھی ملے اے شعلۂ طُور

(فرینکفرٹ)

Scanned by CamScanner

ڈوور

مے خانے سے میلوں جگمگ جگمگ کرتی نہر
تیرے سینے کی طغیانی، میرے دل کی لہر
ریت کی دیواروں سے بنا تھا پیار کا پہلا شہر

نگر نگر کے خواب میں گم ہیں ڈوور کے ملّاح
ہیں اِن خوابوں کے مبہم سنّاٹے سے آگاہ
اُونچی لہریں، بڑھتا دریا، نیچی شہر پناہ

شاید اِس طوفان میں ساری بنیادیں ہل جائیں
یا مشرق اور مغرب کے ساحل اک دن مل جائیں
یہ مبہم مبہم سپنے کمہلائیں یا کھل جائیں

(کیٹس)

یُونان

ہم تو یہ سوچ کے آئے تھے تری گلیوں میں
کہ یہاں تیشۂ فرہاد کی قیمت ہو گی
بجائے کیوپڈ سے ملیں گے کسی دوراہے پر
کسی بے نام سے اک موڑ پہ جنّت ہو گی
ہم اولمپس پہ خداؤں کی زباں بولیں گے
اپنی تقدیر میں وینس کی رفاقت ہو گی

باادب جا کے زئیس سے یہ کہیں گے کہ حضور
آپ اب خلوتِ گمنام سے باہر نکلیں
دیر سے تشنۂ صبحِ لب و رخسار ہیں لوگ
آپ تاریکیٔ احرام سے باہر نکلیں

Scanned by CamScanner

پارتھینان کی مٹّی سے جو مَس ہو گی نظر
ہم نے سوچا تھا کہ کھُل جائیں گے سارے اسرار
آج کل یُوں نہیں ہوتا ہے مگر شاید آج
ٹُوٹ جائیں گے تمدّن کے مہذب پندار

اور اب شام بھی گزری کئی دِن بیت گئے
ایسے دن جن میں نہ ارماں نہ گلِے ہوتے ہیں
میرا سینہ شب مُفلِس کا وُہ افسانہ ہے
جس پہ ایتھنز کے خاموش دِیے رِستے ہیں
ایسی پستی کہ عمارت کا گماں بھی دھوکا
جانے ہم کور نظر ہیں کہ خُدا سوتے ہیں

(اکراپولس)

: لکھنؤ میں "نہ جانے" یا "خدا جانے" کو درست سمجھا جاتا ہے۔ دلّی اور الٰہ آباد میں "جانے" مستعمل ہے۔

Scanned by CamScanner

مِصر؂

یہ زندگی، یہ مختصر سی زندگی
اگر یونہی علالتوں کے سلسلے میں کٹ گئی
اگر یہ بانسری نہ اوس پی سکی، نہ چاندنی کے نرم گھاؤ سہ سکی
اگر عروسِ شام کی ردا خفیف انگلیوں میں تھرتھرا کے رہ گئی
تو میں کہاں تک اپنے حوصلے کے بل پہ اپنی زخم خوردہ کائنات کو سجاؤں گا
دریدہ پیرہن میں زرد زرد پھول باندھ کر
میں سُرخ کونپلوں کی انجمن میں کیسے جاؤں گا

سحر سوئیز پر ہوئی
تو جلتی آنکھ، تپتے جسم، خشک لب کے باوجود
میں کیبنوں کی تنگیوں کو چھوڑ کر کھلی ہوا میں آ گیا

؂ انگلستان جاتے ہوئے جبرالٹر و پورٹ پر شدید علالت میں لکھی گئی

سوئیز اپنے ساحلوں کے درمیان ایسے بہ رہی تھی جیسے کوئی اپنے حُسن کا وقار جانتے ہوئے قدم اُٹھائے
اور بے اک قطار میں جہاز ایسے بڑھ رہے تھے جیسے کوئی بھکشوؤں کا قافلہ گپھا میں جائے
فرنگیوں کے چہرے یُوں اُجڑ گئے تھے جیسے کوئی اک قدم کے فاصلے پہ موت سے نظر ملائے

نگارِ ارضِ نیل کے سُنہرے جسم کے گداز سے لپٹ کے ایک ایک آرزو چہک گئی
نگارِ ارضِ نیل کی لٹیں کھُلیں تو دُور دُور تک ہوا مہک گئی

ہوا مہک گئی تو کیا
کہ میں ڈٹال اور اسپرٹ کا میہمان تھا
مرے تھکے ہُوئے قدم
سفر کے پہلے سنگِ میل سے لپٹ کے رہ گئے
مجھے کسی ملُول، دِل شکستہ یاد کی طرح
سُلگتے آنسوؤں کی لوریوں میں نیند آگئی
مگر حسین قاہرہ کی رات جاگتی رہی
مُہیب بُت کے عاشقوں کو موت آگئی تو کیا
مُہیب بُت کی عظمتِ حیات جاگتی رہی

Scanned by CamScanner

کربلا

کربلا، مَیں تو گنہگار ہُوں لیکن وُہ لوگ
جن کو حاصِل ہَے سعادت تری فرزندی کی
جسم سے، رُوح سے، احساس سے عاری کیوں ہَیں
اِن کی مسمار جبیں، ان کے شِکستہ تیور
گردشِ حُسنِ شب و روز پہ بھاری کیوں ہَیں
تیری قبروں کے مجاور، ترے منبر کے خطیب
فِلس و دینار و توجّہ کے بھکاری کیوں ہَیں؟

روضۂ شاہِ شہیداں پہ اک انبوہِ عظیم
بل آیر اور کرسلر کے نئے ماڈل کو

؎ عراقی سکّہ

اُسی خاموش عقیدت سے تکا کرتا ہے
جس کو کہہ دوں تو کہیں لوگ بُرا مانیں گے
غیر تو رمزِ غمِ کون و مکاں تک پہنچے
کربلا تیرے یہ غمخوار کہاں تک پہنچے

دل کو تہذیبِ تمنّا میں خُدا ملتا ہے
جُنبشِ یک لبِ عیسےٰ میں خُدا ملتا ہے
شورِ ناقوس و نظارا میں خُدا ملتا ہے
سنگِ محرابِ کلیسا میں خُدا ملتا ہے
تیرے دیوانوں کو اے شاہدِ دریائے فرات
اپنی بے مائگیٔ ذہن میں کیا ملتا ہے؟

(کربلا)

Scanned by CamScanner

ویلز کی گاڑی

دن بھر کے سورج کی ہمت ٹوٹ چکی تھی
ویلز کو جانے والی گاڑی چھوٹ چکی تھی
یہ احساس تھا جیسے دل آباد نہیں ہے
کون سا اسٹیشن تھا، بالکل یاد نہیں ہے
یوں بے رنگ تھے جیسے دشت میں گزریں برسوں
ہم ہونے کو کیسا نوا ہوں یا کچھ ہوں

تھوڑی دیر میں جب سہ پہر کی گاڑی آئی
ہم نے اپنا کوٹ سنبھالا، فلٹ اٹھائی
لیکن ریل میں داخل ہوتے ہی لہرائے
جیسے جسم کو جھولے سے بجلی چھو جائے

Scanned by CamScanner

وہ سنگیت تھی یا تارا تھی یا نسرین تھی
ایسی شکل تو سارے لندن میں بھی نہیں تھی
دو گھنٹوں میں دوست بنے ہم پیار رچایا
یہ قصہ تو خیر کسی فرصت پہ اُٹھایا
لیکن اتنا یاد ہے جب سورج نے جگایا
وہ بھی نہیں تھی اپنا اسٹیشن بھی نہیں تھا
جانی پہچانی چیزیں تھیں ۔ خاموشی تھی
ویلز کی گاڑی ۔ ویلز سے واپس آ پہنچی تھی

اِنہی پتھروں پہ چل کر اگر آ سکو تو آؤ

مرے گھر کے راستے میں کہیں کہکشاں نہیں ہے

Scanned by CamScanner

○

لوگوں کی ملامت بھی ہے، خود دردِ سری بھی
کس کام کی یہ اپنی وسیع النظری بھی

کیا جانیے کیوں سست تھی کل ذہن کی رفتار
ممکن ہوئی تاروں سے مری ہم سفری بھی

راتوں کو کلی بن کے چٹکتا تھا ترا جسم
دھوکے میں چلی آئی نسیم سحری بھی

کس عشق کو اس معرکۂ دل میں ہوئی جیت
اک چیز ہے لیکن یہ مری بے جگری بھی

خود اپنے شب و روز گزر جائیں گے لیکن
شامل ہے مرے غم میں تری در بدری بھی

فرقت کے شب و روز میں کیا کچھ نہیں ہوتا
قدرت پہ ملامت بھی، دعائے سحری بھی

اک فرد کی الفت تو بڑی کم نظری ہے
ہے کس میں مگر اہلیت کم نظری بھی

○

بزرگو، ناصحو، فرماں رواؤ
ہمیں تو مے کدے تک چھوڑ آؤ

امیرانہ بھی اس کوچے میں آؤ
لب و رخسار و مژگاں کے گداؤ

اُبھرتی جا رہی ہے شمع کی لَو
بڑی نادان ہو، ٹھنڈی ہواؤ

ہزاروں راز عُریاں ہو رہے ہیں
گراؤ، آنکھ پر چلمن گراؤ

وہ مجھ سے اور مَیں اُن سے خفا ہوں
ندیمو، آ کے دونوں کو منّاؤ

نہ جانے ہم کہاں گم ہو چکے ہیں
جو ممکن ہو تو ہم کو ڈھونڈ لاؤ

Scanned by CamScanner

○

اُدھر اسی سے تقاضائے گرمیٔ محفل
اِدھر جگر کا یہ عالم کہ جیسے برف کی سِل

نہ جانے کون سی عجلت تھی اے تصوّرِ دوست
ابد کا لمحہ بھی مشکل سے ہو سکا شامل

ہم اپنے پاسِ روایاتِ عاشقی میں رہے
ہمارے پاس سے ہو کر گزر گیا محمل

ابھی اُمنگ میں تھوڑا سا خُون باقی ہے
نچوڑ لے غمِ دُنیا، نچوڑ لے غمِ دل

Scanned by CamScanner

○

پہلے تو غمِ دل میں تھے خِرد سے بیگانے
ہم کو کون سا غم ہے، آج کل خدا جانے
آج اہلِ زنداں نے رت جگا منایا ہے
آج شہر والوں پر ہنس رہے ہیں دیوانے
ضبط اے دلِ بے تاب دُوسروں کی محفل ہے
لوگ اس کی پلکوں میں ڈھونڈ لیں گے افسانے
جب کبھی ستاروں کا کوئی نامہ بر آیا،
میرے در پہ دستک دی بار بار دُنیا نے
آج شہرِ لندن میں معرکے کی صُورت ہے
اک طرف تمھاری یاد، اک طرف صنم خانے

Scanned by CamScanner

سینے میں خزاں، آنکھوں میں برسات رہی ہے
اِس عشق میں ہر فصل کی سوغات رہی ہے

کس طرح خود اپنے کو یقیں آئے کہ اُس سے
ہم خاک نشینوں کی ملاقات رہی ہے

صوفی کا خدا اور تھا شاعر کا خدا اور
تم ساتھ رہے ہو تو کرامات رہی ہے

اتنا تو سمجھ روز کے بڑھتے ہوئے فتنے
ہم کچھ نہیں بولے تو تری بات رہی ہے

ہم میں تو یہ حیرانیٔ و شوریدگیٔ عشق
بچپن ہی سے منجملۂ عادات رہی ہے

اس سے بھی تو کچھ ربط جھلکتا ہے کہ وہ آنکھ
بس ہم پہ عنایات میں مُحتاط رہی ہے

الزام کسے دیں کہ ترے پیار میں ہم پہ
جو کچھ بھی رہی حسب روایات رہی ہے

کچھ میر کے حالات سے حاصل کرو عبرت
لے دے کے اب اک عزت سادات رہی ہے

Scanned by CamScanner

گریہ تو اکثر رہا، پیہم رہا
پھر بھی دل کے بوجھ سے کچھ کم رہا

قمقمے جلتے رہے، بجھتے رہے
رات بھر سینے میں اک عالم رہا

اُس وفا دشمن سے چھُٹ جانے کے بعد
خود کو پا لینے کا کتنا غم رہا

اپنی حالت پر ہنسی بھی آئی تھی
اس ہنسی کا بھی بڑا ماتم رہا

اِتنے ربط، اتنی شناسائی کے بعد
کون کس کے حال کا محرم رہا

پتھروں سے بھی نکل آیا جو تیر
وہ مرے پہلو میں آ کر جم رہا

ذہن نے کیا کچھ نہ کوشش کی مگر
دل کی گہرائی میں اک آدم رہا

Scanned by CamScanner

کبھی تو کام زمانے کے سوگوار آئے
تجھے جو پا نہ سکے زیست کو سنوار آئے

تھا جس پہ وعدۂ فردوس و عاقبت کا مدار
وہ رات ہم سر کوئے بتاں گزار آئے

ترے خیال پہ شب خوں تو خیر کیا کرتے
بہت ہوا تو اک اوچھا سا ہات مار آئے

متاعِ دل ہی بچی تھی بس اک زمانے سے
سو ہم اسے بھی تری انجمن میں ہار آئے

بڑے خلوص سے احوال پوچھنے کے لیے
گزر گئی شبِ فرقت تو میرے یار آئے

کسی کو حال بتانا ضرور ہی کیا تھا
اُس انجمن سے ہم اپنے قصور وار آئے

نگاہِ ناز مرے دل کے گھاؤ پر مت جا
خدا کرے کہ تجھے اپنا کاروبار آئے

یہ اور بات کہ ساقی سے قرض مل نہ سکی
حضورِ حضرتِ یزداں تو باوقار آئے

یہ ایک بات کہ اُس بُت کی ہمسری بھی نہیں
مبالغہ بھی نہیں، محض شاعری بھی نہیں

ہم عاشقوں میں جو اک رسم ہے مُروّت کی
تمہارے شہر میں از راہِ دلبری بھی نہیں

یہاں ہم اپنی تمنّا کے زخم کیا بیچیں؟
یہاں تو کوئی ستاروں کا جَوہری بھی نہیں

کسی کا قُرب جو مِلتا تو شعر کیوں کہتے
فسردہ حالیٔ اربابِ فن بُری بھی نہیں

جو دن گزر گئے ہیں ترے التفات میں
میں اُن کو جوڑ لوں کہ گھٹا دوں حیات میں؟

کچھ میں ہی جانتا ہوں جو مجھ پر گزر گئی
دُنیا تو لطف لے گی مرے واقعات میں

میرا تو جرم تذکرۂ عام ہے مگر
کچھ دھجیاں ہیں میری زلیخا کے ہات میں

آخر تمام عمر کی وسعت سما گئی
اک لمحۂ گزشتہ کی چھوٹی سی بات میں

اے دل ذرا سی جرأت رندی سے کام لے
کتنے چراغ ٹوٹ گئے احتیاط میں

Scanned by CamScanner

کسی اور غم میں اتنی خلش نہاں نہیں ہے
غمِ دل مرے رفیقو، غمِ رائیگاں نہیں ہے

کوئی ہم نفس نہیں ہے، کوئی رازداں نہیں ہے
فقط ایک دل تھا اب تک سو وہ مہرباں نہیں ہے

مری رُوح کی حقیقت مرے آنسوؤں سے پوچھو
مرا مجلسی تبسّم مرا ترجُماں نہیں ہے

کسی آنکھ کو صدا دو، کسی زُلف کو پکارو
بڑی دُھوپ پڑ رہی ہے کوئی سائباں نہیں ہے

انہی پتھروں پہ چل کر اگر آسکو تو آؤ
مرے گھر کے راستے میں کہیں کہکشاں نہیں ہے

Scanned by CamScanner

○

کبھی جھڑکی سی کبھی پیار سے سمجھاتے رہے
ہم گئی رات پہ دل کو لیے بہلاتے رہے

اپنے اخلاق کی شہرت نے عجب دن دکھلائے
وہ بھی آتے رہے، احباب بھی ساتھ آتے رہے

ہم نے تو لُٹ کے محبّت کی روایت رکھ لی
اُن سے تو پوچھیے وُہ کس لیے پچھتاتے رہے

اُس کے تو نام سے وابستہ ہے کلیوں کا گداز
آنسوؤ تم سے تو پتھّر بھی پگھل جاتے رہے

یُوں تو ناالبوں کے سینے پہ جگر کٹتا تھا
ہم بھی پیمانے کو پیمانے سے ٹکراتے رہے

ان کی یہ وضعِ قدیمانہ بھی اللہ اللہ!
پہلے احسان کیا، بعد کو شرماتے رہے

یوں کسے ملتی ہے معمول سے فرصت لیکن
ہم تو اس لُطفِ غمِ یار سے بچ جاتے رہے

○

ہونٹوں کے ماہ تاب ہیں، آنکھوں کے بام ہیں
سر پھوڑنے کو ایک نہیں سو مقام ہیں

تم سے تو ایک دل کی کلی بھی نہ کھل سکی
یہ بھی بلا کشانِ محبّت کے کام ہیں

دل سے گزر خدا کے لیے اور ہوشیار
اس سرزمیں کے لوگ بہت بدکلام ہیں

تھوڑی سی دیر صبر کہ اس عرصہ گاہ میں
اے سوزِ عشق، ہم کو ابھی اور کام ہیں

تم بھی خدا سے سوزِ جنوں کی دُعا کرو
ہم پر تو اِن بزرگ کے احسان عام ہیں

وہ کیا کرے جو تیری بدولت نہ ہنس سکا
اور جس پہ اتّفاق سے آنسو حرام ہیں

اپنے پہ آ پڑیں تو سنئے پن کی حد نہیں
جو واقعات سب کی حکایت میں عام ہیں

مُنعم کا تو خدا بھی امیں، بُت بھی پاسباں
مُفلس کے صرف تیغ علیہ السّلام ہیں

Scanned by CamScanner

○

اُسے چھو سکی نہ ظلمت، نہ ضیائے ماہ و انجم
مگر اے اُداس شاعر ترا سرمدی ترنّم

مری نو بہار رُک جا، مری غمگسار رُک جا
ابھی سخت ہے اندھیرا، ابھی تیز ہے تلاطم

مجھے کیا خبر تھی اس کی کہ کسی کو دیکھتے ہی
مرا ساتھ چھوڑ دے گا، مِرا بے وفا تبسّم

مرے ہونٹ جل رہے تھے، مرا دل سُلگ رہا تھا
وہ سلام کر رہی تھی، مَیں کھڑا ہوا تھا گُم سُم

مرے ضبط کی روش پر کہیں تم نہ بول اُٹھنا
کہیں مجھ سے چھین نہ جائے مری حسرتِ تکلّم

غم اگر کرو تو اس کا کہ سماج ابھی وہی ہے
ارے یہ بھی کوئی غم ہے کہ نہ مل سکیں گے ہم تم

مری زندگی کی قدروں کی صفیں کھڑی ہوئی ہیں
مرے دل سے ہو رہا ہے مرے ذہن کا تصادم

مرے نکتہ چیں مُبصّر ابھی مسکرا رہا ہے
تری جوئے ناتواں پہ مری شاعری کا قلزم

○

ہر طرف انبساط ہے اے دل
اور ترے گھر میں رات ہے اے دل

عشق ان ظالموں کی دنیا میں
کتنی مظلوم ذات ہے اے دل

میری حالت کا پوچھنا ہی کیا
سب ترا التفات ہے اے دل

اس طرح آنسوؤں کو ضائع نہ کر
آنسوؤں میں حیات ہے اے دل

اور بیدار چل کہ یہ دنیا
شاطروں کی بساط ہے اے دل

صرف اُس نے نہیں دیا مجھے سوز
اس میں تیرا بھی ہاتھ ہے اے دل

مندمل ہو نہ جائے زخمِ دروں
یہ مری کائنات ہے اے دل

حسن کا ایک وار سہ نہ سکا
ڈوب مرنے کی بات ہے اے دل

Scanned by CamScanner

○

تم ہنسو تو دن نکلے، چُپ رہو تو راتیں ہیں
کس کا غم کہاں کا غم سب فضول باتیں ہیں

اے خلوص میں تجھ کو کس طرح بچاؤں گا
دشمنوں کی چالیں ہیں، ساتھیوں کی گھاتیں ہیں

تم پہ ہی نہیں موقوف آج کل تو دُنیا میں
زیست کے بھی مذہب ہیں، موت کی بھی ذاتیں ہیں

○

ناقدرو، دیدہ ورو، کُفر کا الزام نہ دو
میرے الحاد میں اِک پرتوِ الہام بھی ہے

عشق خوددار، یہ پندارِ جنوں چھوڑ بھی دے
اب تو اُن آنکھوں میں آنسو بھی ہیں پیغام بھی ہے

سن اے حکیمِ ملت و پیغمبرِ نجات
میرے دیارِ قلب میں کعبہ نہ سومنات
اک پیشۂ عشق تھا سو عوض مانگ مانگ کر
رسوا اسے بھی کر گئی سوداگروں کی ذات
ڈرتا ہوں یوں کہ سچ ہی نکلتے ہیں بیشتر
اس کاروبارِ شوق میں دل کے توہمات
محویتِ نشاط میں قربت کے سو قرن
ٹوٹی ہوئی رگوں سے جدائی کی ایک رات
تیرے غموں سے ایک بڑا فائدہ ہوا
ہم نے سمیٹ لی دلِ مضطر میں کائنات
اس راہِ شوق میں مرے ناتجربہ شناس
غیروں سے ڈر نہ ڈر مگر اپنوں سے احتیاط

Scanned by CamScanner

عشقِ بتاں اس فکرِ معاش پر اپنا رنگ جماتا گیا
ہم نے مانا کُنبہ دِلّی میں رہتا پر کھاتا گیا

پہلی بار کے عشق میں ایسا دیوانہ پن ممکن ہے
روز کی اس شوریدہ سری پر کوئی ہمیں سمجھاتا گیا

دو دن کی یہ محفل ساقی رندوں سے ہنس بول کے کاٹ
ہم پھر اپنی راہ لگیں گے تیرا ہمارا ناتا کیا

یوں تو تم سے اپنی انا میں ہم نے کہا کیا کچھ لیکن
تم جاتے تو کیا رہ جاتا، ہم جاتے تو جاتا کیا

ان سے سیدھے مُنہ ملیے تو اِن کے دماغ نہیں ملتے
سب کو دیکھ لیا ہے یارو داتا کیا اَن داتا کیا

سیدھی سادھی عقل ہمیشہ مار ہی کھاتی آئی ہے
ہم بھی پیری مُریدی کرتے، تو ہم سے اِتراتا کیا

○

وہاں میں نے رُودادِ غم ڈھونڈ لی ہے، جہاں نالۂ مختصر بھی نہیں تھا
مَیں ایسے اُفق چھُو کے آیا ہُوں جن پر تخیّل کو اذنِ سفر بھی نہیں تھا

پس و پیش یوں میرے قدموں کی آہٹ کو اب اجنبی آنکھ سے دیکھتے ہیں
کہ جیسے یہ وُہ راہ ہے جس پہ کوئی مرے پیار کا منتظر بھی نہیں تھا

یہ سچ ہے کہ ان آنسوؤں کی چمک میں وُہ راتیں وہ صُبحیں اُبھرتی رہی ہیں
شب و روز کا یہ چراغاں مگر اک تری یاد پر منحصر بھی نہیں تھا

ترے شہر کے اور بھی واقعے ہیں ترے پیار کی اُلجھنوں کے علاوہ
وہاں وضعداری کی بات آگئی تھی جہاں چار تنکوں کا گھر بھی نہیں تھا

مجھے سوزِ دل کی اجازت عطا کر، نہیں تو زمانہ ہمیشہ کہے گا،
نگارِ سحر تیرے ماتھے کی بندی میں تھوڑا سا خونِ جگر بھی نہیں تھا

اسی روز مرّہ کی دُنیا میں ہم ایسے کچھ رند بھی تھے کہ جن کے جہاں میں
کچھ افواہِ سُود و زیاں بھی نہیں تھی، کچھ اندیشۂ بام و در بھی نہیں تھا

زمانہ بدستور ہنستا رہے گا، زمیں حسبِ معمُول جلتی رہے گی
اکیلے سفر کا اکیلا مُسافر اس انجام سے بے خبر بھی نہیں تھا

نگر نگر میلے کو گئے کون سُنے گا تیری پکار
اے دل، اے دیوانے دل! دیواروں سے سر دے مار

رُوح کے اس ویرانے میں تیری یاد ہی سب کچھ تھی
آج تو وہ بھی یوں گزری جیسے غریبوں کا تیوہار

اُس کے وار پہ شاید آج تجھ کو یاد آئے ہوں وُہ دِن
اے نادان خلوص کہ جب وہ غافل تھا ہم ہُشیار

پل پل صدیاں بیت گئیں جانے کس دن بدلے گی
ایک تری آہستہ روی، ایک زمانے کی رفتار

پچھلی فصل میں جتنے بھی اہلِ جنوں تھے کام آئے
کون سجائے گا تیری مشق کا ساماں اب کی بار؟

صُبح کے نکلے دیوانے اب کیا لوٹ کے آئیں گے
ڈوب چلا ہے شہر میں دن پھیل چلا ہے سایۂ دار

Scanned by CamScanner

منشور

ایک شعلے کو طُور لکھتے تھے
آدمی ہو تو حُور لکھتے تھے

پہلے عُقبیٰ کی بات ہوتی تھی
حمد ہوتی تھی نعت ہوتی تھی

مُرغِ سدرہ کا بال ہوتا تھا
حال ہوتا تھا قال ہوتا تھا

اور سپہر داستانِ ہوش رُبا
دشتِ غُربت، کجا و لیلیٰ

داستانِ عجائبِ ایران
دیو و اژدر، فرشتہ و انسان

مدتوں شاہِ سلطنت کا شکیب
آئے دن کی مُراد، دل کے زیب

جشنِ میلاد پر چھنک پازیب
بارھویں سال میں کوئی آسیب

دینا ترجیح نصف کو کُل پر
شیر کا کسب کو توکّل پر

ایک عبرت پسند افسانہ
کسی تاجر اور اس کی طوطی کا

دعوے ہُدہُد کا، زاغ کا اعلان
عالمِ سحر اور گشتی بان

حادثہ اک نہنگِ دریا کا
واقعہ بیژن و منیژہ کا

Scanned by CamScanner

پہلے ہوتی تھیں حمد کی باتیں
ہم مگر کس کی حمد میں لکھیں؟
وہ کسی کا کہا نہیں سُنتا
مولوی کی دُعا نہیں سُنتا
ہم تو عاصی ہیں ہم تو گندے ہیں
اُن کو دیکھو جو اُس کے بندے ہیں
اُس کی خلقت میں جس قدر ہیں نام
کس کو حاصل ہے اُن میں سے الہام؟
اس لیے بہرِ یک سلام و پیام
آؤ ڈھونڈیں اساتذہ کا کلام
میر صاحب کے باغ میں گھومیں
میرزا کی بیاض کو چومیں
یا ابھی اتنی دُور تک کیوں جائیں
کیوں نہ بادِ صبا سے کام چلائیں

اے صبا اے رفیقِ میر و حسن
ناشرِ واقعاتِ صحنِ چمن
حاملِ نکہتِ لب و رُخسار
قاصدِ حادثاتِ فصلِ بہار
پیکِ افسانہ ہائے مصر و عراق
غم گسارِ مریضِ شامِ فراق
اے کہ مشاطگی ہے تیرا اصُول
اے شبستانِ ماورا کی رسُول
اے کہ تجھ سے کوئی نہیں پنہاں
واقفِ رازِ خلوتِ انساں
لوگ رکھتے ہیں اِس زمانے کے
دانت کھانے کے اور دکھانے کے
عقل کی رہنمائی سے بدظن
جہل کے دوست، علم کے دشمن
دل کے کالے، زبان کے کچے
سازشوں کے جنے ہُوئے بچے

Scanned by CamScanner

لے کے چلتا ہے وقت کا دھارا — ان کی فرمائشوں کا پُشتارا
ان کے دشمن کو ماریہ لکھیے — یہ نہیں تو بہاریہ لکھیے
صاحبانِ کُلاہ اچھے تھے — ان سے تو بادشاہ اچھے تھے
طیش میں حکمِ قتل بھرتے تھے — طعن و تشنیع تو نہ کرتے تھے
آج ہیں مثلِ سر بمُہر گلاس — سب خواص اور سب عوام الناس
عقل کی پُوچھیے نہ جُثّے سے — یہ چھلکنے لگیں گے غُصّے سے

حُسنِ ظن تو نہیں اگر یہ کہوں — مَیں بھی تھوڑا شعُور رکھتا ہوں
خصلۂ چُپ ہے تیرا جذباتی — ورنہ کیا بات کر نہیں آتی
میری نظموں کا ہے ہر اک انداز — میرے پورے وجُود کی آواز
دلِ پُر خوں ہے میری اِک اِک رگ — شاعرانہ مبالغوں سے الگ
میرے لہجے میں ڈھونڈتی ہے وقار — اقتصادی خیال کی رفتار
میری باتوں میں احتساب بھی ہے — میری نظموں میں انقلاب بھی ہے

ہاں مگر سوچتا ہوں مَیں اکثر — کیا یہ ہے آخری مقامِ نظر؟
یہ پُر اسرار تشنگی کیا ہے — فرد کیا شے ہے، زندگی کیا ہے

Scanned by CamScanner

ذہن میں آگ ایسے سوتی ہے — جیسے روٹی کی بھوک ہوتی ہے
حدّتِ مہرِ تابدار ہے ذہن — ایک میدان کارزار ہے ذہن
دل کی سب سے بڑی دلیل ہے ذہن — ابدیت کا سنگِ میل ہے ذہن
ذہن میں خواب بیج بوتے ہیں — ذہن کے اپنے شہر ہوتے ہیں
ذہن کو ہے خدا کی سی توفیق — ذہن کرتا ہے انجمن تخلیق

اے صبا اُن سے یہ بھی کہنا ہے — دل کے ٹکڑے پہ ذہن گہنا ہے
تولتے ہیں جسے یہ اہلِ نظر — اورک اور پھٹکری کے کانٹے پر
اک طرف ضبط اک طرف جلدی — اک طرف شعر، اک طرف ہلدی
عقل سوداگروں کی ہلچل میں — فکر جوشاندے کی بوتل میں
ماہرِ نفسیات و اہلِ نظر — ہینگ ملتے ہیں اب کسوٹی پہ
آنسوؤں سے عرق بناتے ہیں — دھوپ دے کر حنا جلاتے ہیں
پر و پرواز سایۂ و کابوس — پھول کا نام جسید الکیموس
دل میں اک پون اِنچ کی بتّی — فن بہ یک وزنِ ماشہ و رتّی
شاعروں سے شکایتی باتیں — ایسا لکھیے کہ ہم بھی کچھ سمجھیں
نامۂ شوق کا جواب آئے — شعر سے بوئے بید آب آئے

Scanned by CamScanner

بار گزرے نہ درسِ مکتب پر
نظم ہو لکھنے کے مذہب پر

یوں تو ہر فلسفہ عبادت ہے
یوں تو مذہب بھی اک محبت ہے

ہاں مگر اُن کے، میرے مذہب میں
تفرقے کی ہیں سینکڑوں باتیں

جب کبھی اُن کی ہار ہوتی ہے
زندگی بھر یہ بار ہوتی ہے

ایک لمحے میں پھینکتا ہے خون
اُن کے پورے وجود کا قانون

گھورتی ہیں پھٹی پھٹی آنکھیں
اپنے احساس کی اکائی میں

اور کچھ بھی نظر نہیں آتا
ایک ٹوٹی ہوئی کماں کے سوا

میرا مذہب خود اپنا مذہب ہے
عشق ہے، کائنات ہے، سب ہے

یہ نہیں ہے کہ اُس کی دُنیا سے
غم کے بادل کبھی نہیں گزرے

زیست میلہ نہیں ہے ہنستوں کا
تجربہ ہے اِسے شکستوں کا

بارہا میرے اپنے سینے میں
کٹ چکی ہیں ہزارہا گرہیں

غم کہ ہے اِک خیال اِک افسوں
مَیں اُسے انگلیوں سے چھوتا ہوں

یہی نشتر جو کاٹ دے رگ وپے
میری نس نس میں ہوتا آیا ہے

مَیں نے لیکن لہو کے دامن میں
ڈال دی ہیں خیال کی کرنیں

رات لے کر سحر سجائی ہے
زخم پہ ہنس کے جیت پائی ہے

Scanned by CamScanner

چھین کر آنسوؤں سے موت کی آگ
ہر تبسم کو دے دیا ہے سُہاگ

دل گنوایا ہے، تیر کھایا ہے
عشق کو جاوداں بنایا ہے

ایک منزل، شعور اور وجدان
ذہن اور دل کی ایک ہی میزان

اور یہ صاحبانِ سوزِ دروں
عشق کو دل میں مانتے ہیں جنوں

اور ایسا جنوں کہ جس کا مکان
یا کتابیں ہیں یا فقط ہذیان

عشق ہے اُن کی ایک رسمی لَے
اور اپنا تو سارا نغمہ ہے

زخم تلووں میں چند رکھتے ہیں
ہم مگر سربلند رکھتے ہیں

دل ڈراتی ہے کھینچتی ہے کماں
دو گھڑی کی سیاستِ درباں

ہم کو لیکن لگن بھی آتی ہے
یار کی انجمن بھی آتی ہے

ہر زمانے میں ہم پہ حرف آئے
ہم نہ اپنے کیے پہ پچھتائے

حرف رکھنا انہی کو بھاتا ہے
"ہم کو غصے پہ پیار آتا ہے"

جس جگہ یہ کنول جلاتے ہیں
ہم وہاں کونپلیں اُگاتے ہیں

راستے سخت، منزلیں بے نام
دل نہیں ہارتے، جنوں کے امام
زیست سہ لے گی رات کا ہر وار
جگمگائیں گے چاند سے رُخسار

Scanned by CamScanner

آنچ پڑتی رہے گی ہر فن پر
تاب آتی رہے گی کندن پر
خوں پیے گی زمین گلشن کی
ساکھ بڑھتی رہے گی ساون کی
جشن باد صبا نہیں رکتا
پھول کا قافلہ نہیں رکتا
جب کبھی پھول سوکھ جاتے ہیں
اور آتے ہیں — اور آتے ہیں

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موجِ مری صدف صدف

Scanned by CamScanner

موج مری صدف صدف

مصطفیٰ زیدی

الحمد پبلی کیشنز

رانا چیمبرز۔ سیکنڈ فلور۔ (چوک پرانی انارکلی) ۔ لیک روڈ۔ لاہور

Scanned by CamScanner

اپنے مرحوم بھائی

مجتبےٰ زیدی

کے نام

تم کہاں رہتے ہو اے ہم سے بچھڑنے والو!
ہم تمہیں ڈھونڈنے جائیں تو ملو گے کہ نہیں
ماں کی ویران نگاہوں کی طرف دیکھو گے؟
بھائی آواز اگر دے تو سُنو گے کہ نہیں

دشتِ غربت کے بھلے دن سے کبھی جی ڈرتا ہے
کہ وہاں کوئی نہ مونس نہ سہارا ہو گا
ہم کہاں جشن میں شامل تھے جو کچھ سُن نہ سکے!
تم نے ان زخموں میں کس کس کو پکارا ہو گا

Scanned by CamScanner

ہم تو جس وقت کبھی، جس دن کبھی پریشان ہوئے
تم نے آکر ہمیں محفوظ کیا، راہ دکھائی
اور جب تم پہ بُرا وقت پڑا تب ہم لوگ
جانے کس گھر میں کہاں سوتے ہوئے تھے بھائی

(۲)

ہم تری لاش کو کاندھا بھی نہ دینے آئے
ہم نے غربت میں تجھے زیرِ زمیں چھوڑ دیا
ہم نے اس زیست میں بس ایک نگیں پایا تھا
کسی تربت میں وہی ایک نگیں چھوڑ دیا

(ناممکن .... وہ زمرہ جو کبھی ممکن نہیں ہو سکتا)

Scanned by CamScanner

ترتیب

انتساب
دیباچہ
گزرنے والوں میں
اندیشہ ہائے دُور دراز
مارگریٹ
ایک عصرانہ
قرار شکست انتقام وغیرہ وغیرہ
ماہیت
آسمان زرد تھا
پرومیتھیس
جُدائی
ایک سہرا
وفا کیسی
گواہی
دلِ رسوا
چیرنگ کراس
سینٹ ٹریزا
اے دل اے دل
احسان فراموش
ایک کردار
ایک علامت
تو دوست کسی کا بھی
منزلیں فاصلے
دوری
صنم خانے
اپسراؤں کا گیت
شہر آذر
فرانس
جرمنی
ڈوور
یونان
مصر
کربلا
ونیز کی گاڑی
غزلیں
دوہے
قطعے
مثنوی

Scanned by CamScanner

تلچھٹ ہے مُرغِ قبلہ نما آشیانے میں

چکبست نے (جن کا حوالہ دینا کوئی ایسی معز بات نہیں) ایک شعر میں اپنے غم و غصہ کا اظہار یوں کیا ہے ؎

ہوا مزاج کا عالم یہ سیرِ یورپ سے
کہ اپنے ملک کی آب و ہوا کو بھول گئے

ممکن ہے کوئی اس شعر پر شرمندہ ہوا ہو، اور کسی نے اس سے عبرت حاصل کی ہو۔ مجھے ان دونوں کی توفیق نہیں ہوئی۔ اپنے ملک کی آب و ہوا تو خدا کے فضل سے اتنی نرم و گرم ہے کہ اسے کون بھلا سکتا ہے لیکن سیرِ یورپ سے جو اضافی قدروں کی تھوڑی بہت سوجھ بوجھ پیدا ہو جاتی ہے۔ وہی بے ڈوبتی ہے اور اسی کے طفیل کوئی اکبر الہ آبادی کا ولین بن جاتا ہے اور کوئی چکبست کا۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہم پچیس آدمیوں کا مختصر لیکن مختلف النوع قافلہ جب لندن پہنچا تو کسی کا کچھ ردِ عمل ہوا اور کسی کا کچھ۔ مثلاً ایک صاحب نے بی بی سی کے انٹرویو میں اپنا بیان دیتے ہوئے کہا کہ "جناب ہم تو مجسّم ہیں جو یہاں آکر ہم کو یہ دیکھنا پڑا ہے کہ بے نقاب عورتیں نامحرم مردوں کے ساتھ شاہراہِ عام پر گھومتی پھرتی ہیں" اس بیان کا اگر اس لطیفے سے مقابلہ کیجئے کہ صاحب لندن میں جو بات مجھے سب سے زیادہ عجیب معلوم ہوئی وہ یہ کہ یہاں کا بچہ بچہ انگریزی بولتا ہے"۔ تو لطیفہ ہیچ معلوم ہو گا۔

بس ایک ہم تھے اور ایک ارشاد بھائی جن کو بے نقاب عورتوں کا نامحرم مردوں کے ساتھ گھومنا معیوب نہیں معلوم ہوا اور اس پر دبی دبی زبان سے لندن میں یہ شعر ہوا تھا ؎

کچھ لوگ اک گلاس بیئر میں بہک گئے
ہم وہ ستم ظریف کہ وسکی چڑھی نہ رم

اس طرح کے بہت سے شعر، بہت سی غزلیں اور بہت سی نظمیں لکھنے کے مواقع آئے۔ بیشتر ایسے اشعار ہیں جو سینہ بہ سینہ چلتے ہیں اور کبھی نہیں چھپ سکتے اس لئے کہ لکھنے والے نے

Scanned by CamScanner

چاہے کتنے ہی خلوص سے اور کتنے ہی غیر جذباتی طریقے سے کیوں نہ لکھا ہو، جس کسی کو ان اشعار میں اپنی صورت نظر آتی ہے وہ خفا ہوتا ہے آئینے کو سیاہ اور مزاج کو تخفیف سمجھتا ہے، کہ اندازِ دلبری یہی ہیں!

۱۵ مئی ۱۹۵۹ء کو میں نے اپنا اگلا پچھلا اثاثہ جوڑ کر اور تمام ہندسوں کی تفریق کو پورا ہندسہ سمجھ کر، فورڈ کمپنی سے ایک چھوٹی سی دس ہارس پاور کی پریفکٹ خرید لی۔ چنانچہ اس مجموعے میں جو غزل یوں ہے کہ ؎

کوئی رفیق بہم ہی نہ ہو تو کیا کیجیے
کبھی کبھی ترا غم ہی نہ ہو تو کیا کیجیے

اس میں اس وقت یہ شعر بھی ہوا کرتا تھا ؎

زنانِ زِکس پہ مرنے کو ہم کبھی مرتے ہیں
گرہ میں دام و درم ہی نہ ہو تو کیا کیجیے

یہ کار خریدنے کے بعد جو منصوبہ تھا کہ یورپ اور مشرقِ وسطیٰ کا سفر اسی پر ہو گا۔ وہ بالکل مکمل ہو گیا اور ارشاد بھائی اور میں اس منصوبہ کے فریقین طے پائے۔ جب اگست میں چلنے چلانے کا زمانہ آیا تو ایک اور رفیق کار فتح خان بندیال بھی آ ٹلے اور کارواں بنتا گیا فتح خان بندیال نے ہمراہ صرف بغداد تک سفر کیا اور وہاں سے پریفکٹ کو حقیر فقیر سمجھ کر بی اے او سی کے طیارے پر کراچی روانہ ہو گئے اور سفر کو ابتدا سے انتہا تک پہنچانے کا سہرا ارشاد بھائی کے اور ہمارے سر ہی رہا۔

اس سفر کی طویل حکایت کا یہ مقام نہیں۔ اس تمام پیش بندی کا بھی صرف یہ مقصد تھا کہ اس مجموعے کی اکثر نظمیں قیامِ انگلستان یا سفرِ یورپ کے زمانے کی ہیں اور ان سے ذہن کی ایک خاص فضا مرتب کی جا سکتی ہے لیکن یہاں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ ان لفظوں میں "پیامِ مشرق" کا جواب "پیامِ مغرب" اور "تو شب آفریدی، چراغ آفریدم" والا موڈ نہیں ہے بلکہ چند تاثرات ہیں، چند خاکے، آنسوؤں کی دھندلاہٹ بھی ہے اور مستقبل کا خواب بھی ہے۔ اگر کوئی ایک اکیلی نظم ان تمام باتوں کا خلاصہ ہے تو وہ "شہر آذر" ہے اور اسی اہمیت کے پیشِ نظر میں نے

Scanned by CamScanner

اسی عنوان سے علیحدہ کتاب چھاپنے کا فیصلہ کیا تھا اور اسی لئے اس مجموعے میں یہ نظم دوبارہ شامل کی گئی ہے۔

میں نے جو تھوڑی بہت دنیا دیکھی ہے اور اپنوں اور غیروں کے ساتھ گذاری ہے۔ اس سے میرے لئے یہ نتیجہ اخذ کرنا آسان ہے کہ محض مشرق کی دہائی دے کر کوئی نہ کوئی نقاد اس مجموعے کو بغیر پڑھے بدنام کرا سکتا ہے۔ بلکہ ایک چھوٹے سے پیمانے پر ایسا ہوا بھی ہے۔ ایک صاحب نے جو کئی اخباروں، رسالوں کے مدیر اور شاعر، مضمون نگار وغیرہ وغیرہ ہیں۔ مجھے خط میں لکھا تھا کہ آپ نے شکست، فرار، انتقام والی نظم میں اپنے اسی زمین کے دوستوں کا جو مذاق اڑایا ہے وہ نہ آپ کو زیب دیتا ہے نہ آپ کے حق میں اچھا ہے۔ بہرحال "شریکِ حیات"، (یہ نظم شہرآذر میں شامل ہے) کی بات بھی چونکہ درمیان میں آگئی ہے اس لئے آپ کو صرف مبارکباد دیتا ہوں۔" میرے حق میں اچھا نہ ہونے والی جو دھمکی ہے اس کے تو نہ جانے کیا معنے ہیں لیکن اتفاق دیکھئے کہ "شریکِ حیات" عنوان کی نظم میں نے یورپ جانے سے چھ سال قبل لکھی تھی، اسی طرح اور بھی چند اصحاب نے میرے یورپ کے ردِ عمل ان نظموں میں ڈھونڈے ہیں جو کافی عرصہ پہلے کی ہیں۔ ایمانداری کی بات تو یہ تھی کہ میں ان تمام نظموں، غزلوں پر تاریخیں درج کر دیتا لیکن اس طرح ایک لطف سے محروم ہونے کی گنجائش نکل آتی۔

ہمارے سفر کا جغرافیہ یہ تھا۔ انگلستان۔ فرانس (دوور۔ کیلے۔ ایملین۔ پیرس۔ ریلیز)۔ بلجیم۔ ہالینڈ۔ جرمنی (کولون۔ فرینکفرٹ۔ میونخ) سوئٹزرلینڈ۔ دوبارہ فرانس (جنوبی سمت۔ مانٹے کارلو)۔ اٹلی (میلان۔ جینو۔ فلورنس۔ روم۔ وینس)۔ آسٹریا۔ یوگوسلاویہ (ٹرییسٹ۔ زغرب۔ بلگریڈ) یونان (ایتھنز۔ تھسلونیکا)۔ ترکی (استنبول۔ انقرہ)۔ سیریا۔ لبنان (بیروت دمشق)۔ جارڈن۔ عراق۔ فارس (زاہدان) پاکستان (کوئٹہ)۔

جب ہم انگلستان سے نکلے تھے اور اس دکھ اور درد کے ساتھ جیسا کہ اپنے وطن کو چھوڑتے وقت محسوس ہوتا ہے، جیسے دل کی کشتی اس گہرے نیلے پانی کے دھاروں پر ایک بار پڑ گئی تو نہ جانے کدھر نکل جائے ؎

Scanned by CamScanner

نگر نگر کے خواب میں گم ہیں ڈوور کے ملاح
ہیں ان خوابوں کے مبہم سناٹے سے آگاہ
اونچی لہریں، بڑھتا دریا، نیچی شہر پناہ (ڈوور)

اس کے ساتھ ساتھ یہ امکانات بھی تھے ؎

شاید اس طوفان میں ساری بنیادیں ہل جائیں
یا مشرق اور مغرب کے ساحل اک دن مل جائیں

خدا کا شکر ہے کہ ڈوور سے چلنے اور کوئٹے پہنچنے والے لمحے کے درمیان "یورپ بعید" اور مشرق وسطیٰ بھی آ گئے اور دل کو یہ تسلی ہوئی کہ ہم اپنے ملک میں ہزار خواب بھی لیکن اکثر سے اچھے ہیں ورنہ اگر کہیں ہم بھی بی اے او سی کے طیارے سے سیدھے واپس پہنچ جاتے تو کسی رات بھی نیند نہ آتی۔ ہم نے دو سو سال انگریز کی غلامی کی۔ لیکن جو بات سمجھنے کی ہے وہ یہ کہ ہم پر حکومت کرنے والا انگریز اور انگلستان میں رہنے والا انگریز دو مختلف قومیں ہیں۔ ایک میں نشہ تھا، غرور تھا، فراست و تدبر کے ساتھ دوسرے کو محکوم بنائے رکھنے کی سیاست تھی۔ دوسرے میں دیانت، بردباری، ضبط اور مکمل جمہوریت تھی۔ اسی تضاد کی طرف یہ اشارہ ہے۔ ؎

کس طرح یقیں آئے کہ اس ذہن نے اک روز
دانستہ روا رکھے تھے تخریب کے آداب؟
کس طرح یقیں آئے کہ ہو گی تجھے منظور
توصیفِ شب ہجر و نوائے دلِ بیتاب؟
اے نزہتِ مہتاب!
(اے نزہتِ مہتاب!)

یہ تو ان کا اپنا تضاد تھا۔ دوسرا تضاد ان کا اور ہمارا ہے۔ اس کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ ان کے برعکس، نہ ہماری خوشی خوشی کی طرح ہوتی ہے اور نہ غم، غم کی طرح، ہم سب خدا کی سلطنتِ جبر و اختیار میں مضمحل اور سوختہ حال اور تبسم فردا سے بے نیاز بیٹھے رہتے ہیں۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں رسمِ دل کے مطابق نہیں، بلکہ لہر کی آغوش میں رہنے کے باوجود لہروں سے بچ

کر۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں اس کی رسم حلقۂ دار و رسن سے گزرے بغیر نہیں چل پاتی۔ یہ ساری باتیں مجھے چیپل کاسل کی ایک شام اور یورپ کی ہر شام نے سمجھائی ہیں۔

"شہرِ آذر" کے بعد جو نظم ان دو ثقافتوں کی مختلف طبیعتوں کا عکس پیش کرتی ہے وہ "فرار، شکست، انتقام وغیرہ" ہے۔ میں اس نظم کے بارے میں یہ سمجھتا ہوں کہ بیک وقت یہ میری سب سے زیادہ ذاتی اور سب سے زیادہ غیر ذاتی نظم ہے۔ اس نظم میں مشرق اور مغرب کا بُعد بھی ہے۔ وہ یکجائی بھی ہے جہاں سب ایک ہی حمام میں ننگے ہو جاتے ہیں۔ مہاتما جی سے سُقراط علیہ السلام تک سے

مشرق کے پنڈت، مغرب کے گرجا والے
صبح ہوئی اور سچائی کے پیچھے بھاگے
سچائی ایک قحبہ تھی جو رات کو تھک کر
سوئی ہوئی تھی شور سُنا تو خوف کے مارے
تھر تھر کانپی، روزِ عدالت سے گھبرائی
روپ بدل کر پیچھے نکلی آگے آگے!
مشرق کے پنڈت مغرب کے گرجا والے

(فرار، شکست، انتقام)

(۲)

یوں تو ہر شخص کو اپنے ماں، باپ، بھائی، بہنوں سے محبت ہوتی ہے۔ لیکن اکثر خاندانوں میں کوئی نہ کوئی ایک شخص ایسی ہمہ گیر شخصیت کا مالک ہوتا ہے۔ جو تمام خاندان کا مرکز بن جاتا ہے۔ میرے بڑے بھائی مجتبیٰ زیدی میرے لئے صرف بھائی نہیں تھے بلکہ ماں اور باپ بھی تھے اور کتنے ہی دوسرے لوگ بھی ان کے متعلق اسی طرح سوچتے تھے۔ اگست ۱۹۵۷ء میں جس طرح کا سفر میں نے کیا تھا اسی طرح کے سفر سے وہ بھی انگلستان سے واپس آرہے تھے۔ مشہد تک پہنچ چکے تھے۔ جب ان کی کار کا ایک بس سے حادثہ ہوگیا۔ جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے۔ یہ سانحہ میرے اور بہت سے لوگوں کی زندگیوں میں جتنا انقلاب انگیز اور روح فرسا تھا اس کا اظہار میرے بس کی بات نہیں۔ یہ کتاب اسی مرحوم بھائی کے نام معنون ہے۔ جس کی موت کا یقین نہیں آتا۔ اور جس کے بعد اپنی زندگی بیکار، بے معنی اور موت سے بدتر معلوم ہوتی ہے!

Scanned by CamScanner

گذرنے والوں میں کتنے جگر فگار تھے آج
فقیرِ راہ ہیں ہم، ہم کو کیا نہیں معلوم

صبا چلی تو ہے اس بار جھولیاں بھر کے
کسی کو راس کبھی آئے گی یا نہیں معلوم

ہمیں بھی راہ میں اک دن تمہارا خانہ بدوش
نظر تو آیا تھا لیکن پتہ نہیں معلوم

بہت سے وہ ہیں جو بارِ سفر اٹھا نہ سکے
بہت سے وہ ہیں جنہیں راستہ نہیں معلوم

Scanned by CamScanner

اندیشہ ہائے دور دراز

اب سے پہلے بھی اس محفل رقص میں گھنگروؤں کے چھناکے بکھرتے رہے
قبل اور وسط اور حال کے قافلے سب اسی راستے سے گذرتے رہے
مندروں میں کھنکتی رہیں گھنٹیاں مسجدوں کے منارے ابھرتے رہے

اب سے پہلے بھی آسودگی کیلئے آسماں کی طرف آنکھ اٹھتی رہی
اب سے پہلے بھی حسنِ سفر کیلئے کہکشاں کی طرف آنکھ اٹھتی رہی
اب سے پہلے بھی انسان کے نکتہ چیں اعتقادات کی بات کرتے رہے

خوبصورت سی اک ناؤ دے کر سخن گر نے لہروں کے چکر میں الجھا دیا
معتبر رہنماؤں نے دھوکے دیئے خضر صورت بزرگوں نے بہکا دیا
خضر صورت بزرگوں کی آنکھوں میں تقدیس کے سرخ ڈورے ابھرتے رہے

Scanned by CamScanner

آدمی کے تراشے ہوئے وہم نے آدمی کے لئے خار و خس چن دیئے
قیصروں سے غلامی کا تمغہ ملا دیوتاؤں نے افلاس کے ہن دیئے
پاک پروردگارِ رمہ و مہر کی رحمتوں سے اندھیرے نکھرتے رہے

چشمِ مشتاق کو رُخ کی تابانیاں دیکھنے کی سعادت نہیں مل سکی
شام گزرے بھی مدت ہوئی اور ابھی آئینے کو اجازت نہیں مل سکی
صبح بھی تجھ سے پوچھیں گے اے دردِ دل تیرے گیسو کہاں تک سنورتے رہے

Scanned by CamScanner

مارگرٹ

محل کے در پہ کلیسا کے طاقِ کہنہ میں
کہاں کہاں نہ چراغاں ہوا دلِ بے تاب

پھر ایک بار کسی بے ستون کا پتھر
مزاجِ تیشہ کا پرساں ہوا دلِ بے تاب

وہی قدیم کہانی نئے سرے سے چلی
وہی روش وہی عنواں ہوا دلِ بے تاب

تمام رات بکنگھم میں دیپ جلتے رہے
تمام رات شہیداں ہوا دلِ بے تاب

جو لوریوں کے ترنم میں سج کے آتا تھا
وہ خواب خوابِ پریشاں ہوا دلِ بے تاب

کئی لباس تھے پر صرفِ چاک ہونے کو
ہم عاشقوں کا گریباں ہوا دلِ بے تاب

Scanned by CamScanner

ابھی جب اپنی عنایات کا خیال آیا
سُنا ہے حُسن پشیماں ہوا دلِ بے تاب
نہ یہ کہ بات فقط ٹاؤنسنڈ پہ گزری
کسی کا ہم پہ بھی احساں ہوا دلِ بے تاب

ایک عصرانہ

جانِ محفل ترا اندازِ سخن جو کچھ ہو
تیری افتاد، ترے دل کی جلن جو کچھ ہو
تجھ کو آتا ہو ستاروں سے کنایہ کرنا
تو نے سیکھا ہو خداؤں کو رعایا کرنا
لفظ کی اوٹ میں کھلتے ہوں معانی کیا کیا
بات بنتی ہو اشاروں کی زبانی کیا کیا

آج ٹوٹا یہ طلسمِ لب و سحرِ امکاں
جب تری جنبشِ ابرو سے نہ چٹکیں کلیاں
تو نے تسخیر و تعلق کے لئے کیا نہ کیا
اس نے اظہار تو کیا وہمِ تمنا نہ کیا
اسے کہ تو شمعِ سرِ طور ہے کاشانوں میں
نام بھی اس نے نہ پوچھا ترا مہمانوں میں

Scanned by CamScanner

فرار، شکست، انتقام وغیرہ وغیرہ

(ہر شاعر اور ہر عاشق کے علاوہ سنجیدگی سے خود اپنی عبرت کیلئے)

حصہ اوّل :-

اچھا ہوا کہ رسم مروت بھی اُٹھ گئی
اچھا ہوا کہ آنکھ کا پانی بھی ڈھل گیا
تاروں میں جس خلوص کے نکھرے تھے خدوخال
وہ دن کی تیز دھوپ میں آیا تو جل گیا

اک لمحہ جاوداں نہ اگر ہو سکا تو کیا
ہم کو شکستِ حرفِ تمنا کا غم نہیں!
آئینِ سنگ باریٔ فطرت کا رنج ہے
شیشوں کے سوگوار مسیحا کا غم نہیں

اب یہ تو ہے کہ قصہ فرہاد پر ہمیں
وحشت نہ ہو گی ٹوٹ کے رونا نہ آئیگا

Scanned by CamScanner

پروائے ننگ و نام رہے گی جو کل نہ تھی
دل کو دیارِ غیر میں کھونا نہ آئے گا

احساس تو رہے گا کہ ہر ایک بات پر
ہم ہی غلط ہیں سارا زمانہ غلط نہیں
سینہ فگار ہے تو ہمارا قصور ہے
آقائے دو جہاں کا نشانہ غلط نہیں

ہر "خیر خواہ" کو دلِ ناداں نے آج تک
"ناصح" کہا "حکیم" کہا "محتسِب" کہا
ہر "باشعور" دوست پہ سو پھبتیاں کسیں
"زندگی" کو "فہم" "خانہ خرابی" کو "طِب" کہا
ماضی کے قیس آج کے ہم دونوں سائیکولوجسٹ
اسٹیکل اور فرائڈ کے کردار عام ہیں
یکتائے روزگار نہیں ہم میں ایک بھی
ہم لوگ صرف اپنی نظر میں امام ہیں

Scanned by CamScanner

سب کچھ گنوا کے آج فقط یہ پتہ چلا
آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کے دیکھیے
دنیا میں مہ لقاؤں کی کوئی کمی نہیں
کس کس پہ جان دیجئے کس کس کو روئیے

ایک قطعہ اسی سلسلے میں

جسے چاہے اسے دے آمریت
متاعِ تخم کی ناپیدی نہیں ہے
بہت ہے یوں تو اس کے میکدے میں
برائے مصطفےٰ زیدی نہیں ہے

حصہ دوم :-

(زبانِ یارِ من ....)

SELF——— PITY

ISN'T WITTY

IT JUST STINKS

WHILE MONOTONOUS RELATION

OF ONE'S SELF DEPRECIATION

MEANS ACCEPTANCE, IN THE END OF——

ONE'S WORD

Scanned by CamScanner

حصۂ سوئم

کچھ عشق کی افتاد تھی کچھ حُسن کی توصیف
پہلے تو ہر اک نظم میں اک ڈھنگ تھا اک طور
ہر شاعرِ امروز پہ لازم ہوئی جب فکر
ہم نے بھی کئی ایسے مسائل پہ کیا غور
اس طرزِ تفکر سے ہوا ذہن میں آغاز
شکووں کا اک انبار شکایات کا اک دور
اس قسم کے شکوے کہ جو جائیں تو کہاں جائیں
انسان تو انسان ہے لندن ہو کہ لاہور
اس قسم کے شکوے کہ جواں تھا ابھی زلیخا
کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

اس قسم کے شکوے کہ

یونان کی زمین نے ہذیان و کرب میں
اک اندھے دیوتا کو جنم کس لئے دیا؟
جو بادِ تند و دستِ صبا دیکھتا نہیں
انسان دیکھتا ہے خدا دیکھتا نہیں

Scanned by CamScanner

مری زبان پہ تانبے کا ذائقہ کیوں ہے
مرا ستارہ کدھر جگمگا کے ڈوب گیا؟
نہ جانے سوزِ طبیعت نہیں کہ آہ نہیں
ردائے ابر کے پیچھے نگارِ ماہ نہیں
نہ جانے کیسی ہے اب ارضِ خاک کی صحت
دعا کریں نہ کریں، التجا کریں نہ کریں

مشرق کے پنڈت، مغرب کے گرجا والے
صبح ہوئی اور سچائی کے پیچھے بھاگے
"سچائی" اک قحبہ تھی جو رات کو تھک کر
سوئی ہوئی تھی شور سنا تو خوف کے مارے
تھر تھر کانپی، روزِ عدالت سے گھبرائی
روپ بدل کر پیچھے نکلی، آگے آگے
مشرق کے پنڈت، مغرب کے گرجا والے

اب تک ہمارے ساتھ رفیقانِ جستجو
کچھ موت، کچھ حیات کے ہمراہ آئے تھے
ہم ایسے بدنصیب کہ میخانہ دیکھنے
یاروں کے التفات کے ہمراہ آئے تھے
یوں ہم کہاں، شراب کہاں لیکن ایک شام
کچھ یار دوست ساتھ تھے کچھ ہم اداس تھے
اس کی نظر کے فیض سے غم اور بڑھ گیا
پہلے بھی تھے اُداس مگر کم اُداس تھے

اس اداس کمرے میں
رات کیسے گزرے گی
نیند کیسے آئے گی

Scanned by CamScanner

میری مضمحل ہمدم

آج میری پلکوں پر
تیری انگلیوں کا لوچ
سسکیاں سی بھرتا ہے

ٹیٹ گیلری کے بُت
کیو گارڈن کے پھول
ٹیمز کی سبک لہریں
خوں فگار ٹاور کے
وہم آزما کوّے
ایسٹ اینڈ کی دنیا
فینچلے کے ریستوراں
ویسٹمنسٹر کے گیت
جیمز پارک میں تیرے
قُرب کی جواں دھڑکن
انتظار کے پودے
اعتبار کی شبنم!

Scanned by CamScanner

میری مضمحل ہمدم
تیرا غم نہ اپنا غم
اس اداس کمرے میں
رات کیسے گزرے گی
نیند کیسے آئے گی

دوستو اِس جشنِ عالم کے سنہرے دور میں
انفرادی آنسوؤں کی آگ کا غم مت کرو
ایک سورج بادلوں میں کھو گیا تو کیا ہوا
کھڑکیاں کھولو، گھروں کی روشنی کم مت کرو
یہ لہو گندا لہو تھا اس سڑک کو چھوڑ دو
رفتگاں کی ٹوٹتی کڑیوں کا ماتم مت کرو

Scanned by CamScanner

اندھیرے کی سنسان لہروں کے پیچھے
ذرا سا جزیرہ
ذرا سے جزیرے میں دو چار سائے
دھندلکے کی صورت
اندھیرے کی مورت
جو حسرت کو سمجھے نہ خوابوں میں جائے
دھوئیں اور مٹی میں مکڑی کے جالے
یہ رُوحیں، یہ گھر، یہ محل، یہ شوالے
کوئی اپنے کاندھوں پہ کیا کچھ سنبھالے

اس قسم کی باتیں کر:-

یارو خدا کا خوف کرو، خوش رہا کرو
دشمن کی دوستی سے ڈرو، خوش رہا کرو
یہ بھی نہیں ضرور کہ بے حد ہنسو مگر
رو رو کے میکدہ نہ بھرو، خوش رہا کرو
مرتے ہو، دوسروں کو تو جانیں عزیز ہیں
آشفتہ حالو، خفتہ سرو، خوش رہا کرو

Scanned by CamScanner

وہ آگہی کہ زلف نہ زنجیر دیکھئے
وہ معرفت کہ کون و مکاں گردِ رہگذار

وہ منزلِ گداز کہ حرفِ سکوت بار
وہ روشنی کہ دوست کی تصویر دیکھئے

Scanned by CamScanner

ماہیت

میں سوچتا تھا کہ بڑھتے ہوئے اندھیروں میں
افق کی موج پہ اُبھرا ہوا ہلال ہو تم
تصورات میں تم نے کنول جلائے ہیں
وفا کا روپ ہو احساس کا جمال ہو تم
کسی کا خواب میں نکھرا ہوا تبسم ہو
کسی کا پیار سے آیا ہوا خیال ہو تم
مگر یہ آج زمانے نے کر دیا ثابت
معاشیات کا سیدھا سا اک سوال ہو تم

Scanned by CamScanner

آسماں زرد تھا

اے کلی تجھ کو ہمارا بھی خیال آ ہی گیا
ہم تو مایوس ہوئے بیٹھے تھے صحراؤں میں
اب ترا روپ کبھی دُھندلا سا چلا تھا دل میں
تو بھی اک یاد سی تھی جشنِ حسیناؤں میں
تہ بہ تہ گرد سے آلود تھا دن کا دامن
رات کا نام نہ آتا تھا تمناؤں میں

رقصِ شبنم کی پرستار نگاہوں کے لئے
دُھوپ کے ابر تھے خورشید کی لو چھاتیں تھیں
آسماں زرد تھا جیسے کوئی یرقاں کا مریض
جس کے تکیے کے لئے ریت کی دستاریں تھیں
دل بھرا رہتا تھا جلتے ہوئے چھالے کی طرح
روح کے واسطے دلدار ہیں ہی دیواریں تھیں

کوئی آواز نہ آتی تھی بجز صوتِ مہیب
کوئی نغمہ نہ تھا چیلوں کے ترنم کے سوا
سارا انداز تھا پھیلے ہوئے دریاؤں کا
ریگِ صحرا کے سمندر میں تلاطم کے سوا
خشک پتوں کا نمک ریت کے ذروں کی مٹھاس
ہونٹ سب ذائقے رکھتے تھے ترنم کے سوا

کب تک اس دل کی لگن راس آتی آخر
مسکراتا ہوا گردوں پہ ہلال آ ہی گیا
اپنے دیوانوں کو سینے سے لگانے کے لئے
اک غزل پیکر و افسانہ جمال آ ہی گیا
اے فلک تو نے ہمیں خاک سے آخر کو چنا
اے کلی تجھ کو ہمارا بھی خیال آ ہی گیا

Scanned by CamScanner

پولونئیس

(شکسپیئر ہیملٹ کا ایک ولین)

میں اس افسانے کا کردار ہوں جس کا ہیرو
عرش پر چلتا ہے تاروں پہ قدم رکھتا ہے
اس کی تحویل میں یونان کے بُت رہتے ہیں
وہ کنیزوں میں نگارانِ عجم رکھتا ہے
تختِ طاؤس و طربِ ارو غزال و نکہت
دیر و فردوس و صنادید و حرم رکھتا ہے

وہ اس افسانے کا ہیرو ہے جس افسانے میں
میں جب آتا ہوں تو بے جیبِ قبا آتا ہوں
رنگ اور نور کے سیلاب میں میری صورت
آئینہ دیکھنے لگتا ہے تو شرماتا ہوں
دن گذرتا ہے نئے زخموں کو گنتے گنتے
رات آتی ہے تو ہر زخم کو سہلاتا ہوں

وہ تو بس ایک ہے اور مجھ سے گریباں بیزار
اتنی تعداد میں ہیں جیسے کہیں مور و مگس
ہیملٹ اس کے لبادے کے تلے چلتا ہے
اور مرے دل میں دھڑکتا ہے سوالوں کا جرس

آخر اک عمر کی محنت ترے کس کام آئی
اس بڑھاپے کی سعادت ترے کس کام آئی
تیری بچی کو بہا لے گئی چھوٹی سی ندی
سینکڑوں سال کی حکمت ترے کس کام آئی

میں اس افسانے کا کردار ہوں جس کے کردار
اک ذرا دھوپ میں نکلیں تو پگھل کر رہ جائیں
خواب اور کہر کی آغوش میں رہنے والے
وقت کی آنچ میں آجائیں تو جل کر رہ جائیں
ہم کسی اور شب و روز سے مانوس نہیں!
اپنی اقلیم سے نکلیں تو نکل کر رہ جائیں

Scanned by CamScanner

اسی خطرے سے نہ ماضی کی طرف آنکھ اٹھی
مُڑ کے دیکھیں گے تو بن جائیں گے ہم سنگِ نمک
نہ کوئی غم، غمِ تاباں نہ مسرت بے لوث
اپنے امروز پہ تنقید نہ فردا پہ کسک
یہ چمکتی ہوئی باتیں یہ دمکتا ہوا ذہن
محض غازے کی عنایات فقط نوکِ پلک

صرف میرے دلِ شوریدۂ ناشستہ کو
کچھ نہ کچھ بننے کی حسرت تھی مگر بن نہ سکا
ایک شعلے کو کبھی حاصل نہ ہوا رقصِ دوام
ایک آنسو کبھی مقدر سے گہر بن نہ سکا
میں نے ہر چند ہواؤں میں بچھائے شہتیر
کوئی چوکھٹ کوئی گوشہ کوئی گھر بن نہ سکا

جس نے دیکھی مری پرواز تمسخر سمجھا!
اپنے کبھی مجھ پہ ہنسے غیر سے بیگانے بھی

میری اس بے پر و بالی کا تماشہ کرنے
اہلِ ادراک کبھی آجاتے تھے، دیوانے بھی
اس کے یونان کے بت دیکھ کے سب بھول گئے
انہی اطراف میں ہیں میرے صنم خانے بھی

کتنے ہنگامے ہیں اس شہر میں سب جانتے ہیں
کتنے ہنگامے ہیں اس قصر میں کس کو معلوم
اس کے دربار کے پالے ہوئے بد شکل غلام
اس کی بے نام حسیناؤں کا حُسنِ محروم
اس کی راہوں میں سلگتے ہوئے عنبر کا دھواں
اس کی خدمت میں مذاہب کے طلسمانہ رسوم

لوگ سائے کی طرح چلتے ہیں کھو جاتے ہیں
قمقمے جلتے ہیں دوکان سجی رہتی ہے
برف جم جاتی ہے ہر راہ پہ لیکن جس میں
میری بچی کی لحد ہے وہ ندی بہتی ہے

Scanned by CamScanner

اس کے نغموں میں جو آہنگ ہے اسکی بابت
میں نہیں کہتا مری نوحہ گری کہتی ہے

میں وہ کردار ہوں جس کو غمِ دل کے باوصف
لوگ کہتے ہیں کہ بے حس ہے، خراباتی ہے
سانس چلتی ہے تو لے لذتِ رفتارِ خرام
موت آتی ہے تو لے رختِ سفر آتی ہے
میرا جو کام ہے وہ نقص ہے اور نقصِ ضعیف
اس کی جو بات ہے وہ وصف ہے اور ذاتی ہے

میری سازش پہ تو راتوں نے گواہی دی ہے
اس کی سازش کو نسیمِ سحری سے پوچھو
کون دیوانہ تھا اور کون نہایت ہشیار
پوچھنے والوں کی افسانہ گری سے پوچھو
کون سے جرم میں برباد ہوا روزنکرانٹز!
میرے ہیرو کی فراست نظری سے پوچھو

۱ دوست جو ہیملٹ کے ایما سے قتل ہوا

آج کی رات پھر اسٹیج پہ رونق ہو گی
"اولڈوِک" شہرِ طلسمات نظر آئے گا
دیکھنے والوں کو ہر سازش خوں کے پیچھے
میرا فتراک، مرا ہاتھ نظر آئے گا

اور میں رسم و روایات کی ضد کے باوصف
ایک ہی جست کو سیماب کی سیرت دے کر
اپنی افسانوی ہیئت کو بدل ڈالوں گا
جب مری روح برافگندہ نقاب آئیگی
لوگ گھبرا کے چلے جائیں گے اور میں چپ چاپ
ان نئے زخموں کو ویرانے میں سہلا لوں گا

اولڈوِک ۔ انگلستان کا قومی شیکسپیرین تھیٹر

Scanned by CamScanner

جُدائی

رُوح کا ایک عمرانی تجربہ

نگارِ شامِ غم میں تجھ سے رخصت ہونے آیا ہوں
گلے مل لے کہ یوں ملنے کی نوبت پھر نہ آئے گی
سِرا ہے جو ہم دونوں کہیں مل بھی گئے تو کیا
یہ لمحے پھر نہ لوٹیں گے یہ ساعت پھر نہ آئے گی
کہ میں اب صرف ان گذرے ہوئے لمحوں کا سایہ ہوں

اسی بازار میں، بارہ برس ہونے کو آئے ہیں
کہ میں نے فاسٹس کی طرح اپنی رُوح بیچی تھی!
مسرت کی مسلسل گردشِ یکساں سے اکتا کر
تجھے حاصل کیا تھا اور ہر صورت بھلا دی تھی
پرانے ساز و ساماں اب مجھے رونے کو آئے ہیں!

Scanned by CamScanner

غضب کی تیرگی ہے راستہ دیکھا نہیں جاتا
ہوا کے شور میں دریا کی موجیں بڑھتی جاتی ہیں
زمیں سے اکھڑے جاتے ہیں درختوں کے قدم پیہم
چٹانیں روپ بدلے زیرِ لب کچھ پڑھتی جاتی ہیں
اب اپنی انگلیوں کا فاصلہ دیکھا نہیں جاتا
جرس کی نغمگی آوازِ ماتم ہوتی جاتی ہے
وہی معمول کے بت ہیں، وہی لمحوں کی ویرانی
ذرا سی دیر میں یہ دھڑکنیں بھی ڈوب جائیں گی
مری آنکھوں تک آ پہنچا ہے اب بہتا ہوا پانی
تری آواز —— مدھم —— اور مدھم ہوتی جاتی ہے

Scanned by CamScanner

ایک سہرا

یارو شہیدِ رسمِ جفا ہم ہوئے کہ تم
اپنی سلامتی سے خفا ہم ہوئے کہ تم

ہم پہ ہنسے گا جو بھی سنے گا یہ واردات
رُسوا سرِ سموم و صبا ہم ہوئے کہ تم

اس کے حریمِ عارض و لب کے سکوت میں
ٹوٹے ہوئے دلوں کی صدا ہم ہوئے کہ تم

مانا کہ وہ ہمارے مقدر سے دور ہے
اس کیلئے دعا ہی دعا ہم ہوئے کہ تم

مانا کہ ہم پہ اس کی محبت حرام ہے
چپ چاپ کشتگانِ وفا ہم ہوئے کہ تم

ہم اس ہوا کو چوم رہے ہیں جہاں وہ تھی
بیعت کنانِ دستِ صبا ہم ہوئے کہ تم

Scanned by CamScanner

مشرق کے ہر رواج کی قربان گاہ پر
ہمراہیانِ کُل شہدا ہم ہوئے کہ تم
ہے اُسکے چشم و رُخ کی ضیا غیر کیلئے
ہاں اسکے چشم و رُخ کی حیا ہم ہوئے کہ تم
ان انکھڑیوں میں شرم کے ڈورے کہاں سے آئے
ان انگلیوں پہ رنگِ حنا ہم ہوئے کہ تم
نظروں سے دور جس کو لسانی ہیں بستیاں
اس کے غریب شہرِ سبا ہم ہوئے کہ تم
لکھا ہو مل کے سارے ستاروں نے جسکا نام
اس کہکشاں پہ آبلہ پا ہم ہوئے کہ تم
جس کی خموشیوں میں حکایت کا لوچ تھا
اس کی حکایتوں کی بنا ہم ہوئے کہ تم
اس ایک دن میں کتنی ہی صدیاں گذر گئیں
اس ایک پل میں اپنی قضا ہم ہوئے کہ تم
اس عقل و فہم و عمر و فراست کے باوجود
ذہنِ رقیب دستِ گدا ہم ہوئے کہ تم

Scanned by CamScanner

وفا کیسی

آج وہ آخری تصویر جلا دی ہم نے

جس سے اس شہر کے پھولوں کی مہک آتی تھی

جس سے بے نور خیالوں پہ چمک آتی تھی

کعبۂ رحمتِ اصنام تھا جو مدت سے

آج اس قصر کی زنجیر ہلا دی ہم نے

آگ، کاغذ کے چمکتے ہوئے سینے پہ بڑھی

خواب کی لہر میں بہتے ہوئے آئے ساحل

مسکراتے ہوئے ہونٹوں کا سلگتا ہوا کرب

سرسراتے ہوئے لمحوں کے دھڑکتے ہوئے دل

جگمگاتے ہوئے آویزوں کی مبہم فریاد

دشتِ غربت میں کسی حجلہ نشیں کا محمل

Scanned by CamScanner

ایک دن روح کا ہر تار صدا دیتا تھا
کاش ہم بِک کے بھی اس جنسِ گراں کو پا لیں
خود بھی کھو جائیں پر اس رمزِ نہاں کو پا لیں
عقل اس حور کے چہرے کی لکیروں کو اگر
آ مٹاتی تھی تو دل اور بنا دیتا تھا

اور اب یاد کے اس آخری پیکر کا طلسم
قصۂ رفتہ بنا زیست کی ماتوں سے ہوا
دور اک کھیت پہ بادل کا ذرا سا ٹکڑا
دھوپ کا ڈھیر ہوا دھوپ کے ہاتھوں سے ہوا
اس کا پیار اس کا بدن اس کا مہکتا ہوا روپ
آگ کی نذر ہوا اور انہی باتوں سے ہوا

گواہی

(ا)

خدا کی قسم
جو کہوں گا فقط سچ کہوں گا
کٹہرے کے پیچھے یہ انسان دراصل اک بھیڑیا ہے
بہت ہم نے اس کو سمجھایا، حقیقت کا رستہ دکھایا
ہر اک رنگ سے راستی پر بلایا
مگر یہ نہ آیا
یہاں تک کہ اک روز جب رات دن سے گلے مل
رہی تھی
(ہوا چل رہی تھی ، کلی کھل رہی تھی)
میں اک چیخ سن کر کنوئیں پر جو پہنچا تو دیکھا
کہ یہ بھیڑیا ایک کمسن کے ساتھ اپنے آبا و اجداد کی
آبرو کا لہو کر رہا ہے

Scanned by CamScanner

(۲)

خدا کی قسم

جو کہوں گا فقط سچ کہوں گا

کٹہرے کے پیچھے یہ انسان دراصل اک دیوتا ہے

جو نیلی گپھاؤں سے اوپر افق سے، ہمارے لئے رہنما

بن کے آیا

ہمیں اس نے چلنا، ابھرنا، بھٹک کر سنبھلنا سکھایا

مگر اس کے ہمسائے کی آمرانہ رعونت کو یہ سب

نہ بھایا

اور اک شام جب یہ مرے ساتھ اک کھیت میں چل

رہا تھا

یہ ہمسایہ اپنے کئی نوکروں اور غلاموں کو ہمراہ لایا

زدوکوب کی، ایک جھوٹا مقدمہ بنایا

قیامت تو یہ ہے کہ مے ایک نے پی ہے اور دوسرا ہاؤ ہو

کر رہا ہے!

Scanned by CamScanner

دلِ رُسوا

وہی اک ہمدمِ دیرینہ رہا اپنا رفیق
جس کو ہم سوختہ تن، آبلہ پا کہتے تھے
جس کو اغیار سے حاصل ہوئی فقروں کی صلیب

شہر کے کتنے ہی کوچوں سے اٹھا اسکا جلوس
کتنے اخباروں نے تصویر اتاری اس کی
اس کے درشن سے بنا کوئی رشی کوئی ادیب

اگلے وقتوں سے یہی رسم چلی آتی ہے
ہم نے چاہا تھا کہ دنیا کا مقدر بن جائے
خود ہمیں ہو گئے برباد تو یہ اپنے نصیب

Scanned by CamScanner

چیئرنگ کراس

کوئی تم سے پوچھے ——
ستاروں کی رونق، چراغوں کی قربت، شبستاں کے اسرار
کافی نہیں تھے
جو تم نے کسی طاقِ دل سے لرزتی ہوئی موم بتی کی لو
بھی چرا لی ؟

کوئی ہم کو دیکھے ۔
سرِ رہگذر ایسے بیٹھے ہیں جیسے
کسی نے ذرا بھی جو پوچھا تو اس سے بگڑ کر کہیں گے
یہ دیر و حرم تو نہیں، کعبہ و آستاں تو نہیں ہے
خدا کی زمیں ہے، رہِ عام ہے کوچۂ یارِ نامہرباں تو
نہیں ہے

Scanned by CamScanner

سینے ٹو ریم

تری نگاہ کے سہمے ہوئے اجالے پہ
مہیب رات کی پرچھائیاں لپکتی ہیں
ذرا سی بات میں نغمہ الجھ بھی سکتا ہے
ذرا سی دیر میں کلیاں بکھر بھی سکتی ہیں

یہ آنسوؤں کا تسلسل یہ کانپتے ہوئے ہونٹ
ترس رہی ہے کھلی رُت تری ہنسی کیلئے
یہ ہات جن کو بنائی تھیں دیپ مالائیں
دعائیں محو رہے میری زندگی کے لئے

اُمید و بیم کے عالم میں بھول کر بھی کبھی
کسی طرف سے نئی روشنی نہیں لپکی!
نہ جانے کب سے ترے رات دن میں فرق نہیں
نہ جانے کتنے دنوں سے پلک نہیں جھپکی

Scanned by CamScanner

مگر اداس نہ ہو میری بد نصیب بہن
یہ نغمہ ساز سے ہٹ کر بکھر نہیں سکتا
ازل سے میں دلِ سیماب وار رکھتا ہوں
میں اسپتال کے بستر پہ مر نہیں سکتا

Scanned by CamScanner

اے دل اے دل

اے دل اے دل رقص سے آگے کوئی کسی کا میت نہیں ہے
تیری لٹی ہاری آنکھوں میں چیخیں ہیں سنگیت نہیں ہے
کون بھلا سنیاسی بن کر تجھ سے گذر اوقات کرے گا

ان پر ہو گا تیرا اثر کیا جو اگنی کو جل کہتے ہیں
الٹا تو بدنام ہے پاپی سب تجھ کو پاگل کہتے ہیں
تو کب تک سنسار سے غافل، اپنے من سے بات کرے گا

اپنے وقت سے پہلے اکثر بجھ جاتے ہیں جلتے دیپک
تو لیکن اے سب سے نرالے اس دھرتی پر آخر کب تک
زخموں سے ہولی کھیلے گا، اشکوں سے برسات کرے گا

بھڑکے بھڑکے تیری جوالا، سُلگے سُلگے تیرا ساون
بمباروں کی گھوم گرج میں کون سنے گا دل کی دھڑکن
اسپٹنک کے دور میں کون سا کافر ہے جو نعت کرے گا

Scanned by CamScanner

احسان فراموش

جب منڈیروں پہ چاند کے ہمراہ
بجھتی جاتی تھیں آخری شمعیں
کیا ترے واسطے نہیں ترسا، اس کا مجبور مضمحل چہرا؟
کیا ترے واسطے نہیں جاگیں
اس کی بیمار رحمدل آنکھیں

کیا تجھے یہ خیال ہے کہ اسے
اپنے لٹنے کا کوئی رنج نہیں
اس نے دیکھی ہے دن کی خوں خواری اس پہ گذری ہے شب کی عیاری
پھر بھی تیری طرح وہ بے چاری
ساری دنیا سے شکوہ سنج نہیں

Scanned by CamScanner

زندہ باد اے انائے جذبۂ ضبط
مرحبا اے شکوہِ خودداری
اسکی قربت سے تجھ کو پھول ملے، زندگی کے نئے اصول ملے
تیری الفت سے کیا ملا اس کو
زحمتیں، اضطراب، بدنامی

Scanned by CamScanner

ایک کردار

خیال و خواب کی دنیا کے دل شکستہ دوست
ترِی حیات مری زندگی کا خاکہ ہے
غمِ نگار و غمِ کائنات کے ہاتوں
ترے لبوں پہ خموشی ہے، مجھ کو سکتہ ہے

مری وفا بھی ہے زخمی تری وفا کی طرح
یہ دل مگر وہی اک تابناک شعلہ ہے
ترا مزار ہے اینٹوں کا ایک نقشِ بلند
مرا مزار مرا دل ہے میرا چہرہ ہے

جو زہر پی نہ سکا تو حیات سے ڈر کے
وہ زہراب بھی بدستور پی رہا ہوں میں
شدید کرب میں تو نے تو خودکشی کر لی
شدید تر غمِ ہستی میں جی رہا ہوں میں (روشنی)

Scanned by CamScanner

ایک علامت

(سعادت حسن منٹو کی وفات پر)

گھاس سے بچ کے چلو ریت کو گلزار کہو
نرم کلیوں پہ چڑھا دو غمِ دوراں کے غلاف
خود کو دل تھام کے مرغانِ گرفتار کہو
رات کو اس کے تبسم سے لپٹ کر سو جاؤ
صبح اٹھو تو اسے شاہدِ بازار کہو
ذہن کیا چیز ہے جذبے کی حقیقت کیا ہے
فرش پر بیٹھ کے تبلیغ کے اشعار کہو

اک رفتار سے چلتا ہے جہانِ گذراں
انہی قدموں پہ زمانے کے قدم اٹھتے ہیں
کوئی عینک سے دکھاتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں
کوئی کاندھوں پہ اٹھاتا ہے تو ہم اٹھتے ہیں

ایک رقاصۂ طناز کی محفل ہے جہاں
کبھی آتے ہیں بھتیجے کبھی عَم اٹھتے ہیں

کبھی اک گوشۂ تاریک کے ویرانے میں
کسی جگنو کے چمکنے پہ فغاں ہوتی ہے
کبھی اس مرحمتِ خاص کا اندازہ نہیں
کبھی دو بوند چھلکنے پہ فغاں ہوتی ہے
کبھی منزل کے تصور سے جگر جلتے ہیں
کبھی صحرا میں بھٹکنے پہ فغاں ہوتی ہے

ہم نے اس چور کو سینوں میں دبا رکھا ہے
ہم اسی چور کے خطرے سے پریشان بھی ہیں
کون سمجھے گا کہ اس سطحِ خوش آواز کے بعد
اسی ٹھہرے ہوئے تالاب میں طوفان بھی ہیں
بھائی کی آنکھ کے کانٹے پہ نظر ہے سب کی
دیوتا بھی ہیں اسی بزم میں انسان بھی ہیں

Scanned by CamScanner

خطِ سرطان سے آتی ہے ملرؔ کی آواز
اور امریکہ کے بازار میں کھو جاتی ہے
جائس کی فکر نے تعمیر کیا ہے جس کو
وہ زمیں حسرتِ معمار میں کھو جاتی ہے
کبھی منٹو کا قلم بن کے دمکتی ہے حیات
کبھی سرمائے کی تلوار میں کھو جاتی ہے

ہر پیمبر پہ ہنسا ہے یہ زمانہ لیکن
ہر پیمبر نے جھکائی ہے زمانے کی جبیں
اپنے ہمعصر سے خائف نہ ہو اے وقت کی آنچ
اسکی مٹی میں ستاروں کا دھواں ہے کہ نہیں
اسی مٹی سے دمکتی ہے یہ دھرتی ورنہ
"دور دیک ساغرِ غفلت ہے چہ دنیا و چہ دیں"

جسم کے داغ چھپانا تو کوئی بات نہیں
روح کے زخم سلگتے ہیں پسِ پردۂ دل

Scanned by CamScanner

سر چھپا لیتے ہو تم ریت میں جس کے آگے
اسی طوفان میں گھر جاتے ہیں لاکھوں ساحل
ایک راہی جسے احساسِ حسرت نہ طلب
اک سفر جس میں نہ منزل نہ سراغِ منزل

اپنی حساس سبک ناک سے رومال ہٹاؤ
کھاد میں محض تعفن ہی نہیں خیز بھی ہے
ذوق درکار ہے قطرے کو گہر کرنے میں
یہ مئے ناب پر اسرار بھی ہے تیز بھی ہے
کچھ تو ہے وجہ دل آزاری و آہنگ و ستیز
ورنہ یہ طبع خوش اخلاق و کم آمیز بھی ہے

شہر کی تیرہ و تاریک گزرگاہوں میں
داستاں ہو گی تو منٹو کا قلم لکھے گا
زیست قانون و فرامینِ قفس کے آگے
بے زباں ہو گی تو منٹو کا قلم لکھے گا

Scanned by CamScanner

اس شفاخانۂ اخلاق میں نشتر کے قریب
رگِ جاں ہوگی تو منٹو کا قلم دیکھے گا

گوپی ناتھ اور ظفر شاہ کے جیسے کردار
کتنی گمنامی میں جی لیتے ہیں، مر جاتے ہیں
کس نے ان آنکھوں میں وہ خواب لپکتے دیکھے
جو اس انسانوں کے جنگل میں بکھر جاتے ہیں
کس کا آئینہ ہے موذیل کی اس روح کا عکس
جس میں مریم کے حسیں نقش نکھر جاتے ہیں

اے نئے عصر کی رگ رگ کو سمجھنے والے
فہم و ادراک بڑی ہیں تو بڑی تیری ہے
چند لمحوں کی خدائی ہے روایات کے ساتھ
فن کے آدرش کی روحِ ابدی تیری ہے
موت یہ صرف سعادت کی ہے منسوخی نہیں
یہ شب و روز ترے ہیں یہ صدی تیری ہے

Scanned by CamScanner

تو دوست کسی کا بھی ---

کتنے آئے، کتنے گئے ہم آس لگائے بیٹھے ہیں
پلکوں پر انگارے روکے، دیپ جلائے بیٹھے ہیں
کوئی ہماری بات سنو ہم صبح سے آئے بیٹھے ہیں

صبح کی بے فکری دے کر شاموں کی ہر اک صحبت کر
لوگ تو دو کوڑی بھی نہ دیں پر ہم نے بڑی قیمت دے کر
درد خریدا تھا سو اب اس کو دل سے لگائے بیٹھے ہیں

اٹھیے جی گھٹتے رہنے سے مر کر جینا بہتر ہو تو !
وہ ہرجائی آپ کا جب نہ ہوا کیا غیر کسی کا ہو گا ؟
زیدی صاحب آپ یہ کس کا سوگ منائے بیٹھے ہیں

منزلیں، فاصلے

حافظے کی مدد سے چلو، ساتھیو
دور تک کھر ہی کھر ہے، راستے
راہ گیروں کے قدموں سے لپٹے ہوئے
اونگھتی سرحدوں کی طرف کھو گئے

ایک بے نام خطرے سے سہمے ہوئے
رنگ و رم کے لپکتے قدم تھم گئے
اور دریچوں سے بڑھتی ہوئی روشنی
برف و باراں کی یلغار میں کھو گئی
وقت عفریت کی رہ گزر بن گیا
شہر کا شہر اجڑا کھنڈر بن گیا

اس کراں تا کراں گونجتی رات میں
اس بپھرتے ہوئے بحرِ ظلمات میں

Scanned by CamScanner

کون سُنتا خداؤں کی سرگوشیاں
کون بنتا نئی صبح کا پاسباں؟

سرنگوں تھے مہ و انجم و کہکشاں
سخت تھی یہ زمیں، دور تھا آسماں
جبر کے بازوؤں میں تڑپتی رہی!
اک کنوارے تبسم کی دوشیزگی
مجھ سے لہجے کی دھیمی کسک چھن گئی
میرا فن، میرے فن کی دَمک چھن گئی
دل کی بے خوف للکار تک چھن گئی

حافظے کی مدد سے چلو ساتھیو
آؤ روشن کریں یاد کی انجمن
آؤ ڈھونڈیں وہ رسمِ جنوں، وہ چلن
دل کی آوارگی، ذہن کا بانکپن
اپنی شبنم سے نکھری ہوئی کھیتیاں

Scanned by CamScanner

اپنے اُودے پہاڑوں کی پہلی کرن
اک نہ بھولے ہوئے خواب کی سرخوشی
اک نہ سمجھے ہوئے دیوتا کی لگن

اک نہ دیکھے ہوئے روپ کی کہکشاں
اک نہ اجڑے ہوئے شہر کی داستاں
اک نہ بکھرے ہوئے پھول کی نرمیاں
سحر و دام و طلسمات کے کارواں
جیسے موصل کی رنگین شہزادیاں
جیسے پہلی محبت کی بے تابیاں

کل جو گھر جل گئے تھے اسی راکھ سے
آؤ تعمیرِ دربار و ایواں کریں
آنسوؤں سے بہت سے دیئے بجھ چکے
آؤ اب آنسوؤں سے چراغاں کریں

Scanned by CamScanner

دُوری

اے بہار تجھ کو اس کی کیا خبر
اے نگار تجھکو کیا پتا
دل کے فاصلے کبھی نہ مٹ سکے
انتہائے قرب سے کبھی کیا
سب کی اپنی اپنی شخصیت الگ
سب کا اپنا اپنا زاویا
وہ کبھی پھول تھے جو ہار بن گئے
وہ کبھی پھول تھا جو جل گیا

Scanned by CamScanner

ڈھونڈ چکا میں موج موج دیکھ چکا صدف صدف

Scanned by CamScanner

صنم خانے

سچ یہ ہے کہ وہ غم بھی رہا شاملِ امروز
جس غم میں نہ تخلیق نہ تعمیر نہ پرواز
جو گنبدِ آفاق کی ہمراز رہی تھی
دیوار سے ٹکرا کے پلٹ آئی وہ آواز

اب سنگِ سُبک مایۂ زنداں بھی نہیں ہیں
آئینۂ زلف و لب و مژگاں تھے جو الفاظ
جس طبع کے دامن میں تھے اٹھتے ہوئے خورشید
وہ ڈوبتے مہتاب کی کرنوں سے بھی ناراض

اے نزہتِ مہتاب!

امروز کہ سڑکوں کے چراغاں میں کٹا تھا
امروز کہ تھا رنگِ رُخ و نور کا سیلاب
کچھ اور بھی تھا رنگِ رُخ و نور سے آگے
جلتا ہوا آہنگ سُلگتا ہوا مضراب

صدیوں کے تمدن سے دمکتی ہوئی دیوار
قرنوں کے احادیث سے نکھری ہوئی محراب
اک دل جو روایات کی ہر وضع کا مرکز
اک ذہن جو تحریکِ سماوات میں سیماب

کس طرح یقیں آئے کہ اس ذہن نے اک روز
دانستہ روا رکھے تھے تخریب کے آداب؟
کس طرح یقین آئے کہ میں اپنی خوشی میں
تحقیر سے دہراؤں گا فریاد کے القاب؟
کس طرح یقیں آئے کہ ہوگی تجھے منظور
توصیفِ شبِ ہجر و نوائے دلِ بے تاب
اے نزہتِ مہتاب!

(لندن)

Scanned by CamScanner

اسیروں کا گیت

(ایک ریویو)

ریویو سطحی اور وقتی دلچسپی کے لئے پیش کئے جانے والے طربیے کو کہتے ہیں۔ اس طربیے کے پیچھے کبھی کبھی ایک حزن اور ایک آس نظر آسکتی ہے۔ جیسا کہ اس گیت میں ہے۔ یہ گیت لندن کے قدیم "ونڈمل تھیٹر" کے ایک ریویو کا تاثر ہے۔

(۱)

آج کی رات بھی کٹ گئی
جھومتی مسکراتی ہوئی
اب کی برسات بھی کٹ گئی

زخم دھونے کی فرصت ملے
کاش وہ فصل بھی آسکے
جس میں رونے کی فرصت ملے

Scanned by CamScanner

(۲)

ہم نے جو کچھ کہا، ہو گیا
وقت قدموں سے لپٹا رہا
فاصلہ راہ میں سو گیا

رنگ و رم سے کبھی الجھے کوئی
کوئی پتھر، کوئی خارِ غم
کاش ہم سے کبھی الجھے کوئی

(۳)

ہم کہ خوابوں کی شہزادیاں
ہم کہ نغموں کی روحِ رواں
ہم کہ پندار کی دیویاں

کاش دنیا خجل دیکھ لے
دیویوں کی قبا کے اُدھر
کوئی عورت کا دِل دیکھ لے

شہرِ آذر

(پیل کاسل پر ایک شام)

انگلستان کے جزیرے "آئیل آف مین" کے مغربی ساحل پر شہر پیل ہے جسے SUNSET CITY OF THE WEST کہا جاتا ہے۔ پیل کاسل پر ورڈسورتھ کی بھی ایک نظم ہے جو اس نے بیومانٹ کی بنائی ہوئی تصویر دیکھ کر لکھی تھی اور جس طرف اس نظم میں اشارے ہیں۔ میں نے "شہرِ آذر" کے بیشتر حصے پیل کاسل کے سامنے پہاڑیوں پر لکھے ہیں

میں اس پہاڑ کی چوٹی پہ کب سے بیٹھا ہوں
پرو مناڈ پہ سورج کی آخری کرنیں

اداس لہروں کی مدھم سروں میں ڈوب گئیں
فضا نے آنکھوں میں کاجل سے نقش کی تحریر

شفق نے کانوں میں سونے کی بالیاں ڈالیں
سرود و سحر و طلسمات کے جزیرے میں

نگارِ ساحلِ مغرب کہاں سنور کے چلی؟

کسی کی یاد کا بارِ گراں اٹھاتے ہوئے
عجب فسوں ہے دُھندلکے میں پیل کا سل پر
نہ سوزِ شاہدِ تنہا نہ سازِ شاہدِ بزم
نہ ہیومانٹ کا خاکہ نہ ورڈسورتھ کی نظم
بس اک خموش کہانی کی چوٹ کھائے ہوئے
ہزاروں شاموں کی تنہا رفیق راہ گزار
لبوں میں راگ، نگاہوں میں آگ بھر کے چلی

میں ان اداس دھندلکوں میں کب سے بیٹھا ہوں
(یہاں کبھی اپنی پر اسرار عادتیں نہ گئیں)
پر و منا ڈ پہ لوگوں نے چند لمحوں کو
نیا دیار بنایا تھا ہر دیار سے دُور
خدا کی سلطنتِ جبر و اختیار سے دُور
وہ اک دیار جہاں بانوئے حریمِ حجاب
چلی تو یورشِ آداب سے گزر کے چلی

چلی تو یوں کہ نہ ماضی کا غم نہ شکوۂ حال
جھکیں ادب سے سمندر کی نیلگوں آنکھیں
قدم پہ پھیل گئے ریت کے سنہرے بال
مری وفا کی طرح ایک سو نہ چاکِ جگر
مرے وطن کی طرح مضمحل نہ سوختہ حال
بس اک تبسمِ فردا کی آرزوئے وصال
کسی سے پیار کسی سے نیاز کر کے چلی

یہ ڈوبتے ہوئے سورج کے رنگ و روپ کا شہر
یہ لہر لہر پہ سورج کے آخری سائے
کہ زرد کپڑوں میں جس طرح راہبہ کوئی
گلی سے گھر میں مڑتی ہوئی نظر آئے
کہیں اک اوس کا قطرہ دھوئیں پہ جم جائے
ہر ایک لہر کی تحدیدِ شوق سے بچ کر
ہر ایک لہر کی آغوش میں نکھر کے چلی

Scanned by CamScanner

اُتر کے اونگھتے لمحے کی نرم باہوں سے
تمہارے قرب کی دھڑکن فضا میں پھیل گئی
کہیں سے خواب کے لمحوں کو مستعار ملی
تمہارے بالوں کی خوشبو تمہارے جسم کا رنگ
تمہارے ہونٹوں کے مدھم، ملائم انگارے
پہاڑ اپنی بلندی کی بات بھول گئے
ہوا، زمین کے میزان پر اتر کے چلی

اگر کچھ اور مہکتے رہے یہ آگ کے پھول
تو ہر خلیل کا پندار ٹوٹ جائے گا
سڈول لمحوں کی آغوش اور تنگ ہوئی
تو رسم دل سے ہر اقرار ٹوٹ جائے گا
طلسم سلسلہ دار ٹوٹ جائے گا
کہ جب یہ رسم چلی ہم جگر فگاروں میں
تو حلقہ رسن و دار سے گزر کے چلی

——— آئیل آف مین (کتاب شہر آذر سے)

فرانس

یوں نرم نگاہی سے ہوا شام کا آغاز
جس طرح کبوتر کے پرے سر سے گذر جائیں
جیسے ترے گیسو مری آنکھوں پہ بکھر جائیں

اس شام سراپردۂ اسرار سے تقدیر
مہکے ہوئے سورج میں نہاتی ہوئی نکلی
نو دَر کے در و بام سجاتی ہوئی نکلی!

اس دیس سے آیا ہے ابھی ایک مسافر
جس دیس میں اک خوابِ گراں تا رہے منزل
اک حرفِ جنوں، وحشتِ بیمار ہے منزل

اک عمر تو گذری ہے سرِ خستگیٔ محراب
اک شام گناہوں کی حرارت میں بھی گذرے
اے میرے بدن تیری عبادت میں بھی گذرے

Scanned by CamScanner

ناچ اے لبِ خسار کے جلتے ہوئے حلقے
اس لمس کے تہذیب و تمدن سے لپٹ کر
اس شاہدۂ زیست کے اقرار سے کٹ کر

گا اے ابدی راگ سے مخمور جوانی
مرمر کی رگوں میں تپشِ جام اچھل جائے
پتھر کی قبا آنچ کے احساس سے جل جائے

جھوم اے دلِ دانا کہ وہ کل آ کے رہے گی
جب ہم دلِ ناداں کا علم لے کے چلیں گے
سینے میں غضب لب پہ قسم لے کے چلیں گے

زہرہ کے حسین جسم اپالو کے حسین خواب
ہم روح کے تنگے تری تکذیب کریں گے
بیدل ہیں تو رفتار پہ تادیب کریں گے

اے عقل محبت کی سزا ہے کہ نہیں ہے
اے جسم ترا پیار روا ہے کہ نہیں ہے
اے پردۂ اسرار خدا ہے کہ نہیں ہے

(پیرس)

Scanned by CamScanner

جرمنی

میں نے کب جنگ کی وحشت کے قصیدے لکھے
میں نے کب امن کے آہنگ سے انکار کیا
میں نے تو اپنے سرِ دامنِ دل کو اب تک
کبھی پھولوں، کبھی تاروں کا گنہگار کیا
اے مری روحِ طرب میں نے ہر عالم میں
جب بھی تو آئی ترے پیار کا اقرار کیا

لیکن اس دیس کے آہنگِ گراں بار میں بھی
وہی نغمہ ہے جو شب تاب کی تقدیر میں ہے
میں نے زلفوں کے گھنے سائے میں سیکھی تھی جو بات
وہی اس حلقۂ بدنام کی زنجیر میں ہے
کتنے خوابوں کے طلسمات کی جنت ہے یہاں
کون سا خواب ابھی پردۂ تقدیر میں ہے

خواب اس وقت کا جو وقت نہیں آ سکتا
خواب اس وقت کا جس وقت کو آنا ہو گا

Scanned by CamScanner

گیت جس میں لب و رخسار کے افسانے ہیں
گیت جو خود بھی کبھی ایک فسانہ ہو گا !
جس کو چھیڑیں گے مہکتے ہوئے ہونٹوں کے گلاب
جس کو بندوق کے آہنگ پہ گانا ہو گا

آگ کے دشت پڑے، خون کے صحرا آئے
اب بھی لیکن وہی رفتارِ رواں ہے کہ جو تھی
میونخ اب بھی ہر اک عہد کا روشن وارث
ہائیڈلبرگ و حکمت کی دوکاں ہے کہ جو تھی.

فرض کرتے ہیں تری مرگ وہی لوگ جنہیں
خود نہ جینے کا سلیقہ ہے نہ مرنے کا شعور!
تیرے ماتھے پہ نئے عہد نئے دن کی امنگ
تیری آنکھوں میں چمکتے ہوئے مہتاب کا نور
ویگنر کا یہ سبک ساز یہ فولاد کے گیت
تیرے سینے کی امنگیں ترے بازو کا غرور
ہم پیمبر تو نہیں ہیں ترے دیوانے ہیں
اک ذرا آگ ہمیں بھی ملے اے شعلۂ طور (فرینکفرٹ)

Scanned by CamScanner

ڈوور

آؤف ویڈرر ذہن، فرالائن، آؤف ویڈرر ذہن،

مے خانے سے میلوں جگمگ جگمگ کرتی نہر
تیرے سینے کی طغیانی، میرے دل کی لہر
ریت کی دیواروں سے بنا تھا پیار کا پہلا شہر

نگر نگر کے خواب میں گم ہیں ڈوور کے ملاح
میں ان خوابوں کے مبہم سناٹے سے آگاہ
اونچی لہریں، بڑھتا دریا، نیچی شہر پناہ

شاید اس طوفان میں ساری بنیادیں ہل جائیں
یا مشرق اور مغرب کے ساحل ایک دن مل جائیں
یہ مبہم مبہم سپنے کمہلائیں یا کھل جائیں
آؤف ویڈرر ذہن، فرالائن، آؤف ویڈرر ذہن!

آؤف ویڈرر ذہن : خدا حافظ   فرالائن : آنسہ

Scanned by CamScanner

یونان

ہم تو یہ سوچ کے آئے تھے تری گلیوں میں
کہ یہاں تیشۂ فرہاد کی قیمت ہو گی!
بھائی کیوپڈ سے ملیں گے کسی دوراہے پر
کسی بے نام سے اک موڑ پہ جنت ہو گی
ہم اولمپس پہ خداؤں کی زباں تولیں گے
اپنی تقدیر میں وینس کی رفاقت ہو گی

باادب جا کے زئیس سے یہ کہیں گے کہ حضور
آپ اب خلوتِ گمنام سے باہر نکلیں
دیر سے تشنۂ صبحِ لب و رخسار ہیں لوگ
آپ تاریکیٔ احرام سے باہر نکلیں!

Scanned by CamScanner

پارتھنان کی مٹی سے جو مس ہو گی نظر
ہم نے سوچا تھا کہ کھل جائیں گے سارے اسرار
آج کل یوں نہیں ہوتا ہے مگر شاید آج!
ٹوٹ جائیں گے تمدن کے مہذب پندار

اور اب شام بھی گزری کئی دن بیت گئے
ایسے دن جن میں نہ ارماں نہ گلے ہوتے ہیں
میرا سینہ شبِ مفلس کا وہ افسانہ ہے!
جس پہ ایتھنز کے خاموش دیئے روتے ہیں
ایسی پستی کہ عمارت کا گماں بھی دھوکا
جانے ہم کور نظر ہیں کہ خدا سوتے ہیں
(ایکراپولس)

Scanned by CamScanner

مصر

یہ زندگی ، یہ مختصر سی زندگی
اگر یونہی علالتوں کے سلسلے میں کٹ گئی
اگر یہ بانسری نہ اوس پی سکی نہ چاندنی کے زخم کھا و سہہ سکی
اگر عروسِ شام کی ردِا نحیف انگلیوں میں تھرتھرا کے رہ گئی
تو میں کہاں تک اپنے حوصلے کے بل پہ اپنی زخم خوردہ کائنات کو سجاؤں گا
دریدہ پیرہن میں زرد زرد پھول باندھ کر
میں سُرخ کونپلوں کی انجمن میں کیسے جاؤنگا
سحر سوئز پہ ہوئی

تو جلتی آنکھ، تپتے جسم، خشک لب کے باوجود
سوئز اپنے ساحلوں کے درمیان ایسے بہہ رہی تھی جیسے کوئی اپنے حسن کا وقار جانتے ہوئے قدم اٹھائے
ادب سے اک قطار میں جہاز ایسے بڑھ رہے تھے جیسے کوئی بھکشوؤں کا قافلہ گپھا میں جائے
فرنگیوں کے چہرے یوں اُتر گئے تھے جیسے کوئی اک قدم کے فاصلے پہ موت سے نظر ملائے

انگلستان جاتے ہوئے جبرالٹر پورٹ پر شدید علالت میں لکھی گئی ۔

Scanned by CamScanner

نگارِ ارضِ نیل کے سنہرے جسم کے گداز سے لپٹ کے ایک ایک آرزو چمک گئی
نگارِ ارضِ نیل کی لٹیں کھلیں تو دور دور تک ہوا مہک گئی !

ہوا مہک گئی تو کیا
کہ میں ڈٹال اور اسپرٹ کا مہمان تھا
مرے تھکے ہوئے قدم
سفر کے پہلے سنگ میل سے لپٹ کے رہ گئے
مجھے کسی ملول، دل شکستہ یاد کی طرح
سلگتے آنسوؤں کی لوریوں میں نیند آ گئی
مگر حسین قاہرہ کی رات جاگتی رہی !
مہیب بُت کے عاشقوں کو موت آگئی تو کیا
مہیب بت کی عظمتِ حیات جاگتی رہی

رجب اللہ

Scanned by CamScanner

کربلا

کربلا، میں تو گنہگار ہوں لیکن وہ لوگ
جن کو حاصل ہے سعادت تری فرزندی کی
جسم سے روح سے احساس سے عاری کیوں ہیں
ان کی مسمار جبیں، ان کے شکستہ تیور!
گردشِ جسن شب و روز پہ بھاری کیوں ہے
تیری قبروں کے مجاور، تیرے منبر کے خطیب
فلس و دینار و تو جہ کے بھکاری کیوں ہیں
روضۂ شاہِ شہیداں پہ اک انبوہِ عظیم
بل ایئر اور کرسلر کے نئے ماڈل کو!
اسی خاموش عقیدت سے تکا کرتا ہے
جس کو کہہ دوں تو کئی لوگ بُرا مانیں گے
غیر تو رمزِ غمِ کون و مکاں تک پہنچے
کربلا تیرے یہ غمخوار کہاں تک پہنچے

Scanned by CamScanner

دل کو تہذیبِ تمنا میں خدا ملتا ہے
جنبشِ یک لبِ عیسےٰ میں خدا ملتا ہے
شورِ ناقوس و نظارا میں خدا ملتا ہے
سنگِ محرابِ کلیسا میں خدا ملتا ہے
تیرے دیوانوں کو اے شاہدِ دریائے فرات
اپنی بے مائگی ذہن میں کیا ملتا ہے

(کربلا)

Scanned by CamScanner

ویلز کی گاڑی

دن بھر کے سورج کی ہمت ٹوٹ چکی تھی
ویلز کو جانے والی گاڑی چھوٹ چکی تھی
یہ احساس تھا جیسے دل آباد نہیں ہے
جانے کون سا اسٹیشن تھا یاد نہیں ہے
یوں بے رنگ تھے جیسے دشت میں گزرے سو ں
ہم ہونے کو کیسا نودا ہوں یا کچھ ہوں

کافی دیر میں پھر سے ہم کی گاڑی آئی
ہم نے اپنا کوٹ سنبھالا فیلٹ اٹھائی
کاریڈر میں داخل ہوتے ہی لہرائے
جسم کو جیسے بھولے سے بجلی چھو جائے
وہ سنگیت تھی یا تارا تھی یا نسرین تھی
ایسی شکل تو سارے لندن میں بھی نہیں تھی

Scanned by CamScanner

دو گھنٹوں میں دوست بنے ہم پیار جتایا
یہ قصہ تو خیر کسی فرصت پہ اٹھایا
لیکن اتنا یاد ہے جب سورج نے جگایا
وہ بھی نہیں تھی اپنا اسٹیشن بھی نہیں تھا
جانی ، پہچانی چیزیں تھیں خاموشی تھی
ویلز کی گاڑی ویلز سے واپس آ پہنچی تھی

Scanned by CamScanner

فن کے گاہک محو ہیں تکرار میں
ہم تماشائی ہیں اس بازار میں

تیرے خد و خال سے ملتی ہوئی
شکل تھی اک روح کے معیار میں

جھلملائیں پہلے پلکوں کے اُدھر
پھر وہ شمعیں جاگ اٹھیں رُخسار میں

فتح کے احساس میں گم تھا نیاز
آنسوؤں کی آنچ تھی پندار میں

سب نے اس کے حکم پر سجدے کیے
ہم اکیلے رہ گئے انکار میں

(دوم)

Scanned by CamScanner

تری تلاش میں ہر رہنما سے باتیں کیں
خلا سے ربط بڑھایا ہوا سے باتیں کیں

کبھی ستاروں نے بھیجا ہمیں کوئی پیغام
تو مدتوں میں کسی آشنا سے باتیں کیں

ہماری خیر مناؤ کہ آج خود اس نے
بڑے خلوص، بڑی التجا سے باتیں کیں

گناہ گار تو رمز حریم تک پہنچے
ثواب والوں نے مانگ دعا سے باتیں کیں

بہت سے وہ تھے جنہوں نے بتوں سے فیض اٹھائے
بہت سے وہ تھے جنہوں نے خدا سے باتیں کیں

نہ جانے کب سے سناتے تھے اس کو ہم احوال
نظر اٹھائی تو پھر ابتدا سے باتیں کیں

ہزار شعر کہے یوں تو کہنے والوں نے
کسی کسی نے دلِ مبتلا سے باتیں کیں

Scanned by CamScanner

قدم قدم پہ تمنائے التفات تو دیکھ
زوالِ عشق میں سوداگروں کا ہات تو دیکھ

بس ایک ہم تھے جو تھوڑا سا سر اٹھا کے چلے
اسی روش پہ رقیبوں کے واقعات تو دیکھ

غمِ حیات میں حاضر ہوں لیکن ایک ذرا
نگارِ شہر سے میرے تعلقات تو دیکھ

خود اپنی آنچ میں جلتا ہے چاندنی کا بدن
کسی کے نرم خنک گیسوؤں کی رات تو دیکھ

عطا کیا دلِ مضطر تو سی دیئے میرے ہونٹ
خدائے کون و مکاں کے توہمات تو دیکھ

گناہ میں کبھی بڑے معرفت کے موقعے ہیں
کبھی کبھی اسے بے خدشہ نجات تو دیکھ

Scanned by CamScanner

غازی بنے رہے سبھی عالی بیان لوگ
پہنچے سرِ صلیب فقط بے نشان لوگ

اخلاقیاتِ عشق میں شامل ہے یہ نیاز
ہم ورنہ عادتاً ہیں بڑے خود گمان لوگ

چھوٹی سی اک شراب کی دوکان کی طرف
گھر سے چلے ہیں سن کے عشاء کی اذان لوگ

دل اک دیارِ رونق و رم ہے لٹا ہوا
گذرے ہیں اس طرف سے کئی مہربان لوگ

اے دل انہی کے طرزِ تکلم سے ہوشیار
اس شہر میں ملیں گے کئی بے زبان لوگ

آیا تھا کوئی شام سے واپس نہیں گیا
مڑ مڑ کے دیکھتے ہیں ہمارا مکان لوگ

ان سے جنہیں کنوئیں کے سوا کچھ خبر نہیں
مغرب کا طنز سنتے ہیں ہم نوجوان لوگ

Scanned by CamScanner

یوں تو وہ ہر کسی سے ملتی ہے
ہم سے اپنی خوشی سے ملتی ہے

سیج مہکی بدن سے شرما کر
یہ ادا بھی اسی سے ملتی ہے

وہ ابھی پھول سے نہیں ملتی
جو بیلے کی کلی سے ملتی ہے

دن کو یہ رکھ رکھاؤ والی شکل
شب کو دیوانگی سے ملتی ہے

آج کل آپ کی خبر ہم کو!
غیر کی دوستی سے ملتی ہے

شیخ صاحب کو روز کی روٹی
رات بھر کی بدی سے ملتی ہے

آگے آگے جنون بھی ہوگا!
شعر میں لو ابھی سے ملتی ہے

Scanned by CamScanner

یہ گھٹا گھٹا طوفاں، یہ تھمی تھمی بارش رُو برُو نہ رہ جائے
آج اس طرح رو لے جس کے بعد رونے کی آرزو نہ رہ جائے

دوستو گلے مل لو، ساتھیوں کی محفل میں دو گھڑی کو مل بیٹھو
اس خلوص کی شاید میرے بعد دنیا میں آبرو نہ رہ جائے

صبح و شام کی الجھن، رات دن کے ہنگامے روز روز کا جھگڑا
دیکھ پیرِ میخانہ آج میں نہ رہ جاؤں یا سبو نہ رہ جائے

اپنا غم نہ اس کا غم ڈوبتی ہوئی ناؤ کو فکر ہے تو اس کی ہے
دربدر نہ رسوا ہو حسرتوں کا افسانہ کو بہ کو نہ رہ جائے

(زن ہٹ)

فضائے شامِ غریباں طلوعِ صبحِ طرب
مری سرشت میں کیا کچھ نہیں بہم آمیز

شکستِ دل کے فسانے کا ایک باب ہے اشک
لہو نے جس میں کیا ہے ذرا سا نم آمیز

مجھے تو اپنی تباہی کا کوئی عِلم نہ تھا
مگر وہ آنکھ بھی ہے آج کل کرم آمیز

کبھی جنونِ تمنا کبھی بے غرض بے لوث
کبھی خلوصِ رفاقت کبھی بیش و کم آمیز

مرے صنم میں بہت کچھ خدا کے تیور ہیں
یہ اور بات کہ تیرا خدا صنم آمیز

زندگی دھوپ ہے سناٹا ہے
نکہتِ عارض و کاکل والو!
رات آئے گی گذر جائے گی
عاشقو! صبر و تحمل والو!
ہم میں اور تم میں کوئی بات نہ تھی
مہ جبینوں میں تجاہل والو
اعتبارات کبھی اٹھ جائیں گے
اے غمِ دل کے تسلسل والو!
پھر بہاروں میں وہ آئیں کہ نہ آئیں
دوستو! زخمِ جگر دھلوالو

Scanned by CamScanner

آؤ کسی اداس ستارے کے پاس جائیں
دریائے آسماں کے شکارے کے پاس جائیں
اس سے کبھی پوچھ لیں کہ گذرتی ہے کس طرح
یارو کبھی کسی کے سہارے کے پاس جائیں
مٹھی میں لے کے دل میں بٹھا لیں جو ہو سکے
اک ناچتی کرن کے شرارے کے پاس جائیں
اس مہ جبیں کی یاد بھی باقی نہیں رہی
کس منہ سے چاندنی کے نظارے کے پاس جائیں
نا پختگانِ عشق عجب وسوسے میں ہیں
دیکھیں یہیں کہیں سے کہ دھارے کے پاس جائیں
اس کشمکش میں سارے ادیبوں کا ذہن ہے
دل کی طرف چلیں کہ ادارے کے پاس جائیں
یا جا کے چھپ رہیں کسی شیشے کے قصر میں
یا عصرِ انقلاب کے آرے کے پاس جائیں !

Scanned by CamScanner

تمہیں کیا فکر کیا اندیشۂ جاں ہم جو بیٹھے ہیں !
کہاں جائیں گے دنیا بھر کے طوفاں ہم جو بیٹھے ہیں

سحر کے قافلو تم اپنی اپنی راہ پر جاؤ
یہیں رہ جائے گی شامِ غریباں ہم جو بیٹھے ہیں!

دکانِ شاعری میں اک سے اک رمزِ نہاں لیکر
بکے گا اس کا دین اور اس کا ایماں ہم جو بیٹھے ہیں

گنہگار و عروجِ زُہد سے نا شادمت ہونا !
بڑھے گا کاروبارِ جنسِ عصیاں ہم جو بیٹھے ہیں

کسے اس کی نگاہِ ناز اب کے منتخب کر لے
بہت مصروف ہیں یارانِ یاراں ہم جو بیٹھے ہیں

میاں ہم سے سبق لو مصطفیٰ زیدی کی پہ مت جاؤ
تمہارے میکدے کے میرِ رنداں ہم جو بیٹھے ہیں

سحر جیتے گی یا شامِ غریباں دیکھتے رہنا
یہ سر جھکتے ہیں یا دیوارِ زنداں دیکھتے رہنا

ہر اک اہلِ لہو نے بازیٔ ایماں لگا دی ہے
جو اب کی بار ہو گا وہ چراغاں دیکھتے رہنا

ادھر سے مدعی گزریں گے ایقانِ شریعت کے
~~نظر آجائے شاید کوئی انساں دیکھتے رہنا~~

اُسے تم لوگ کیا سمجھو گے جیسا ہم سمجھتے ہیں!
مگر پھر بھی کریں گے اس سے پیماں دیکھتے رہنا

سمجھ میں آگیا تیری نگاہوں کے الجھنے پر!
بھری محفل میں سب کا ہم کو حیراں دیکھتے رہنا

ہزاروں مہرباں اس راستے پر ساتھ آئیں گے
میاں یہ دل ہے یہ جیب و گریباں دیکھتے رہنا

دبا رکھو یہ لہریں ایک دن آہستہ آہستہ
یہی بن جائیں گی تمہیدِ طوفاں دیکھتے رہنا

Scanned by CamScanner

○

بہت بڑھنے لگے تھے دعویٰ دیر و حرم لوگو
غنیمت ہیں ہمارے شہر میں اس کے قدم لوگو!

کبھی دیکھا ہے اس صورت کا کوئی آدمی تم نے
بزرگو، ناصحو، عالی مقامو، محترم لوگو!

جسے کل تک حیا سے بات کرنا بھی نہ آتا تھا
ذرا ہم بھی تو دیکھیں اس کا اندازِ ستم لوگو!

گذرنے کو تو ہم پر تم سے نازک وقت گذرے ہیں
نہ اپنی شکل آزردہ، نہ اپنی آنکھ نم لوگو!

خلوصِ دوستداری نے ہمیں جو دن دکھائے ہیں
ہمیں ان کا خیال آتا ہے لیکن تم سے کم لوگو!

تمہاری انجمن میں بن گیا ہر منہ کا افسانہ
وہ اس کا خود سے شرماتا ہوا لطف و کرم لوگو

بہ قدرِ ظرف سب نے پیار کی قیمت لگائی ہے
کبھی آنسو، کبھی نغمہ، کبھی دام و درم لوگو

Scanned by CamScanner

○

ہم سے پہلے کبھی یہ مرتبہ دار نہ تھا
عشق رسوا تھا مگر یوں سرِ بازار نہ تھا

آج تو خیر ستارے بھی ہیں ویرانے بھی
ہم پہ وہ رات بھی گذری ہے کہ غمخوار نہ تھا

کیا مری بات کو سمجھے کہ ابھی وہ کل تک
راہ و رسمِ دلِ ناداں سے خبردار نہ تھا

(ن ۔ ہٹ)

Scanned by CamScanner

آگ لینے کے واسطے ہم سے
کوہِ طور آ کے ایک بار مِلا
تم کو دیکھ تو یہ ہوًا محسوس
جیسے اک حادثے کا تار مِلا
دیکھے لاکھوں کسوٹیوں پہ نشان
تب کہیں جا کے اک سنار مِلا
ہم کو اس سے ملی رفاقت بھی
کم نصیبوں کو صرف پیار مِلا
لحظہ لحظہ بدلتی دنیا میں
ہم کو ہر نقش پائدار مِلا
دل وہ منعم ہے جس کو بن مانگے
ساری دنیا کا کاروبار مِلا
جو دیا تھا امیدِ منزلِ شب
شام ہی سے جگر فگار مِلا

Scanned by CamScanner

کوئی رفیق بہم ہی نہ ہو تو کیا کیجے
کبھی کبھی ترا غم ہی نہ ہو تو کیا کیجے

ہماری راہ جُدا ہے کہ ایسی راہوں پر
رواجِ نقشِ قدم ہی نہ ہو تو کیا کیجے

ہمیں بھی بادہ گساری سے عار تھی لیکن!
شراب ظرف سے کم ہی نہ ہو تو کیا کیجے

تباہ ہونے کا ارماں سہی محبت میں
کسی کو خوئے ستم ہی نہ ہو تو کیا کیجے

ہمارے شعر میں روٹی کا ذکر بھی ہوگا
کسی کسی کے شکم ہی نہ ہو تو کیا کیجے

(اکبا نولندن)

زیدی جی پھر عشق کو نکلے اپنا سے بے پاپ
اِک بیوی کے شوہر ہیں اور اک بچے کے باپ

اسکی موہن شکل کو دیکھ کے ٹھان لیا بن باس
یوپی کے اِک سیّد زادے بن گئے تلسی داس

اپنے دل کی اوس میں جل کر آدھی رات کو سوئی
اک بد صورت لڑکی جس کی بات نہ پوچھے کوئی

اک لڑکی جس سے کوئی برسوں بات نہ کرنے آئے
اپنی ہجولی کے چھبیلے بالم پر غُرّائے

اک تو نیل گگن کی رانی سُرخ کنول کے بیچ
دُوجی اک برسات کا نالا جس میں کیچ ہی کیچ

Scanned by CamScanner

صرف کہہ دوں کہ ناؤ ڈوب گئی
یا بتادوں کہ کیسے ڈوبی تھی
تم کہانی تو خیر سُن لو گی
آپ بیتی کہوں کہ جگ بیتی

—

کوئی ساغر میں دیکھتا ہے فرار
کوئی جسموں میں ڈھونڈتا ہے سکوں
مجھ کو بھی مل گئی ہے جائے پناہ
شعر لکھتا ہوں اور جیتا ہوں

—

کیا خبر آج تیری آنکھوں میں
بڑھ گئی ہے کہ غم سے رازونیاز
میرے سینے سے اب بھی آتی ہے
تیری پلکوں کی رحم دِل آواز

Scanned by CamScanner

وقت کے ساتھ لوگ کہتے تھے

زخمِ دل بھی تمہارے ہوں گے دور
آج کوئی انہیں خبر کر دو
میرا ہر زخم بن گیا ناسور

—

میری آنکھوں میں نیند چبھتی ہے
میرے سینے میں جاگتے ہیں الاؤ
دیوتاؤ مری کہانی کو!
تم سمجھ لو تو آدمی بن جاؤ

—

مجھ کو چپ چاپ اس طرح مت دیکھ
میرے بستر کی سلوٹیں مت کھول
رات میں کتنی دیر سویا ہوں!
بول اے صبح کے ستارے بول

—

Scanned by CamScanner

اس کے چہرے کا عکس پڑتا ہے
اس کی باتیں شروع ہوتی ہیں
آج کل رات بھر مرے دل میں
کتنی صبحیں طلوع ہوتی ہیں

—

کاش ہم لوگ لڑ گئے ہوتے
آپ کی دوستی کا رونا ہے
دل سے گردِ الم نہیں چھٹتی
آنسوؤں کی کمی کا رونا ہے

—

مدتوں کور نگاہی دل کی
نورِ عرفان کو ترستی رہتی
تو جو خورشید نہ بن کر آتی
ذہن پر اوس برستی رہتی!

—

Scanned by CamScanner

مثنوی سیاست درباں

یعنی مثنوی بنام ساحرانِ بیان المعروف بہ مثنوی زیدی ردیانگی

نزول :-

ایک شعلے کو طور لکھتے تھے　　آدمی ہو تو حور لکھتے تھے
شعر پرداز ہر زمانے کے　　مثنوی بھی ضرور لکھتے تھے

پہلے عقبٰے کی بات ہوتی تھی　　حمد ہوتی تھی نعت ہوتی تھی
مُرغِ سدرہ کا بال ہوتا تھا　　حال ہوتا تھا، قال ہوتا تھا
اور پھر داستانِ ہوش رُبا　　دشتِ غربت، کجاوہ لیلٰی
داستانِ عجائبِ ایران　　دیو و اژدر، فرشتہ و انسان
مدتوں شاہِ سلطنت کا شکیب　　آئے دن کی مراد، دل کے فریب
جشنِ میلاد پر چھنک پازیب　　بارھویں سال میں کوئی آسیب
دینا ترجیح نصف کو کل پر　　شیر کا کسب کو توکل پر !
ایک عبرت پسند افسانہ　　کسی تاجر اور اسکی طوطی کا

دعوئے ہُدہُد کا، زاغ کا اعلان — عالمِ نحو اور کشتی بان
حادثہ اک نہنگِ دریا کا — واقعہ بیژن و منیژہ کا

حمد :-

پہلے ہوتی ہیں حمد کی باتیں — ہم مگر کس کی حمد میں لکھیں؟
وہ کسی کا کہا نہیں سنتا! — مولوی کی دُعا نہیں سنتا

ہم تو عاصی ہیں ہم تو گندے ہیں — ان کو دیکھو جو اس کے بندے ہیں
اسکی خلقت میں جس قدر ہیں نام — کس کو حاصل ہے آجکل الہام؟
اس لئے بہرِ یک سلام و پیام — آؤ ڈھونڈیں اساتذہ کا کلام
میر صاحب کے باغ میں گھومیں — میرزا کی بیاض کو چومیں
یا ابھی اتنی دور تک کیوں جائیں — کیوں نہ دستِ صبا سے کام چلائیں

نعت :-

اے صبا اے رفیقِ میر و حسن — ناشرِ واقعاتِ صحنِ چمن!
حاملِ نکہتِ لب و رخسار — قاصدِ حادثاتِ فصلِ بہار
پیکِ افسانہ ہائے مصر و عراق — غم گسارِ مریضِ شامِ فراق
اے کہ مشاطگی ہے تیرا اصول — اے شبستانِ ماورا کی رسول
اے کہ تجھ سے کوئی نہیں پنہاں — واقفِ رازِ خلوتِ انساں

Scanned by CamScanner

لوگ رکھتے ہیں اس زمانے کے — دانت کھانے کے اور دکھانے کے

عقل کی رہنمائی سے بدظن — جہل کے دوست علم کے دشمن

دل کے کالے زبان کے کچے! — سازشوں کے جنے ہوئے بچے

لے کے چلتا ہے وقت کا دھارا — ان کی فرمائشوں کا پشتارا

ان کے دشمن کو ماریہ لکھتے — یہ نہیں تو بہاریہ لکھتے

صاحبانِ کلاہ اچھے تھے — ان سے تو بادشاہ اچھے تھے

طیش میں حکمِ قتل بھرتے تھے — طعن و تشنیع تو نہ کرتے تھے

آج ہیں مثلِ سر بہ مہر گلاس — سب خواص اور سب عوام الناس

عقل کی پوچھیے نہ جتّے سے — یہ چھلکنے لگیں گے غصے سے

ان کی مرضی ہے جو کریں تلقین — دین کو کفر اور کفر کو دین

رجعتِ غم پسند بھی گالی — اور ترقی پسند بھی گالی!

اس کے درباں ہیں سو پھدکتے ہیں — فن کی تہذیب سے بدکتے ہیں

جان دے یا عظیم کہلائے — آدمی جائے تو کہاں جائے

رَجَز :-

حسنِ ظن تو نہیں اگر یہ کہوں — میں بھی تھوڑا شعور رکھتا ہوں

خصلتاً چپ ہے تیرا جذباتی — ورنہ کیا بات کر نہ [illegible]

میری نظموں کا ہے ہر اک انداز — میرے پورے وجود کی آواز
اک خلا کی صدا نہیں ہوں میں — ہڈیاں بھی ہیں پھیپھڑے بھی ہیں
دلِ پرخوں ہے میری اِک اِک رگ — شاعرانہ مبالغوں سے الگ
میرے لہجے میں ڈھونڈتی ہے وقار — اقتصادی خیال کی رفتار
میری باتوں میں احتساب بھی ہے — میری نظموں میں انقلاب بھی ہے

رجعت پسندی

ہاں مگر سوچتا ہوں میں اکثر — کیا یہ ہے آخری مقامِ نظر؟
یہ پراسرار تشنگی کیا ہے — فرد کیا شے ہے زندگی کیا ہے
وہ سفر کے خیال کے مجنوں — میں تو مقصد کی بات کرتا ہوں
اور مرے اس سوال میں خود بیں — سارتر اور کیرکیگارڈ نہیں
یہ مرے تجربوں نے پوچھا ہے — آدمی کی حدوں نے پوچھا ہے
اپنے احساس سے پناہ نہیں — کافکا کا کوئی گناہ نہیں!
ذہن میں آگ ایسے سوتی ہے — جیسے روٹی کی بھوک ہوتی ہے
حدتِ مہرِ نابدار ہے ذہن — ایک میدانِ کارزار ہے ذہن
دل کی سب سے بڑی دلیل ہے ذہن — ابدیت کا سنگِ میل ہے ذہن
ذہن میں خواب بیج بوتے ہیں — ذہن کے اپنے شہر ہوتے ہیں

Scanned by CamScanner

ذہن کو ہے خدا کی سی توفیق
ذہن کرتا ہے انجمن تخلیق

در ہجوِ عطّار :-

اے صبا ان سے یہ بھی کہنا ہے
دِل کے مکھڑے پہ ذہن گہنا ہے

تولتے ہیں جیسے یہ اہلِ نظر
ادرک اور پھٹکری کے کانٹے پر

اک طرف ضبط اک طرف جلدی
اک طرف شعر اک طرف ہلدی

عقل سوداگروں کی بلچپل میں
فکر مارا اللحم کی بوتل میں

ماہرِ نفسیات واہلِ نظر
ہینگ ملتے ہیں اب کسوٹی پر

آنسوؤں سے عرق بناتے ہیں
دھوپ دے کر جنا جلاتے ہیں

پروپرواز سابیہ د کا بوس
پھول کا نام جیّد الکیموس

دل میں اک پون انچ کی بتّی
فن بہ یک وزن ماشہ و رتی!

شاعروں سے شکایتی باتیں!
ایسا لکھئے کہ ہم بھی کچھ سمجھیں

نامۂ شوق کا جواب آئے
شعر ہے ہوتے بیدِ آب آئے

بارگز رے نہ درسِ مکتب پر
نظم ہو نسخے کے مذہب پر

منشور :-

یوں تو ہر فلسفہ عبادت ہے
یوں تو مذہب بھی اک محبّت ہے

ہاں مگر ان کے میرے مذہب میں
تفرقے کی ہیں سینکڑوں باتیں

Scanned by CamScanner

جب کبھی ان کی ہار ہوتی ہے — زندگی بھر یہ بار ہوتی ہے
ایک لمحے میں پھینکتا ہے خون — ان کے پورے وجود کا قانون
گھورتی ہیں پھٹی پھٹی آنکھیں — اپنے احساس کی اکائی میں
اور کچھ بھی نظر نہیں آتا — ایک ٹوٹی ہوئی کمان کے سوا
میرا مذہب خود اپنا مذہب ہے — عشق ہے کائنات ہے سب ہے
یہ نہیں ہے کہ اس کی دنیا سے — غم کے بادل کبھی نہیں گزرے
زیست میلہ نہیں ہے ہنستوں کا — تجربہ ہے اسے شکستوں کا
بارہا میرے اپنے سینے میں — کٹ چکی ہیں ہزار ہا گرہیں
غم کہ ہے اک خیال اک افسوں — میں اسے انگلیوں سے چھوتا ہوں
کبھی نشتر جو کاٹ دے رگ و پے — میری نس نس میں ہوتا آیا ہے
میں نے لیکن لہو کے دامن میں — ڈال دی ہیں خیال کی کرنیں
رات لے کر سحر سجائی ہے — زخم پر ہنس کے جیت پائی ہے
چھین کر آنسوؤں سے موت کی آگ — ہر تبسم کو دے دیا ہے سہاگ
دل گنوایا ہے تیر کھایا ہے — عشق کو جاوداں بنایا ہے
ایک منزل شعور اور وجدان — ذہن اور دل کی ایک ہی میزان
اور یہ صاحبانِ سوزِ دروں — عشق کو دل میں مانتے ہیں جنوں

Scanned by CamScanner

اور ایسا جنوں کہ جس کا مکاں — یاکتابیں ہیں یا فقط مہ باغ

عشق ہے ان کی ایک رسمی لے — اور اپنا تو سارا نغمہ ہے

نام ہے اپنا سب حوالوں میں — بات کی لاج رکھنے والوں میں

زخم تلووں میں چند رکھتے ہیں — ہم مگر سر بلند رکھتے ہیں

دل ڈراتی ہے کھینچتی ہے کماں — دو گھڑی کی سیاست درباں

ہم کو لیکن لگن بھی آتی ہے — یار کی انجمن بھی آتی ہے

ہر زمانے میں ہم پہ حرف آئے — ہم نہ اپنے کیے پہ پچھتائے

اہلِ دنیا تو ایک ہوتے ہیں — لوگ بےچارے نیک ہوتے ہیں

حرف رکھنا انہی کو بھاتا ہے — ہم کو غصے پہ پیار آتا ہے

جس جگہ یہ کنول جلاتے ہیں — ہم وہاں کونپلیں اگاتے ہیں

ان کو بھاتی ہیں سنگ کی لہریں — اپنے تیشے کو دودھ کی نہریں

راستے سخت منزلیں بے نام! — دل نہیں ہارتے جنوں کے امام

زیست سہہ لے گی رات کا ہر وار — جگمگائیں گے چاند سے رخسار

آنچ پڑتی رہے گی ہر فن پر! — "تاب آتی رہے گی کندن پر

خوں پیے گی زمین گلشن کی! — ساکھ بڑھتی رہے گی ساون کی

Scanned by CamScanner

جشنِ بادِ صبا نہیں رُکتا
پھول کا قافلہ نہیں رُکتا
جب کبھی پھول سوکھ جاتے ہیں
اور آتے ہیں ـــــ اور آتے ہیں

Scanned by CamScanner

گریباں

مصطفیٰ زیدی

الحمد پبلی کیشنز

رانا چیمبرز۔ سیکنڈ فلور۔ (چوک پرانی انار کلی)۔ لیک روڈ۔ لاہور

Scanned by CamScanner

اُن نے کھینچا ہے مرے ہات سے داماں اپنا
کیا کروں گر نہ کروں چاکِ گریباں اپنا

میرؔ

Scanned by CamScanner

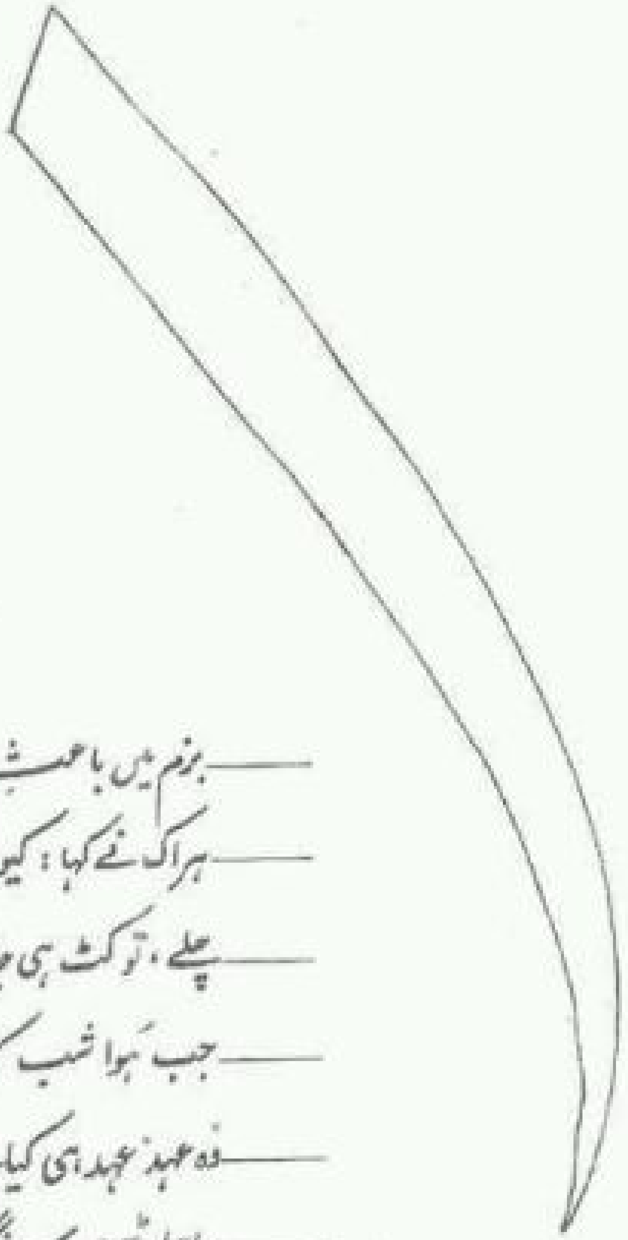

—— بزم میں باعثِ تاخیر ہُوا کرتے تھے

—— ہر اک نے کہا: کیوں تجھے آرام نہ آیا

—— چلے، تو کٹ ہی جائے گا سفر آہستہ آہستہ

—— جب ہُوا شب کو بدلتی ہُوئی پہلو آئی

—— وہ عہد عہد ہی کیا ہے، جسے نبھاؤ بھی

—— ساحلِ تیمز پہ سنگم کا صنم یاد رہا

—— غمِ دوراں نے بھی سیکھے غمِ یاراں کے چلن

—— شیریں زبانیوں کے دریچے اُجڑ گئے

—— تیرے چہرے کی طرح اور مرے سینے کی طرح

—— بیٹھا ہُوں سیہ بخت و مکدّر اسی گھر میں

—— حرف ہے شیشہ، ہونٹ ہیں ساغر، لفظ ہے جام

—— اب جی حدودِ سود و زیاں سے گزر گیا

Scanned by CamScanner

○

بزم میں باعثِ تاخیر ہُوا کرتے تھے
ہم کبھی تیرے عِناں گیر ہُوا کرتے تھے

ہائے اب بھُول گیا رنگِ حنا بھی تیرا
خط کبھی خُون سے تحریر ہُوا کرتے تھے

کوئی تو بھید ہے اِس طور کی خاموشی میں
ورنہ ہم حاصلِ تقریر ہُوا کرتے تھے

ہجر کا لُطف بھی باقی نہیں، اے موسمِ عقل
اِن دنوں نالۂ شبگیر ہُوا کرتے تھے

اِن دنوں دشت نوردی میں مزا آتا تھا
پاؤں میں حلقۂ زنجیر ہُوا کرتے تھے

Scanned by CamScanner

خواب میں تجھ سے ملاقات رہا کرتی تھی
خواب شرمندۂ تعبیر ہُوا کرتے تھے

تیرے الطاف وعنایت کی نہ تھی حد، ورنہ
ہم تو تقصیر ہی تقصیر ہُوا کرتے تھے

Scanned by CamScanner

○

ہر اک نے کہا ، کیوں تجھے آرام نہ آیا
سُنتے رہے ہم ، لب پہ ترا نام نہ آیا

دیوانے کو تکتی ہیں ترے شہر کی گلیاں
نِکلا ، تو اِدھر لَوٹ کے بدنام نہ آیا

مت پُوچھ کہ ہم ضبط کی کِس راہ سے گزُرے
یہ دیکھ کہ تجُھ پہ کوئی اِلزام نہ آیا

کیا جانیئے کیا بیت گئی دِن کے سفر میں
وُہ مُنتظرِ شام سرِ شام نہ آیا

یہ تِشنگیاں کل بھی تھیں اور آج بھی ، زیدی
اُس ہونٹ کا سایہ بھی مرے کام نہ آیا

Scanned by CamScanner

چلے، تو کٹ ہی جائے گا سفر آہستہ آہستہ
ہم اُس کے پاس جاتے ہیں، مگر آہستہ آہستہ

ابھی تاروں سے کھیلو، چاند کی کرنوں سے اٹھلاؤ
ملے گی اُس کے چہرے کی سحر آہستہ آہستہ

دریچوں کو تو دیکھو، چلمنوں کے راز تو سمجھو
اُٹھیں گے پردہ ہائے بام و در آہستہ آہستہ

زمانے بھر کی کیفیت سمٹ آئے گی ساغر میں
پیو اُن انکھڑیوں کے نام پر آہستہ آہستہ

یونہی اِک روز اپنے دِل کا قصہ بھی سُنا دینا
خطاب آہستہ آہستہ، نظر آہستہ آہستہ

○

جب ہوا شب کو بدلتی ہوئی پہلو آئی
مدتوں اپنے بدن سے تری خوشبو آئی

میرے مکتوب کی تقدیر کہ اشکوں سے دُھلا
میری آواز کی قسمت کہ تجھے چھو آئی

اپنے سینے پہ لیے پھرتی ہیں ہر شخص کا بوجھ
اب تو ان راہگزاروں میں مری خو آئی

یوں اُمڈ آئی کوئی یاد مری آنکھوں میں
چاندنی جیسے نہانے کو لبِ جُو آئی

ہاں، نمازوں کا اثر دیکھ لیا پچھلی رات
میں اِدھر گھر سے گیا تھا کہ اُدھر تُو آئی

مژدہ، اے دِل، کسی پہلو تو قرار آ ہی گیا
منزلِ دار کٹی، ساعتِ گیسو آئی

○

وُہ عہد عہد ہی کیا ہے، جسے نبھاؤ بھی
ہمارے وعدۂ اُلفت کو بھول جاؤ بھی

بھلا، کہاں کے ہم ایسے گمان والے ہیں
ہزار بار ہم آئیں، ہمیں بُلاؤ بھی

بگڑ چلا ہے بہت رسم خُود کشی کا چلن
ڈرانے والو، کبھی روز کر دکھاؤ بھی

نہیں کہ عرضِ تمنّا پہ مان ہی جاؤ
ہمیں اِس عہدِ تمنّا میں آزماؤ بھی

فغاں کہ قصۂ دل سُن کے لوگ کہتے ہیں
یہ کون سی نئی افتاد ہے، ہٹاؤ بھی

تمہاری نیند میں ڈوبی ہُوئی نظر کی قسم
ہمیں یہ ضد ہے کہ جاگو بھی اور جگاؤ بھی

Scanned by CamScanner

○

ساحلِ ٹیمز پہ سنگم کا صنم یاد رہا
ہم کو لندن میں ترا دیدۂ نم یاد رہا

پڑ گئے ذہن میں مدھم ترے چہرے کے نقوش
صرف اِک شعلۂ جوّالہ کا رم یاد رہا

ٹوٹتے جسم کی سب تشنگیاں محو ہوئیں
مسکراتے ہوئے ہونٹوں کا کرم یاد رہا

تنگیٔ ساعتِ آغوشِ جنوں بھول گئی
ایک سہما ہوا آہوئے حرم یاد رہا

اب نہ گزرا ہے، نہ گزرے گا کوئی دیوانہ
خاکِ صحرا کو بس اک نقشِ قدم یاد رہا

ہم ہیں، دو چار ادیب اور بھی ن۔ بے گے، زیدی
جن کو تلوار کے سائے میں قلم یاد رہا

Scanned by CamScanner

○

غمِ دوراں نے بھی سیکھے غمِ یاراں کے چلن
وہی سوچی ہوئی چالیں، وہی بے ساختہ پن

وہی اقرار میں انکار کے لاکھوں پہلو
وہی ہونٹوں پہ تبسّم، وہی ابرو پہ شکن

کس کو دیکھا ہے کہ پندارِ نظر کے باوصف
ایک لمحے کے لیے رُک گئی دِل کی دھڑکن

کون سی فصل میں اس بار ملے ہیں تجھ سے
کہ نہ اندیشۂ آداب، نہ فکرِ دامن

اب تو چُبھتی ہے ہوا برف کے میدانوں کی
اُن دِنوں جسم کے احساس سے جلتا تھا بدن

ایسی سُونی تو کبھی شامِ غریباں بھی نہ تھی
دِل بُجھے جاتے ہیں، اے تیرگیٔ صبحِ وطن!

Scanned by CamScanner

○

شیریں زبانیوں کے دریچے اُجڑ گئے
وہ لطفِ حرف و لذّتِ حُسنِ بیاں کہاں

پیچھے گزر گئی ہے ستاروں کی روشنی
یارو، بسا رہے ہو نئی بستیاں کہاں

اے منزلِ ابد کے چراغو، جواب دو
آگے اب اور ہوگا مرا کارواں کہاں

ہر شکل پر فرشتۂ رُخی کا گماں ہے
اس عالمِ جنوں کی نظر بندیاں کہاں

بن جائے گی علامتِ نُصرت بدن کی قید
زنداں سے چھُپ سکے گی مری داستاں کہاں

Scanned by CamScanner

○

تیرے چہرے کی طرح اور مرے سینے کی طرح
میرا ہر شعر دمکتا ہے نگینے کی طرح

پھول جاگے ہیں کہیں تیرے بدن کی مانند
اوس مہکی ہے کہیں تیرے پسینے کی طرح

اے مجھے چھوڑ کے طوفان میں جانے والی
دوست ہوتا ہے تلاطم میں سفینے کی طرح

اے مرے غم کو زمانے سے بتانے والی
میں ترا راز چھپاتا ہوں دفینے کی طرح

ترا وعدہ تھا کہ اِس ماہ ضرور آئے گی
اب تو ہر روز گزرتا ہے مہینے کی طرح

Scanned by CamScanner

بیٹھا ہوں سیہ بخت و مکدّر اِسی گھر میں
اُترا تھا مرا ماہِ منوّر اِسی گھر میں

اے سانس کی خوشبو، لبِ عارض کے پسینے
کھولا تھا مرے دوست نے بستر اِسی گھر میں

چٹکی تھیں اسی کُنج میں اُس ہونٹ کی کلیاں
مہکے تھے وہ اوقات میسّر اِسی گھر میں

افسانہ در افسانہ تھی مُڑتی ہوئی سیڑھی
اشعار در اشعار تھا ہر در اِسی گھر میں

ہوتی تھی حریفانہ بھی ہر بات پہ اِک بات
رہتی تھی رقیبانہ بھی اکثر اِسی گھر میں

Scanned by CamScanner

شرمندہ ہُوا تھا یہیں پندارِ امارت
جھکتا تھا فقیروں کا مقدر اِسی گھر میں

وُہ، جن کے درِ ناز پہ جُھکتا تھا زمانہ
آتے تھے بڑی دُور سے چل کر اِسی گھر میں

Scanned by CamScanner

○

حرف ہے شیشہ، ہونٹ ہیں ساغر، لفظ ہے جام
تیرا نام زباں پہ آیا تیرا نام

شیخ سے کم رُتبہ ہے مے خانے کا امام
مسلکِ دُنیا یہ ہے، تو اِس مسلک کو سلام

دُنیا داری نے دیں دار بنا ڈالا
اِس سے تو یہ اچھا تھا کہ ہو جاتے بدنام

آنے والے دِن کا اِستقبال کرو
گزری شام سے کیا لینا ہے، گزری شام

تم نے نصیری اور کہیں پہ سُنی ہو گی
اِس نگری میں یا ستّا ٹا یا کہرام

شہرِ وفا خالی کر جائیں، اے دِلِ زار
سب مرجائیں، رگھپتی راگھو راجا رام

Scanned by CamScanner

○

اب جی حُدودِ سُود و زیاں سے گزُر گیا
اچھا وہی رہا، جو جوانی میں مر گیا

پلکوں پہ آ کے رُک سی گئی تھی ہر ایک موج
کل رو لیئے، تو آنکھ سے دریا اُتر گیا

تجھ سے تو دل کے پاس مُلاقات ہو گئی
میں خُود کو ڈھونڈنے کیلئے در بہ در گیا

شامِ وطن! کچھ اپنے شہیدوں کا ذکر کر
جن کے لہُو سے صُبح کا چہرہ نکھر گیا

آکر، بہار کو تو جو کرنا تھا، کر گئی
الزام احتیاطِ گریباں کے سر گیا

زنجیر ماتمی ہے، تم، اے عاقلانِ شہر
اب کِس کو پُوچھتے ہو، دِوانہ تو مر گیا

Scanned by CamScanner

۲

وہ اک ستارہ کسی اور آسماں کا تھا

— اُفتاد

— سفر کو نکلے تھے ہم جس کی رہنمائی پر

— اَے مری حُسنِ قبا، اَے مری جانِ ناموس

— بہتان

— دُوری

— دیوار

— چراغاں

— ننگ و نام

— تہدید

— کہانی

— مُحبت

— تو مری شمعِ دل و دیدہ

— شہرِ جنوں میں جا مری محرومیوں کی رات

— تعبیر

— بدیسی

Scanned by CamScanner

اُفتاد

اے آتشِ تبسم و اے شبنمِ جمال
خاموش آنسوؤں کی طرح جل رہے ہیں ہم

تجھ کو خبر نہ ہو گی کہ دانش کے باوجود
برسوں ترے خیال میں پاگل رہے ہیں ہم

ہر بزمِ رنگ و رقص میں شرکت کے ساتھ ساتھ
تنہا رہے ہیں اور سرِ مقتل رہے ہیں ہم

دیکھا ہے تُو نے ہم کو بہاراں کے رُوپ میں
مجروح قافلے کی طرح چل رہے ہیں ہم

Scanned by CamScanner

سب سے عزیز دوست کی خوشیوں کی رازدار
زخموں کی داستانِ مفصّل رہے ہیں ہم

سب سے بڑے گناہ کی حسرت کے رُوبرُو
تیرے لئے خلوصِ مسلسل رہے ہیں ہم

Scanned by CamScanner

سفر کو نکلے تھے ہم جس کی رہ نمائی پر

سفر کو نکلے تھے ہم جس کی رہ نمائی پر
وُہ اِک ستارہ کسی اور آسمان کا تھا

جسے ہم اپنی رگِ جاں بنائے بیٹھے تھے
وُہ دوست تھا، مگر اِک اور مہربان کا تھا

عجیب دِن تھے کہ با وصفِ دُوریٔ ساغر
گمان نشّے کا تھا اور نشہ گمان کا تھا

بس ایک صُورتِ اخلاق تھی نگاہِ کرم
بس ایک طرزِ تکلّم مزا بیان کا تھا

Scanned by CamScanner

اس اہتمام سے وابستگی نہ تھی منظور
یہ اہتمام فقط دل کے امتحان کا تھا

ہوا نے چاک کیا، بارشوں نے دھو ڈالا
بس ایک حرف محبت کی داستان کا تھا

Scanned by CamScanner

اے مری حسنِ قبا، اے مری جانِ ناموس

اے مری حسنِ قبا، اے مری جانِ ناموس
میرے اس چاکِ گریباں کی خبر بھی لیتی

شہر کے نور کو سینے سے لگانے والی
روح کے قریۂ ویراں کی خبر بھی لیتی

جس کو اب تک نہیں یوں تجھ سے بچھڑنے کا یقیں
کبھی اس دیدۂ حیراں کی خبر بھی لیتی

اپنے ہاتھوں سے جلائی تھی جو میرے دل میں
اپنی اس شمعِ فروزاں کی خبر بھی لیتی

Scanned by CamScanner

جس نے اللہ کو مانا تھا ترے کہنے سے
کبھی اس شخص کے ایماں کی خبر بھی لیتی

تیرے آنچل میں ستارے، ترے چہرے پہ سحر
کاش اک شامِ غریباں کی خبر بھی لیتی

تیری تصویر سے روشن ہے قفس کا گوشہ
میری آرائشِ زنداں کی خبر بھی لیتی

تیرے مکتوب کی پلکوں پہ ہیں اب تک آنسو
کبھی اس جشنِ چراغاں کی خبر بھی لیتی

تیرا رومال مہکتا ہے ابھی تک مرے پاس
نکہتِ جسمِ غزالاں کی خبر بھی لیتی

اپنے شوہر کے شبستاں کو سجانے والی
اپنے شاعر کے بیاباں کی خبر بھی لیتی

Scanned by CamScanner

بُہتان

کیا یہی ہونٹ ہیں، جو مرے واسطے
انگبیں تھے، مئے ناب تھے، آگ تھے

کیا یہی جسم ہے، جس کے سب زاویئے
میرے آغوش میں راگ ہی راگ تھے

ہاں بڑی چیز ہے راہ و رسمِ جہاں
دوست، خاوند، بہنیں، قفس، پاسباں

ننگ و ناموس ——— پیلنے کی چنگاریاں
وہ ترا امتحاں ——— یہ مرا امتحاں

دکھ دیا اپنے رشتوں کا تُو نے بھرم
آبگینہ تھا دِل، اس کو بھی سہہ گیا

تو سبھی مُجھے "بھائی" کہتی رہی اور میں
کیا بتاؤں، بس تُجھے دیکھتا رہ گیا

Scanned by CamScanner

دُوری

پہلے تیری محبتیں چُن کر
آرزُو کے محل سجاتے تھے

بے نیازانہ زیست کرتے تھے
صرف تجھ کو گلے لگاتے تھے

زندگی کی متاعِ سوزاں کو
تیری آواز لُوٹ جاتی تھی

تیرے ہونٹوں کی لَے اُبھرتے ہی
زخم کی تان ٹُوٹ جاتی تھی

Scanned by CamScanner

تو کنول تھی، ایاغ تھی، کیا تھی
روشنی کا سُراغ تھی، کیا تھی

میرا دِل تھی، دماغ تھی، کیا تھی
ساری دُنیا چراغ تھی، کیا تھی

اور اب، یا شراب پیتے ہیں
یا، فلک کو دعائیں دیتے ہیں

تیرے خاوند کی معیت میں
دُور سے تجھ کو دیکھ لیتے ہیں

Scanned by CamScanner

دیوار

تیرے کمرے کی یہ دیوار تو کچھ چیز نہیں
دل کے آگے سے یہ دیوار ہٹے تو جانیں

دل کی دیوار سے بڑھ کر کوئی دیوار نہیں
ذہن کی دھار سی جیسی کوئی تلوار نہیں
اپنے پندار سے آگے کوئی پندار نہیں

بیچ سے اپنا یہ پندار ہٹے، تو جانیں

تو اُدھر اپنے خیالات میں جلتی ہو گی!
میں اِدھر اپنی جراحت میں پھنکا جاتا ہوں

Scanned by CamScanner

اس جراحت کے لئے کوئی مسیحا بھی نہیں
تیرا آنچل بھی نہیں ہے، تیرا سایا بھی نہیں
اس میں ماضی تو کہاں وعدۂ فردا بھی نہیں

دوش و فردا کا یہ انبار ہٹے، تو جانیں

ہٹ چکے ہیں ترے ہونٹوں سے نہ ملنے کے حجاب
اب تری روح کا انکار ہٹے، تو جانیں

Scanned by CamScanner

چراغاں

تری راہ پر ہم نے کلیاں بکھیری تھیں، تارے
سجائے تھے، کیا کچھ کیا تھا
جو برسوں سے چاک و دریدہ چلا آرہا تھا، وہ
اپنا گریباں سیا تھا
نئے پھول مالی سے منگوائے تھے، بام و در پر نیا
رنگ و روغن کیا تھا
کتابیں سلیقے سے رکھ دی تھیں، بوتل ہٹا دی
تھی گھر میں چراغاں کیا تھا
اگر علم ہوتا کہ تو آج کی شب نہ آئے گی، تو
حسب معمول رہتے
ترے غم کی مدھم سی آتش میں جلتے، مگر تجھ
سے دل کی حکایت نہ کہتے

Scanned by CamScanner

نہ کہتے کہ اب ایک اک رگ سے، اک ایک
مُوئے بدن سے دُھواں اُٹھ رہا ہے
جو ٹھیرا تھا اپنی خودی کی سرائے میں، وہ ضبط
کا کارواں اُٹھ رہا ہے

تجھے آج تک خط نہ لکھا تھا اور آج بھی یہ نہ
لکھتے کہ ہم مر رہے ہیں
نگاہوں سے سب کچھ بتاتے، اشارے سے کہتے کہ
دل کو لہو کر رہے ہیں

مگر تیری غفلت نے (شاید ترے شیوۂ امتحاں نے)
یہ منزل دکھا دی
کہ تھم تھم کے آنسو نکلتے تھے پہلے، مگر آج تو
دل کی ندی چڑھا دی

Scanned by CamScanner

اُٹھے تھے کہ جشنِ چراغاں منائیں، مگر دِل کے
سارے دیئے سو گئے ہیں
چلے تھے کہ دُنیا کو رستہ دکھائیں اور اب
جیسے جنگل میں خود کھو گئے ہیں'

Scanned by CamScanner

ننگ و نام

صُبح تک آتی ہے سینے سے کسی کی آواز
ہائے، یہ سِلسلۂ شامِ غریباں، زیدی

تُو مرے واسطے کیوں مَوردِ الزام ہُوا
تُو نے کیوں ترک کیا رشتۂ یاراں، زیدی

اب نہ وُہ کوچہ و بازار میں آنا جانا
اب نہ وُہ صُحبتِ اصحابُ ادیباں، زیدی

اب ترے غم پہ زمانے کو ہنسی آتی ہے
پھُول جلتا ہے، تو کھِلتا ہے گُلستاں، زیدی

Scanned by CamScanner

تیرے نزدیک سے کترا کے نکل جاتے ہیں
تیرے ایوانِ لب و فکر کے درباں، زیدی

لکہر و افسر و اورنگ مٹا کر تو نے
وضع کی صورتِ مستورِ فقیراں، زیدی

آج اک گوشۂ گمنام میں افتادہ ہے
کل ترے نام سے تھا نام نگاراں، زیدی

تیرے وجدان کا خورشید کہاں ڈوب گیا
کیا ہوا فلسفۂ عصمتِ عصیاں، زیدی

ہائے تو راکھ کی مانند بجھا بیٹھا ہے
شعلہ رُخ، شعلہ صفت، شعلہ خراماں، زیدی

میں ترے نام کی لَو، میں ترا روشن آغوش
میرے رُسوا، مرے حیراں، مرے ویراں، زیدی

Scanned by CamScanner

میں نے یُوں اپنے سلاسل کی نہیں کی پروا
ٹوٹ جائے نہ کہیں سلسلۂ جاں، زیدی

اس لیے آئی ہُوں ناموس سے غافل ہو کر
تو نہ ہو جائے کہیں چاک گریباں، زیدی

رشتہ و رسم کو اس واسطے ٹھکرایا ہے
تو نہ رہ جائے کہیں بے سر و ساماں، زیدی

کیسے سینے کی اِس آواز کو سمجھاؤں میں
میرے سینے میں مزا میر نہ الحاں، زیدی

وُہ مُجسّم کوئی آیت، کوئی نُورِ افلاک
میں پراگندہ نہ مُلحِد، نہ مسلماں، زیدی

میں کہ محصُور ہُوں افکار کی دیواروں میں
وہ کہاں اور کہاں وحشتِ زنداں، زیدی

Scanned by CamScanner

آگ کے سامنے جس طرح کوئی موم کا بُت
دھوپ میں جیسے طلسمات کی پریاں؛ زیدی

ایک ننھی سی کِرن اور اُمڈتے بادل
ایک چھوٹی سی کلی اور بیاباں ، زیدی

میں تو بس ایک دِیا تھا، سو کہیں جَل بُجھتا
اُس نے کیوں چھوڑ دیا جشنِ چراغاں؟ زیدی

Scanned by CamScanner

تہدیہ

مُغاں سے لُطفِ ملاقات لے کے آیا ہُوں
نگاہِ پیرِ خرابات لے کے آیا ہُوں

زمیں کے کرب میں شامل ہُوا ہُوں، راہ رَو
فقیرِ راہ کی سوغات لے کے آیا ہُوں

نظر میں عصرِ جواں کی بغاوتوں کا غرور
جگر میں سوزِ روایات لے کے آیا ہُوں

یہ فکر ہے کہ یُونہی تیری روشنی پہ چمکے
گناہ گار ہُوں، ظلمات لے کے آیا ہُوں

بُہت سے آئے ہیں تیری گلی میں، لیکن میں
سوالِ عزتِ سادات لے کے آیا ہُوں

Scanned by CamScanner

کہانی

بچّو، ہم پر ہنسنے والو، آؤ، تمہیں سمجھائیں
جس کے لیئے اس حال کو پہنچے، اس کا نام بتائیں

رُوپ نگر کی اک رانی تھی، اس سے ہُوا لگاؤ
بچّو، اس رانی کی کہانی سُن لو اور سو جاؤ

اُس پر مرنا، آہیں بھرنا، رونا، کُڑھنا، جلنا
آب و ہوا پر زندہ رہنا، انگاروں پر چلنا

ہم جنگل جنگل پھرتے تھے اس کے لیئے دیوانے
رِشی بنے، مجنوں کہلائے، لیکن ہار نہ مانے

Scanned by CamScanner

برسوں کیا کیا چنے چبائے، کیا کیا پاپڑ بیلے
لہروں کو ہمراز بنایا، طوفانوں سے کھیلے

دفتر بھولے، بستر بھولے، پینے لگے شراب
پل بھر آنکھ لگے، تو آئیں اُلٹے سیدھے خواب

نیندیں کیا کیا دیکھیں، تڑپیں، روئیں، اُٹھ اُٹھ جائیں،
سو جانے کی گولی کھائیں، اِنجکشن لگوائیں

آخر وہ اک خواب میں آئی سُن کے ہمارا حال
کویل جیسی بات تھی اس کی، ہرنی جیسی چال

کہنے لگی: کوئی جی، تیرا حال نہ دیکھا جائے
میں نے کہا کہ رانی اپنی پرجا کو بہلائے

کہنے لگی کہ تو کیا لے گا: سونا، چاندی، ہار
میں نے کہا کہ رانی، تیرے مکھڑے کی تلوار

Scanned by CamScanner

پھر دِل کے آنگن میں اُترا اس کا سارا رُوپ
اُس چہرے کی شیتل کرنیں، اس مُکھڑے کی دھوپ

دھوپ پڑی، تو کھل گئیں آنکھیں، کھُل گیا سارا بھید
غش کھایا، تو دوڑے آئے مُنشی، پنڈت، وید

وہ دن ہے اور آج کا دن ہے چھُٹ گیا کھانا پانی
چھُٹ گیا کھانا پانی، بچّو، ہو گئی ختم کہانی

میری کہانی میں لیکن اک بھید ہے، اس کو پاؤ
چاند کو دُور ہی دُور سے دیکھو، چاند کے پاس نہ جاؤ

نہ اپنے گھر ہی اُس کو بُلاؤ

مُحبّت

تو مری شمعِ دل و دیدہ، مری معصومہ
پیار کی دُھوپ میں نکلی، تو پگھل جائے گی

کھولتا، گونجتا لاوا ہے مرے جسم کا لمس
تو مرے ہونٹوں کو چُھولے گی، تو جل جائے گی

تتلیاں چُن، ابھی خاروں کی طلب گار نہ بن
اپنے بالوں کو سجا، ماتمِ افکار نہ بن!

ناچ سنگیت پہ، طُوفان کی رفتار نہ بن
لوریاں سیکھ، مرے درد میں غم خوار نہ بن

Scanned by CamScanner

میرا دل وقت کے طوفان میں ہے ایسی چٹان
اس سے شیشہ جو لگے گا، تو بکھر جائے گا

ابدی نیند کا پیغام ہے میرا آغوش
جو مری گود میں آئے گا، وہ مر جائے گا

Scanned by CamScanner

تو مری شمعِ دل و دیدہ

وُہ کوئی رقص کا انداز ہو، یا گیت کا بول
میرے دِل میں تری آواز اُبھر آتی ہے

تیرے ہی بال بکھر جاتے ہیں دیواروں پر
تیری ہی شکل کِتابوں میں نظر آتی ہے

شہر ہے یا کسی عیّار کا پُر ہَول طِلسم
تو ہے یا شہرِ طلسمات کی ننھی سی پَری

ہر طرف سَیلِ رواں، بس کا دُھواں، ریل کا شور
ہر طرف تیرا خُنک گام، تری جلوہ گری

Scanned by CamScanner

ایک اک رگ تری آہٹ کیلئے چشم بہ راہ
جیسے تُو آئے گی، بس کوئی گھڑی جاتی ہے

تیری پرچھائیں ہے یا تُو ہے مرے کمرے میں
بلب کی تیز چمک ماند پڑی جاتی ہے

ٹینک سڑکوں پہ چلیں جیپ کے آگے پیچھے
دِن گزرتا ہے ترا سایۂ ابرو لے کر

فلسفے تُند حقائق کی شعاعیں ڈالیں
شام آتی ہے تری آنکھ کا جادُو لے کر

لنگر انداز ہوں ساحل پہ مشینوں کے جہاز
رات ڈھل جاتی ہے مہکے ہُوئے گیسُو لے کر

میں اسی گیس کی دُنیا میں تعفّن کے قریب
شعر لکھتا ہوں ترے جسم کی خُوشبُو لے کر

Scanned by CamScanner

شہرِ جنوں میں جا مری محرومیوں کی رات

شہرِ جنُوں میں جا، مری محرومیوں کی رات
اُس شہر میں، جہاں ترے خُوں سے حِنا بنے

یُوں رائیگاں نہ جائے تری آہِ نیم شب
کچھ جنبشِ نسیم بنے، کچھ دُعا بنے

اس رات دِن کی گردشِ بے سُود کی بجائے
کوئی عمودِ فکر، کوئی زاویہ بنے

اِک سمت اِنتہائے اُفق سے نمُود ہو
اِک گھر دیارِ دیدہ و دل سے جُدا بنے

Scanned by CamScanner

اِک داستانِ کربِ کم آموز کی جگہ
تیری ہزیمتوں سے کوئی واقعہ بنے

تُو ڈھونڈنے کو جائے تڑپنے کی لذّتیں
تجھ کو تلاش ہو کہ کوئی بے وفا بنے

وُہ سر بہ خاک ہو تری چوکھٹ کے سامنے
وُہ مرحمت تلاش کرے، تو خُدا بنے

Scanned by CamScanner

تعبیر

مجھے یقیں تھا کہ تُم نہیں ہو

تھکے ہُوئے کھڑکیوں کے چہرے
جلی ہُوئی آسماں کی رنگت

سیاہ، آفاق تک بگولے
لہُو کے آتش فشاں کی ساعت

وجُود پر ایک بوجھ سا تھا
نہ صُبحِ وعدہ، نہ شام فرقت

اسی مہیب، آتشیں گھڑی میں
کسی کی دستک سُنی تو دِل نے

Scanned by CamScanner

کہا کہ صحرا کی چوٹ کھائے
کوئی غریب الدیار ہو گا

یہ سچ کہ دل کی ہر ایک دھڑکن
تمہارے درشن کے واسطے تھی

حیات کا ایک ایک لمحہ
تمہاری آہٹ کا منتظر تھا

مگر اک ایسے دیارِ غم میں
جہاں کی ہر چیز خشمگیں ہو
مجھے یقیں تھا کہ تم نہیں ہو

۲

زمیں سکتے میں ہے کہ کیوں کر
زمیں پہ ماہ تاب اُترا!

Scanned by CamScanner

یہ آگ کیسے بنی شبستاں
کہاں سے آنکھوں کا خواب اُترا

۳

روایتوں کی ہزار صدیوں
سے بڑھ کے یہ لمحۂ حسیں ہے

لہو میں پھولوں کے حاشیے ہیں
اُداس کاسے ہیں انگبیں ہے

یہ تم ہو، یہ ہونٹ ہیں، یہ آنکھیں
مجھے یقیں ہے، مجھے یقیں ہے

Scanned by CamScanner

بدیسی

ساتِ سمندر پار سے گوری آئی پیا کے دیس،
رُوپ بدیسی، لیکن جیون پُورب کا سندیس

لمبی لمبی پلکیں، جن میں تلواروں کی کاٹ
نیلی نیلی آنکھیں، جیسے جمنا جی کے پاٹ

اَنکھڑیاں یا ٹھنڈے ٹھنڈے دریاؤں میں سیپ
روشن روشن چہرہ، جیسے دیوالی کا دیپ

گندم کی جیسی رنگت کے نرم، سنہرے کیس
آئی پیا کے دیس،

تپتی دھرتی، جلتا سُورج، نئی نئی ہر بات
اٹھارہ گھنٹوں کے دِن، اور چھے گھنٹوں کی رات

نئے نئے کپڑے پہنے اور سیکھے دُوجے ڈھنگ
نئی نویلی بولی بولے گھر والوں کے سنگ

ٹوٹی پھوٹی اُردو، جس کے اُلٹے سیدھے بھیس
آئی پیا کے دیس

Scanned by CamScanner

۳

—— آدمی

—— انقلاب

—— اِنرہوسٹس

—— پیشہ

—— پہلے ہی دن سے ہے مجھ پہ یہ شستن کی ضرورت

—— دیکھنا اہلِ جنوں ، ساعتِ جہد آ پہنچی

—— نہ کوئی تخیلی تصویر ، نہ کوئی نغمہ (ترجمہ)

—— پیدائش سے پہلے (ترجمہ)

—— رسٹ ہاؤس

—— نیا وطن

Scanned by CamScanner

آدمی

مجھ کو محصور کیا ہے مری آگاہی نے
میں نہ آفاق کا پابند، نہ دیواروں کا
میں نہ شبنم کا پرستار، نہ انگاروں کا
اہلِ ایقان کا حامی نہ گنہگاروں کا

نہ خلاؤں کا طلب گار، نہ سیاروں کا

زندگی دُھوپ کا میدان بنی بیٹھی ہے

اپنا سایہ بھی گریزاں، ترا داماں بھی خفا
رات کا رُوپ بھی بے زار، چراغاں بھی خفا
صُبحِ یاراں بھی خفا، شامِ غریباں بھی خفا
دُزدِ ایماں بھی خفا، اور نگہباں بھی خفا

Scanned by CamScanner

خوُد کو دیکھا ہے، تو اس شکل سے خوف آتا ہے

ایک مبہم سی صدا گنبدِ افلاک میں ہے
تارِ بے مایہ کسی دامنِ صد چاک میں ہے
ایک چھوٹی سی کرن مہر کے ادراک میں ہے
جاگ، اے رُوح کی عظمت کہ مری خاک میں ہے

Scanned by CamScanner

اِنقلاب

یُوں ہُوا مُنتظِر ساعتِ نو ہے جیسے
ایک اِک لمحے کی آواز شبستاں بن جائے

ایک اِک لمحہ دبے پاؤں بڑھا آتا ہے
کاش یہ سخت زمیں ابرِ خراماں بن جائے

قُفلِ زنداں کی ابھی آنکھ لگی ہے شاید
آنکھ کھُل جائے، تو ہر خواب بیاباں بن جائے

ایک اِک سانس پہ ہے ساعتِ فردا کا مدار
پھُول بن جائے کہ آتش کدۂ جاں بن جائے

ایک اِک لہر کے مِلنے کی صدا آتی ہے،
جانے کب سوزِ جگر پورشِ طوفاں بن جائے

Scanned by CamScanner

ایئر ہوسٹس

شہر کی روشنیاں کرمکِ آوارہ ہیں
نہ وہ ہوٹل کے دریچے، نہ وہ بجلی کے ستون
نہ وہ اطراف، نہ ہنگامے کا گم نام سکون
ہر گھڑی ساعتِ پرواز بنی جاتی ہے

سیکڑوں فیٹ تلے رینگ رہی ہوگی زمیں
کہیں پٹرول کے مرکز، کہیں سڑکوں کا غبار
تار کے آہنی کھمبوں کی طرح راہ گزار
مختلف لوگوں کی آواز بنی جاتی ہے

تیرے لہجے میں ہے ترغیب کی یہ کیفیت
کہ مشینوں کی فضا ساز بنی جاتی ہے

اے مرے دل کے دھڑکنے سے بہ ظاہر غافل
تیری صُورت تری غمّاز بنی جاتی ہے

ہم سفر انجمنیں گرم کیے بیٹھے ہیں
تو مرا سب سے بڑا راز بنی جاتی ہے

Scanned by CamScanner

پیشہ

"چھوڑو، میاں، یہ مشغلۂ شعر و شاعری
آؤ، شکار کے لیئے کہسار کو چلیں

اِک مہ جبیں کے واسطے رونے سے فائدہ
تسکینِ قلب کے لیئے بازار کو چلیں

ہاں جنتِ نگاہ بھی ہو، رنگ و رقص بھی
بے شک کسی حسینہ کے دربار کو چلیں"

ہاں تاج و تخت میں بھی ہے اِک کیفیت مگر
میں کیسے اپنے فقر کا پندار چھوڑ دوں

کس طرح اپنے سائے کو خود سے جدا کر دوں
کیوں کر یہ طبعِ شاعرِ خوددار چھوڑ دوں

دستار کیسے پھینک دوں ٹھوکر کے واسطے
میخانہ کیسے چھوڑ دوں دفتر کے واسطے

Scanned by CamScanner

پہلے ہی دن سے ہے مجھ پر یہ سخن کی صورت

پہلے ہی دن سے ہے مجھ پر یہ سخن کی صورت
شعر میں دل کا لہو آئے چمن کی صورت

رات کو انجمنِ ذہن میں عریاں ہو کر
جگمگاتی ہے زمیں تیرے بدن کی صورت

ناز کرتی ہے فضا شاہدۂ شب کی طرح
کھیلتی چلتی ہے آواز پون کی صورت

ہائے وہ عارضِ گلنار شفق کی مانند
ہائے وہ رقصِ پُر اسرار کرن کی صورت

Scanned by CamScanner

نظر آتی ہے ہر اک حرف کے آئینے میں
کبھی دُشمن کی، کبھی یارِ کہن کی صُورت

کہیں تاریکیٔ افکار میں نکلا ہُوا چاند
اور کہیں چاند کے پہلُو میں گہن کی صُورت

کہیں تخئیل کے سینے میں پہاڑوں کی اُٹھان
کہیں احساس کے بازو پہ رسن کی صُورت

ایک اک ذرّہ چمکتا ہے ستارہ بن کر
ایک اک یاد تڑپتی ہے وطن کی صُورت

Scanned by CamScanner

دیکھنا اہلِ جنوں ساعتِ جہد آ پہنچی

دیکھنا، اہلِ جنوں، ساعتِ جہد آ پہنچی
اب کے توہینِ لبِ دار نہ ہونے پائے

اب کے کھل جائیں خزانے نفسِ سوزاں کے
اب کے محرومیٔ اظہار نہ ہونے پائے

یہ جو غدار ہے اپنی ہی صفِ اوّل میں
غیر کے ہات کی تلوار نہ ہونے پائے

یوں تو ہے جوہرِ گفتار بڑا وصف، مگر
وجہ بیماریٔ کردار نہ ہونے پائے

Scanned by CamScanner

ایسے زخموں کی جراحت سے محبّت سیکھو
جن کو مرہم سے سروکار نہ ہونے پائے

دشت میں خُونِ حُسینؑ ابنِ علیؑ بہہ جائے
بیعتِ حاکمِ کُفّار نہ ہونے پائے

یہ نئی نسل اِس انداز سے نکلے سرِ رزم
کہ مُؤرّخ سے گنہگار نہ ہونے پائے

Scanned by CamScanner

نہ کوئی مخملی تصویر نہ کوئی نغمہ (ترجمہ)

نہ کوئی مخملی تصویر، نہ کوئی نغمہ
میرے مفہوم کو مفہوم بنا سکتا ہے

اس لیئے، میں نے وہ الفاظ چُنے ہیں جن سے
میرے افکار، تعیش کی حدوں سے باہر
اِک نیا دائرہ ذہن بنا سکتے ہوں

دائرہ، جس میں نہیں فکر و نظر کا اُلجھاؤ
اور آئیں گے؛ اگر چاہو، تو تُم بھی آجاؤ

(لوئی میک نیس)

Scanned by CamScanner

پیدائش سے پہلے (ترجمہ)

ابھی میں پیدا نہیں ہُوا ہوں، مری سُنو

اِن لہُو کے پیاسے مہیب چُوہوں کو، ان کھِچل پائیوں کو،
چمگادڑوں کو میرے قریب آنے سے باز رکھو

ابھی میں پیدا نہیں ہُوا ہوں؛ مجھے سنبھالو
مجھے یہ ڈر ہے، کہیں یہ انساں حصار میں گھیر لے نہ مُجھ کو
دواؤں سے مجھ کو بھی سُلا دے

حروفِ دانش سے غم بُھلا دے
لہُو کا کچھ ذائقہ چکھا دے

Scanned by CamScanner

مری فنا، جس میں وُہ مری زندگی کی ساعت گزار
دیں گے

ابھی میں پیدا نہیں ہوا ہُوں، ذرا یہ ناٹک بھی مجھے
سکھا دو
بزرگ جب وعظ کر رہے ہوں، تو اپنا سر کس
طرح ہلاؤں؟
میں زعمِ طاقت کے سامنے کیا کروں؟
پہاڑوں کے جبر و ہیبت کے سامنے کیا کروں؟
حقارت کے سامنے، طنزیہ محبت کے سامنے کیا
کروں؟

میں کیا کروں، جب سفید مُوجیں مجھے جنوں کی
طرف بُلائیں؟
میں کیا کروں، جب مہیب صحرا مجھے تباہی
پہ ورغلائیں؟
میں کیا کروں، جب فقیر میرے کرم کی دولت سے
ڈر رہے ہوں؟

Scanned by CamScanner

ابھی میں پیدا نہیں ہُوا ہوں، مجھے ضرورت ہے
صاف پانی کی،
سبزہ زاروں کی، پیڑ کی چھاؤں کی، کُھلے آسمان کی
چڑیوں کے چہچہوں کی

مجھے ضرورت ہے ذہن کی صاف چاندنی کی
مجھے ضرورت ہے روشنی کی

ابھی میں پیدا نہیں ہُوا ہوں، مرے گناہوں کو
بخش دینا
گناہ جو میری ذات کے نام پر کرے گی تمہاری دُنیا
جو لفظ مجھ کو ادا کریں گے
خیال جو مجھ کو وا کریں گے

مری دعا، جس کو غیر کی سازشوں نے میری بنا دیا ہے
مری حیات گرسنہ، جو قاتلوں نے خود مجھ سے
چھین لی ہے

Scanned by CamScanner

میں کیا کروں

جب مرے ہی بچے مجھی پہ دشنام کر رہے ہوں؟

ابھی میں پیدا نہیں ہُوا ہوں، مری سنو ——
مجھ کو ایسے اِنسان سے بچاؤ، جو بھیڑیا ہے
اور ایسے انسان سے بھی، جو یہ سمجھ رہا ہو کہ
وُہ خُدا ہے
ابھی میں پیدا نہیں ہُوا ہوں، مری رگوں میں وُہ
خون بھر دو،
جو میری انسانیت کو اغیار سے بچا لے
جو سوچتے ہیں کہ میں مشین اور موت بن جاؤں،
ان کے افکار سے بچا لے
جو چاہتے ہیں کہ میں بس ایک شکل و صورت
بن جاؤں، ان کے اصرار سے بچا لے
مرے مکمل وجود کو ٹوٹنے کے اِدبار سے بچا لے
مجھے نہ راس آئے گا ہوا پر ذرا سے تنکے کی
شکل بننا،

ہتھیلیوں پر نحیف قطرے کی شکل بنا
مجھے نہ پتھر کی زندگی چاہیئے، نہ قطرے کی
چار سانسیں
اگر یہ ممکن نہیں، تو اس راستے سے مجھ کو
جدا بھی کر دو

ابھی میں پیدا نہیں ہوا ہوں
ابھی سے مجھ کو فنا بھی کر دو

(لوئی میک نیس)

Scanned by CamScanner

ریسٹ ہاؤس

یہ گاؤں، سہمے ہوئے شِیر خوار کی مانند
گھروں کی تیرہ و تاریک خوابگاہوں میں
پڑا ہوا ہے —— اندھیرے میں آنکھ کھولے ہوئے

ہَوا، مہیب ہَوا، تند بھیڑیے کی طرح
ہر ایک پیڑ سے بے واسطہ لپٹتی ہے
ہر اِک چراغ کی لَو کی طرف لپکتی ہے

سوائے ایک شجر کے، جو اس کا مسکن ہے
سوائے تاجِ شہی کے جو صاحبِ فن ہے
سوائے ایک دِیئے کے، جو اب بھی روشن ہے

Scanned by CamScanner

قبائے ساز

مصطفیٰ زیدی

الحمد پبلی کیشنز
رانا چیمبرز۔ سیکنڈ فلور۔ (چوک پرانی انار کلی) ۔ لیک روڈ۔ لاہور

Scanned by CamScanner

تار و پود

دل میں وہ درد تنہاں ہے کہ بتائیں کس کو ۷
زخمِ سفر ۸
حمد ۱۴
آدمی ۱۷
کیا کیا نظر کو شوقِ ہوس دیکھنے میں تھا ۱۸
طلسم ۱۹
تخلیق ۲۰
تہذیب ۲۲
تشکیک ۲۲
اندیشہ ہائے دور و دراز ۲۵
تنہ ۲۷
کفِ ذہن سے نہ دروازۂ دوراں سے ملا ۲۹
سچائی ۳۰
لبِ مرگ ۳۱
سایہ ۳۲
دردِ دل بھی غمِ دوراں کے برابر سے اٹھا ۳۴
حال احوال ۳۵
کونپلیں ریت سے پھوٹیں گی سرِ دشتِ وفا ۳۷
جس دن سے اپنا طرزِ فقیرانہ چھٹ گیا ۳۸
شہرِ جنوں میں چل ۳۹
غمِ دوراں نے بھی سیکھے غمِ جاناں کے چلن ۴۰
منزل منزل ۴۱
کارواں ۴۳
نئی آبادی ۴۴
روکتا ہے غمِ اظہار سے پندار مجھے ۴۵
ڈھلے گی رات، آئے گی سحر آہستہ آہستہ ۴۷
آندھی چلی تو نقشِ کفِ پا نہیں ملا ۴۸
واقف نہیں اس راز سے آشفتہ سراں بھی ۴۹
دستور ۵۰
ذنیے ۵۲
زبانِ غیر سے کیا شرحِ آرزو کرتے ۵۳
سفرِ آخرِ شب ۵۴
لاحل ۵۶
ناشناس ۱ ۵۷
ناشناس ۲ ۵۹
رہ و رسمِ آشنائی ۶۱
بجھ گئی شمعِ حرم بابِ کلیسا نہ کھلا ۶۲
۶۵

Scanned by CamScanner

ایک شام ۶۷
تری جنسی ۷۰
اس قدر اب غمِ دوراں کی فراوانی ہے ۷۲
طیارہ ۷۳
ارزِ بخشش ۷۴
جب ہوا شب کو بدلتی ہوئی پہلو آئی ۷۶
ہم کافروں کی مشقِ سخن ہائے گفتنی ۷۷
بزم میں باعثِ تاخیر ہوا کرتے تھے ۷۸
نہاں ہے سب سے مراد دردِ سینۂ بیتاب ۷۹
بے تختی ۸۱
کاروبار ۸۶
ساری محفل لطفِ بیاں پر جھوم رہی ہے ۸۷
بازار ۸۸
دشنۂ جام و سبو ۹۰
ایک گمنام سپاہی کی قبر پر ۹۲
ایک نوحہ ۹۴
آواز کے سائے ۹۶
یہ آدمی کی گزرگاہ ۹۸
گانے والیاں ۱۰۴
دیوانوں پہ کیا گذری ۱۰۵
گنہگار ۱۰۶
قطعات ۱۰۷
فرار ۱۱۱
محبت ۱۱۲
خزانہ ۱۱۳
ہار جیت ۱۱۴
فسادِ ذات ۱۱۷
اسی گھر میں ۱۱۹
وہ اجنبی ۱۲۱
اعتراف ۱۲۲
تو مری شمعِ دل و دیدہ ۱۲۴
نذرِ حسنا ۱۲۵
ایک عصرانہ ۱۲۷
بہرا ۱۲۸
ہم لوگ ۱۳۰
رفتگاں ۱۳۱
سودا ۱۳۲
اندوہِ وفا ۱۳۳
وصال ۱۳۴
فراق ۱۳۶

Scanned by CamScanner

دِن کی اک اک بُوند گراں ہے، اک اک جُرعۂ شب نایاب
شام و سَحَر کے پیمانے میں جو کچھ ہے، ڈر ڈر کے پیو
آہستہ آہستہ برتو اِن گِنتی کی سانسوں کو
دِل کے ہات میں شیشۂ جاں ہے، قطرہ قطرہ کر کے پیو

Scanned by CamScanner

”نغمگی کے قدِّ بالا پر قبائے سازِ تنگ“

بُخاری

Scanned by CamScanner

○

دل میں وُہ دردِ نہاں ہے کہ بتائیں کِس کو
ہاں اگر ہے تو کوئی محرمِ اسرار سُنے

خلوتِ ذہن کے ہر راز کی سرگوشی کو
یہ نہ ہو جائے کہ بازار کا بازار سُنے

نرمئ رمز و کنایہ کا تقاضا یہ ہے
پرتوِ شاخ کہے، سایۂ دیوار سُنے

ہونٹ ہِلنے بھی نہ پائیں کہ معانی کُھل جائیں
لمحۂ شوق کہے، ساعتِ دیدار سُنے

مَیں تو سو مرتبہ تیشے کی زباں سے کہہ دُوں
تُو جو افسانۂ فرہاد بس اِک بار سُنے

Scanned by CamScanner

زخمِ سفر

ہزار راہِ مُغیلاں ہے کارواں کے لیے
لہُو کا رنگ ہے تزئینِ داستاں کے لیے
قدم قدم پہ بڑی سختیاں ہیں جاں کے لیے
کئی فریب کے عشوے ہیں اِمتحاں کے لیے
زمانہ یُوں تو ہر اِک پر نظر نہیں کرتا
قلم کی بے اَدَبی درگزر نہیں کرتا

قلَم میں لرزشِ مژگاں، قلَم میں رشتۂ جاں
قلَم میں زمزمہ و رَم، قلَم میں شور و فغاں
قلَم میں جشنِ عُروسی، قلَم میں بیوگیاں
قلَم میں کوہ و بیاباں، قلَم میں کاہکشاں
قلَم میں حِلم بھی ہے ناز اَور وقار بھی ہے
اذانِ صُبح بھی ہے، شامِ بادہ خوار بھی ہے

Scanned by CamScanner

اسی کے دم سے گھٹاؤں کے سُرمئی آنچل
اسی سے ہونٹ بہاراں، اسی سے آنکھ کنول
یہی کُلاہ کا ہیرا، یہی کمان کا بَل
یہی ہے صبحِ گلستاں، یہی شبِ مقتل
بغیر اِس کے رہِ سروری نہیں ملتی
کسی کو دولتِ پیغمبری نہیں ملتی

چمن ہزار ہیں، لیکن گلاب اِس کا ہے
خُدا کا عرش ہے لیکن سحاب اِس کا ہے
کبھی جو ڈھل نہ سکے وہ شباب اِس کا ہے
ہر ایک عہد کی آنکھوں میں خواب اِس کا ہے
دیارِ عشق میں مجروح و بے وطن یہ ہے
حریمِ حُسن میں خُوشبوئے پیرہن یہ ہے

دِنوں میں ہمہمۂ کارساز اِس کا ہے
شبوں میں زمزمۂ دِل نواز اِس کا ہے
بطُون میں ابدیّت کے راز اِس کا ہے
سرِشک وقت کے ہیں اور گُداز اِس کا ہے
مثالِ حضرتِ آدم گُناہ گار بھی ہے
حریمِ عصمتِ مریم کا پردہ دار بھی ہے

Scanned by CamScanner

ہر اِک سے بے خبری بھی، ہر اِک کا محرم بھی
شرر بسینہ بھی ہے اور لبِ شبنم بھی
محلِ زخم بھی ہے اور مقامِ مرہم بھی
ہلالِ عید بھی ہے، عشرۂ محرّم بھی
بغاوتوں کے درخشاں عَلَم اُٹھائے ہُوئے
جگر کے طاق میں شمعِ مُبیں جلائے ہُوئے

قلم کی راہ میں جو آئے دِل کو مار کے آئے
شبِ درازِ غمِ بے کراں گزار کے آئے
گلے سے طوقِ زمان و مکاں اُتار کے آئے
بڑے بڑوں کو بیا نگِ دُہل پُکار کے آئے
بہت جہاد طلب ہے رہِ وفا اِس کی
کہ اِنتہائے جنُوں سے ہے ابتدا اِس کی

اِدھر بلاؤں یہ جو مُسکرا سکے وُہ آئے
جو تاج و تخت پہ ٹھوکر لگا سکے وُہ آئے
جو آسمان کو نیچا دِکھا سکے وُہ آئے
جو اپنے آپ سے آنکھیں لڑا سکے وُہ آئے
رِدائے زر کا نہیں جو کفن کا شیدا ہو
اِدھر وُہ آئے جو دار و رسن کا شیدا ہو

Scanned by CamScanner

جسے خبر ہو کہ کس نے نقاب اُٹھائی ہے
یہ عہدِ گُرز ہے یا عصرِ مومیائی ہے
یہ عادلی ہے کہ نمرُود کی خُدائی ہے
یہ خُونِ دل ہے قلم میں کہ روشنائی ہے
جو نقش و رنگ سے آدابِ سادگی پُوچھے
جو خُسروی سے مزاجِ جفا کشی پُوچھے

جو خشتِ حرف سے دیوار و در بناتا ہو
نفس کے لوچ سے تیغ و تبر بناتا ہو
جو آندھیوں میں ستاروں کے گھر بناتا ہو
جو خُود طلسمِ قضا و قدر بناتا ہو
جو ایک سانس میں طے راہِ کائنات کرے
خُدا سے بھی نہ، سرِ حشر، دب کے بات کرے

کہاں مقامِ سُخن اور کہاں سیاستِ شب
کہاں یہ اشک کہاں تاجرانِ جشنِ طرب
کہاں رجز کی بلندی کہاں سِلے ہُوئے لب
کہاں زمان و مکاں اور کہاں عراق و عرب
حدُودِ شام و سحر سے نکل گئے کچھ لوگ
ذرا سی دُھوپ میں آکر پگھل گئے کچھ لوگ

Scanned by CamScanner

کسی نے دولتِ فانی کو دیوتا جانا
ادب کو رزق کمانے کا مشغلا جانا
جگر کے خون کو رنگینیٔ حنا جانا
بتانِ ہیکلِ اوہام کو خدا جانا
غمِ حیات کو بے مُدعا بنا ڈالا
ہُنر کو، کاسۂ دستِ گدا بنا ڈالا

اب ان میں ذہن کی بازی گری کے قصّے ہیں
عبائے اطلس و تاجِ زری کے قصّے ہیں
رئیسِ وقت کی پیغمبری کے قصّے ہیں
طلسمِ ہوشرُبا کی پری کے قصّے ہیں
دُھواں دُھواں ہے فضا سحرِ سامری کی طرح
ضعیف آنکھوں کی دُھندلی سی روشنی کی طرح

خُمِ شکستۂ تاج و نگیں کے چرچے ہیں
ادائے لیلیٔ جنّت نشیں کے چرچے ہیں
مُجاہداتِ فریب آفریں کے چرچے ہیں
مُکاشفاتِ بُزرگانِ دیں کے چرچے ہیں
کوئی رکوع میں ہے خانقاہ کے آگے
کوئی سجود میں ہے کج کُلاہ کے آگے

Scanned by CamScanner

سُنو قلم کے مُہمات جاننے والو
دلِ حیات کے ضربات جاننے والو
مزاجِ ارض و سماوات جاننے والو
ادب کے جُملہ مقامات جاننے والو
تمھیں نہ صرف شبستاں میں جا کے لکھنا ہے
ہر ایک عہد کے زنداں میں جا کے لکھنا ہے

پلک ہی ایک حقیقت نہیں کمان بھی ہے
زمین بھی ہے، فضا بھی ہے، آسمان بھی ہے
جو کاٹ دی ہے حکومت نے وُہ زبان بھی ہے
حکومتوں پہ جو گُذری وُہ داستان بھی ہے
عتاب و لُطف و سزا و جزا کا قصّہ ہے
رقم کرو کہ یہ قصّہ وفا کا قصّہ ہے

لکھو کہ تابعِ شاہی نہیں مزاجِ عوام
شکست کھا کے رہے گی چراغ سے ہر شام
ہر ایک عہد میں ہوں گے ہزار گُل اندام
ہر ایک عہد میں آئے گا عشق پر الزام
جہاں بھی مطلعِ حق پر سحاب اُٹھے گا
کسی قلم سے کوئی آفتاب اُٹھے گا

Scanned by CamScanner

حمد

ہم نے اُس قوّتِ موہُوم کو دیکھا نہ سُنا
ہم نے اُس گوہرِ نادیدہ کو پرکھا نہ چُنا

اِک سواری کہ شناسا نہ تھی، گھر پر اُتری
اِک تجلّی تھی کہ تہذیب نظر پر اُتری

جلوے دیکھے جو کبھی شاملِ ایماں بھی نہ تھے
اور ہم ایسے تن آساں تھے کہ حیراں بھی نہ تھے

دِل کے آغوش میں اک نُور ہُمکتا آیا
ایک لمحہ کئی صدیوں پہ چمکتا آیا

وہم و تشکیک سے اِلہام شعاری نہ رُکی
شب سے شہزادۂ خاور کی سواری نہ رُکی

پتّھروں کے صَدَفِ تیرہ سے ہیرے اُبھرے
بے کَراں مَوج سے بے نام جزیرے اُبھرے

Scanned by CamScanner

آیتیں گونج اُٹھیں حکمتِ گویا کے بغیر
مشعلیں جلنے لگیں شعلۂ سینا کے بغیر

نکہتِ بے بصراں دیدہ وری تک پہنچی
ضرب شیشے پہ لگی، شیشہ گری تک پہنچی

اجنبی شہر سے اِک بُوئے چمن ساز آئی
دم بخود، مُہر بہ لب، وقت سے آواز آئی

ذات کا کرب بھی ہَیں، صُبح کا آرام بھی ہَیں
حدّ و بے حد بھی ہَیں، بے نام بھی ہَیں، نام بھی ہَیں

صحنِ خاموش بھی ہَیں، حلقۂ آواز بھی ہَیں
دستِ محمود بھی ہَیں، آذرِ بُت ساز بھی ہَیں

سنگ و سنجاب بھی ہُوں، شُعلہ بھی ہُوں، خاک بھی ہُوں
مَیں ترا وہم بھی ہُوں، مَیں ترا ادراک بھی ہُوں

ساز کی گُونج بھی ہُوں، تیغ کی جھنکار بھی ہُوں
مَیں کڑی دُھوپ بھی ہُوں، سایۂ دیوار بھی ہُوں

Scanned by CamScanner

میرا ہی سوزِ خموشی ہے ہر آہنگ کے ساتھ
میری ہی نرمیٔ مسلک ہے رگِ سنگ کے ساتھ

میری رُوداد وُہی ہے جو جہاں پر گزُری
لامکاں پر بھی وُہ گزُری جو مکاں پر گزُری

گردشیں تجھ سے ملیں تو مرے پاس آئیں بھی
مَیں ترا جسم بھی ہُوں مَیں تری پرچھائیں بھی”

Scanned by CamScanner

آدمی

مجھ کو مغرور کیا ہے مری آگاہی نے
مَیں نہ آفاق کا پابند نہ دیواروں کا
مَیں نہ شبنم کا پرستار نہ انگاروں کا
نہ خلاؤں کا طلب گار نہ سیّاروں کا

زندگی دھوپ کا میدان بنی بیٹھی ہے
اپنا سایہ بھی گریزاں، ترا داماں بھی خفا
رات کا رُوپ بھی بے زار، چراغاں بھی خفا
صبحِ یاراں بھی خفا، شامِ حریفاں بھی خفا

خود کو دیکھا ہے تو اِس شکل سے خوف آتا ہے
ایک مبہم سی صدا گنبدِ افلاک میں ہے
تارِ بے مایہ کسی دامنِ صد چاک میں ہے
ایک چھوٹی سی کرن مہر کے ادراک میں ہے
جاگ اے رُوح کی عظمت کہ مری خاک میں ہے

Scanned by CamScanner

○

کیا کیا نظر کو شوقِ ہوس دیکھنے میں تھا
دیکھا تو ہر جمال اسی آئینے میں تھا

قُلزُم نے بڑھ کے چُوم لیے پھُول سے قدم
دریائے رنگ و نُور ابھی راستے میں تھا

اِک موجِ خُونِ خلق تھی، کس کی جبیں پہ تھی؟
اِک طوقِ فردِ جرم تھا، کس کے گلے میں تھا؟

اِک رشتۂ وفا تھا سو کس ناشناس سے
اِک دردِ حرزِ جاں تھا سو کس کے صلے میں تھا

صہبائے تُند و تیز کی حِدّت کو کیا خبر
شیشے سے پُوچھیے جو مزا ٹُوٹنے میں تھا

کیا کیا رہے ہیں حرف و حکایت کے سِلسلے
وُہ کم سُخن نہیں تھا مگر دیکھنے میں تھا

تائب تھے احتساب سے جب سارے بادہ کش
مجھ کو یہ افتخار کہ مَیں مے کدے میں تھا

Scanned by CamScanner

طلسم

بُجھ گیا ہے وُہ ستارہ جو مری رُوح میں تھا
کھو گئی ہے وُہ حرارت جو تری یاد میں تھی

وُہ نہیں عشرتِ آسُودگیٔ منزل میں
جو کسک جادۂ گُم گشتہ کی اُفتاد میں تھی

دُور اِک شمع لرزتی ہے پسِ پردۂ شب
اِک زمانہ تھا کہ یہ لَو مری فریاد میں تھی

ایک لاوے کی دھمک آتی تھی کُہساروں سے
اک قیامت کی تپش تیشۂ فرہاد میں تھی

ناسِخ ساعتِ اِمروز کہاں سے لائے
وُہ کہانی جو نظر بندیٔ اجداد میں تھی

Scanned by CamScanner

تخلیق

کتنے جاں سوز مراحل سے گزر کر دل نے
کس قدر پیچ و خم سُود و زیاں دیکھے ہیں

کتنے گرداب نظر آئے ہیں دُف کے نزدیک
کتنے بھونچال سرِ آب رواں دیکھے ہیں

گُونجتے ساز. برستے ہُوئے نغموں کے قریب
دل کو تھامے ہُوئے اربابِ مغاں دیکھے ہیں

ڈُوبنے والوں کے ہمراہ بھنور میں رہ کر
لبِ ساحل کے ضیابار مکاں دیکھے ہیں

جام کے رنگ میں پائی ہے لہُو کی سُرخی
کاہ کے دوش پہ سو کوہِ گراں دیکھے ہیں

Scanned by CamScanner

مدّتوں اپنے دلِ زار کا ماتم کر کے
خُود سے بڑھ کر بھی کئی سوختہ جاں دیکھے ہیں

سنسناتے ہُوئے ذرّات کے رُخساروں پر
تُند سُورج کے طمانچوں کے نشاں دیکھے ہیں

موت کو جن کے تصوّر سے پسینہ آجائے
سینۂ زیست میں وُہ زخمِ نہاں دیکھے ہیں

تب کہیں جا کے اِن اشعار کے گہوارے میں
اِک بصیرت کے چمکنے کے نشاں دیکھے ہیں

Scanned by CamScanner

تہدیہ

سُرور و کیف کے آیات لے کر آیا ہُوں
نگاہِ پیرِ خرابات لے کر آیا ہُوں

زمیں کے کرب میں شامل ہُوا ہُوں راہرو
دلِ شکستہ کی سوغات لے کر آیا ہُوں

نظر میں عصرِ جواں کی بغاوتوں کا غرُور
جگر میں سوزِ روایات لے کر آیا ہُوں

جہانِ تیرہ کی خاموشیوں کے حلقے میں
چراغِ حرف و حکایات لے کر آیا ہُوں

کِدھر ہے چشمۂ حیواں مرا طواف کرے
گُناہ گار ہُوں، ظُلمات لے کر آیا ہُوں

بلند و پست سے کہہ دو کہ صف میں آجائیں
زمیں پہ ذوقِ مساوات لے کر آیا ہُوں

بہت سے آئے ہیں تیری گلی میں لیکن میں
متاعِ عزّتِ سادات لے کر آیا ہُوں

Scanned by CamScanner

تشکّک

مجھ کو دیے
اکثر خداؤں نے بہ طورِ پیش کش دُنیا و دیں
میں، مصطفیٰ زیدی، ضعیفُ الاعتقاد و کم یقیں

لیکن نہیں
اے پڑھنے والو تم کو شاید اِس کا اندازہ نہیں
جن راستوں سے ہو کے آیا ہے یہ دَورِ آخریں

اِس میں ملے
صحرا، بگولے، دشت، دریا، آگ، نفرت، تیرگی
اِلحان، گلشن، رنگ، خوشبو، پیار، کونپل، انگبیں

Scanned by CamScanner

اکثر یہ گھر
پیغمبروں کی سانس کی شمعیں نہ روشن کر سکیں
اکثر اِسے تو دے گئی اِبلیس کی تیرہ جبیں

دُنیا نے بھی
دل پر مرے نقشِ جنوں چھوڑے نہیں، حالانکہ وُہ
سج دھج کے نکلی بھی مثالِ لُعبتانِ مصر و چیں

اُس ذات کے
بارے میں اِک عُقدے کے پیچھے سیکڑوں عُقدے بنے
ہے یا نہیں کے بعد
ممکن ہے
کہ ممکن بھی نہیں

Scanned by CamScanner

اندیشہ ہائے دُور و دراز

اَب سے پہلے بھی اِس محفلِ رقص میں گھنگروؤں کے چھناکے بکھرتے رہے
قبل اور وسط اور حال کے قافلے سب اِسی راستے سے گذرتے رہے
مندروں میں کھنکتی رہیں گھنٹیاں، مسجدوں کے منارے اُبھرتے رہے

اَب سے پہلے بھی آسودگی کے لئے آسماں کی طرف آنکھ اُٹھتی رہی
اَب سے پہلے بھی حُسنِ سفر کے لئے کہکشاں کی طرف آنکھ اُٹھتی رہی
اَب سے پہلے بھی تحقیق سے بدگماں، اِعتقادات کی بات کرتے رہے

خُوبصُورت سی اِک نادِ دے کر سخن گر نے لہروں کے چکر میں اُلجھا دیا
مُعتبر رہنماؤں نے دھوکے دِیے، خِضر صُورت بزرگوں نے بہکا دیا
خِضر صُورت بُزرگوں کی آنکھوں میں تقدیس کے سُرخ ڈورے اُبھرتے رہے

Scanned by CamScanner

آدمی کے تراشے ہُوئے وہم نے آدمی کے لیے خار و خس چُن دیے
قیصروں سے غُلامی کا تمغہ مِلا ؛ دیوتاؤں نے افلاس کے بُن دیے
پاک پروردگارِ مہ و مہر کی رحمتوں سے اندھیرے بکھرتے رہے

چشمِ مُشتاق کو رُخ کی تابانیاں دیکھنے کی سعادت نہیں مِل سکی
شام گُذرے بھی مدّت ہُوئی اَور ابھی آئینے کو اجازت نہیں مِل سکی
صُبح بھی تجھ سے پُوچھیں گے اَے دردِ دل تیرے گیسُو کہاں تک سنورتے رہے

Scanned by CamScanner

تنہا

میں وُہی قطرۂ بے بحر وُہی دشت نورد
اپنے کاندھوں پہ اُٹھائے ہُوئے صحرا کا طلسم
اپنے سینے میں چھپائے ہُوئے سیلاب کا درد
ٹوٹ کر رشتۂ تسبیح سے آ نکلا ہُوں
دل کی دھڑکن میں دبائے ہُوئے اعمال کی فرد
میرے دامن میں برستے ہُوئے لمحوں کا خروش
میری پلکوں پہ بگولوں کی اُڑائی ہُوئی گرد

لاکھ لہروں سے اُٹھا ہے مری فطرت کا خمیر
لاکھ قُلزُم مرے سینے میں رواں رہتے ہیں
دن کو کرنیں مرے افکار کا مُنہ دھوتی ہیں
شب کو تارے مری جانب نگراں رہتے ہیں

Scanned by CamScanner

میرے ماتھے پہ جھلکتا ہے ندامت بن کر
ابنِ مریم کا وہ جلوہ جو کلیسا میں نہیں

راندۂ موج بھی ہیں، مجرمِ ذات بھی ہیں

میرا قصّہ کسی افسانۂ دریا میں نہیں
میری تاریخ کسی صفحۂ صحرا میں نہیں

Scanned by CamScanner

○

کفِ مومن سے، نہ دروازۂ دوراں سے ملا
رشتۂ درد اُسی دُشمنِ ایماں سے ملا

اِس کا رونا ہے کہ پیماں شکنی کے باوصف
وہ ستمگر اُسی پیشانیٔ خنداں سے ملا

طالبِ دستِ ہوس اَور کئی دامن تھے
ہم سے ملتا جو نہ یُوسف کے گریباں سے ملا

کوئی باقی نہیں اَب ترکِ تعلق کے لئے
وہ بھی جا کر صفِ احبابِ گُریزاں سے ملا

کیا کہیں اُس کو جو محفل میں شناسا بھی نہ تھا
کبھی خلوت میں در آیا تو دل و جاں سے ملا

مَیں اُسی کوہِ صفت خُون کی اِک بُوند ہُوں جو
ریگ زارِ نجف و خاکِ خُراساں سے ملا

Scanned by CamScanner

سچائی

مشرق کے پنڈت، مغرب کے گرجا والے
صبح ہوئی اور سچائی کے پیچھے بھاگے
سچائی اک قحبہ تھی جو رات کو تھک کر
سوئی ہوئی تھی، شور سنا تو خوف کے مارے
تھر تھر کانپی، روزِ عدالت سے گھبرائی
بھیس بدل کر پیچھے نکلی، آگے آگے
مشرق کے پنڈت، مغرب کے گرجا والے

Scanned by CamScanner

لبِ مرگ

قوم کے پاس اب رہا کیا ہے
شاعرانہ تعلّیوں کے سوا
ہیں معالج مگر دوا کیا دیں
جاںکنی میں، تسلّیوں کے سوا

Scanned by CamScanner

سایہ

تمام شہر پہ آسیب سا مسلط ہے
دھواں دھواں ہیں دریچے، ہوا نہیں آتی
ہر ایک سمت سے چیخیں سنائی دیتی ہیں
صدائے ہم نفس و آشنا نہیں آتی

گھنے درخت، در و بام، نغمہ و فانوس
تمام سحر و طلسمات و سایہ و کابوس
ہر ایک راہ پہ آوازِ پائے نامعلوم
ہر ایک موڑ پہ ارواحِ زشت و بد کا جلوس

سفید چاند کی اجلی قبائے سیمیں پر
سیاہ و سرد کفن کا گماں گزرتا ہے
فضا کے تخت پہ چمگادڑوں کے حلقے میں
کوئی خلا کی گھنی رات سے اترتا ہے

Scanned by CamScanner

تمام شہر پہ آسیب سا مُسلّط ہے
کوئی چراغ جلاؤ، کوئی حدیث پڑھو
کوئی چراغ برنگِ عذارِ لالہ رُخاں
کوئی حدیث باندازِ صدقۂ دِل و جاں
کوئی کِرن پئے تزئینِ غُرفہ و محراب
کوئی نوا پئے درماندگان و سوختہ جاں

سُنا ہے عالَمِ رُوحانیاں کے خانہ بدوش
سَحر کی روشنیوں سے گُریز کرتے ہیں
سحر نہیں ہے تو مشعل کا آسرا لاؤ
لبوں پہ دِل کی شگفتی ہُوئی دُعا لاؤ
دِلوں کے غسلِ طہارت کے واسطے جا کر
کہیں سے خُونِ شہیدانِ نینوا لاؤ

ہر اِک قبا پہ کثافت کے داغ گہرے ہیں
لہُو کی بُوندِ سے یہ پیرہن دُھلیں تو دُھلیں
ہوا چلے تو چلے، بادباں کُھلیں تو کُھلیں

دردِ دل بھی غمِ دَوراں کے برابر سے اُٹھا
آگ صحرا میں لگی اور دُھواں گھر سے اُٹھا

تابشِ حُسن بھی تھی، آتشِ دُنیا بھی، مگر
شعلہ جس نے مُجھے پھُونکا مرے اندر سے اُٹھا

کسی موسم کی فقیروں کو ضرورت نہ رہی
آگ بھی، اَبر بھی، طُوفان بھی ساغر سے اُٹھا

بے صَدف کِتنے ہی دریاؤں سے کچُھ بھی نہ ہُوا
بوجھ قطرے کا تھا ایسا کہ سمندر سے اُٹھا

چاند سے شکوہ بلب ہُوں کہ سُلایا کیوں تھا
میں کہ خُورشیدِ جہانتاب کی ٹھوکر سے اُٹھا

Scanned by CamScanner

حال احوال

ایک اکیلے ہم اَیسے جو آدھی رات ڈھلے
چھوڑ کے کاہکشاں کا رستہ انگاروں پہ چلے

سچائی کی منزل جگمگ جگمگ کرتی ہے
لیکن اُس تک کیسے پہنچیں راہ میں آگ جلے

عُہدوں کے وُہ پودے آئے کچھ لوگوں کے ہات
صُبح کو جن کا بیج لگے اَور شام کے وقت پھلے

کیسے کیسے سنگھاسن لے کر بیٹھ گئے عیّار
مُلّا، پنڈت، ڈاکو، افسر ایک سے ایک بھلے

کوئی خِرد کی محفل میں اقوال و کمال بتائے
کوئی بزمِ جمال سجائے جام پہ جام ڈھلے

Scanned by CamScanner

اک پرچم کا نشان کبوتر اَور اِک کا شہباز
وُہی زمین کے خُون کے پیاسے ہر پرچم کے تلے

افسانوں کے لُطف کے پیچھے روتی ہوئی تاریخ
ظُلم کی تلواروں کے نیچے مظلُوموں کے گلے

زیدیؔ اَب سنیاسی بن کر ہم لے لیں بن باس
ماتھے پر سیندور لگائے مُنہ پر راکھ ملے

Scanned by CamScanner

کونپلیں ریت سے پھُوٹیں گی سرِ دشتِ وفا
آبیاری کے لیے خُونِ جگر تو لاؤ

کسی گھُونگھٹ سے نکل آئے گا رُخسار کا چاند
جو اُسے دیکھ سکے ایسی نظر تو لاؤ

شہر کے کُوچہ و بازار میں سنّاٹا ہے
آج کیا سانحہ گزُرا ہے خبر تو لاؤ

ایک لمحے کے لیے اُس نے کیا ہے اقرار
ایک لمحے کے لیے عمرِ خضر تو لاؤ

Scanned by CamScanner

جس دن سے اپنا طرزِ فقیرانہ چھٹ گیا
شاہی تو مل گئی دلِ شاہانہ چھٹ گیا

کوئی تو غمگسار تھا کوئی تو دوست تھا
اب کس کے پاس جائیں کہ ویرانہ چھٹ گیا

دُنیا تمام چھٹ گئی پیمانے کے لئے
وہ مے کدے میں آئے تو پیمانہ چھُٹ گیا

کیا تیز پا تھے دِن کی تمازت کے قافلے
ہاتوں سے رشتۂ شب افسانہ چھُٹ گیا

اِک دِن حساب ہوگا کہ دُنیا کے واسطے
کِن صاحبوں کا مسلکِ رندانہ چھُٹ گیا

Scanned by CamScanner

شہرِ جنوں میں چل

شہرِ جنوں میں چل مری محرومیوں کی رات
اُس شہر میں جہاں ترے خوں سے حنا بنے
یُوں رائگاں نہ جائے تری آہِ نیم شب
کچھ جنبشِ نسیم بنے کچھ دُعا بنے
اِس رات دن کی گردشِ بے سُود کے عوض
کوئی عمُودِ فکر، کوئی زاویہ بنے
اک سمت اِنتہائے اُفق سے نمُود ہو
اک گھر دیارِ دیدہ و دل سے جُدا بنے
اک داستانِ کربِ کم آموز کی جگہ
تیری ہزیمتوں سے کوئی واقعہ بنے
ڈھونڈنے کو جائے تڑپنے کی لذتیں
تجھ کو تلاش ہو کہ کوئی بے وفا بنے
وُہ سر بہ خاک ہو تری چوکھٹ کے سامنے
وُہ مرحمت تلاش کرے تو خُدا بنے

Scanned by CamScanner

غمِ دَوراں نے بھی سیکھے غمِ جاناں کے چلن
وُہی سوچی ہُوئی چالیں وُہی بے ساختہ پن

وُہی اِقرار میں اِنکار کے لاکھوں پہلُو
وُہی ہونٹوں پہ تبسّم وُہی ابرُو پہ شِکن

کِس کو دیکھا ہے کہ پندارِ نظر کے باوصف
یک لمحے کے لِئے رُک گئی دِل کی دھڑکن

کون سی فصل میں اِس بار مِلے ہیں تجھ سے
کہ نہ پروائے گریباں ہے نہ فِکرِ دامن

اب تو چُبھتی ہے ہوا برف کے میدانوں کی
اِن دِنوں جِسم کے احساس سے جلتا تھا بدن

ایسی سُونی تو کبھی شامِ غرِیباں بھی نہ تھی
دِل بُجھے جاتے ہیں اَے تیرگیٔ صُبحِ وطن

Scanned by CamScanner

منزل منزل

آج کیوں میرے شب و روز ہیں محرومِ گداز
اے مری رُوح کے نغمے مِرے دِل کی آواز
اِک نہ اِک غم ہے نشاطِ سحر و شام کے ساتھ
اور اِس غم کا نہ مفہوم نہ مقصد نہ جواز
مَیں تو اقبال کی چوکھٹ سے بھی مایوس آیا
میرے اشکوں کا مداوا نہ بدخشاں نہ حجاز

چند لمحوں سے تمنّا کہ دوامی بن جائیں
ایک مرکز پہ رہے سُرخ لہُو کی ہلچل
کبھی ہر گام پہ ٹھوکر، کبھی منزل منزل
اَے جہانِ گزراں ایک سے انداز پہ چل
دِن کو مہکی ہُوئی رُت، شام کو تپتی ہُوئی ریت
زندگی اَیسے طِلسمات کے حلقے سے نکل

Scanned by CamScanner

کہیں ہر لمحہ لگاوٹ، کہیں ملنے سے گریز
دلِ محبوب نما اور سنبھل اور سنبھل

اور کہیں یہ ــــ کہ اگر ایک پلک بھی ٹھہرے
کوئی لمحہ ــــ تو ہر اِک سانس گراں ہو جائے
اگر اِک گلشنِ بے خار رہے دامنِ وقت
یہ جہانِ گذراں ریگِ رواں ہو جائے
ایسا مذہب کہ خود اُس وجہ تعالیٰ سے گریز
ایسا اِلحاد کہ سجدے میں نہاں ہو جائے

اَے مری رُوح کے نغمے، مرے دِل کی آواز
لُطفِ شب تاب یہی رقصِ شرر ہو شاید
کتنے کوسوں کوئی منزل نہ نشانِ منزل
جُستجو ہی کوئی عرفانِ سفر ہو شاید
کوئی اِلحاد میں نازاں کوئی ایمان میں گُم
کبھی اِس دیدہ و دِل کی بھی سحر ہو شاید
میری راتوں میں نہاں ہو نئے سُورج کی کرن
کم نگاہی میں ہی پوشیدہ نظر ہو شاید

Scanned by CamScanner

کارواں

اِسی طرف سے زمانے کے قافلے گُزرے
سکُوتِ شامِ غریباں کے خلفشار میں گُم
ذرا سا راگ خموشی کے دوش پر لرزاں
ذرا سی بُوند پُر اسرار آبشار میں گُم
گھنے اندھیرے میں گُمنام راہ رَو کی طرح
کوئی چراغ چمکتی ہُوئی قطار میں گُم
فضا میں سوئی ہُوئی گھنٹیوں کی آوازیں
ستارے نیل کی خاموش جُوئبار میں گُم
شگفتہ پیار کی شدّت سے کانپتے ہُوئے ہونٹ
کِسی کی وعدہ وفائی کے اِعتبار میں گُم
نہ جانے کِتنی اُمیدیں اُفق سے آنکھ لگائے
سحر کی آس میں فردا کے اِنتظار میں گُم

Scanned by CamScanner

نئی آبادی

سنبھل سنبھل کے چلے دوستانِ عہدِ طرب
کوئی قدیم رفاقت گلے نہ پڑ جائے
ستم زدوں کی محبت گلے نہ پڑ جائے
کہیں پکار نہ لے درد کی کوئی چلمن
کہیں خلوص کے شعلے پکڑ نہ لیں دامن
اُتر نہ جائے رُخِ دست گیر کا غازہ
لپٹ نہ جائے قدم سے وفا کا دروازہ
دیارِ غم کی صداقت گلے نہ پڑ جائے

اِدھر ستائے ہُوئے دِل نظر بچا کے چلے
ضمیرِ سنگ میں شیشے کی آبرو کیا تھی
کھلے تھے زخم ستاروں کی جستجو کیا تھی
جھکی ہُوئی تھیں نگاہیں تھکے ہُوئے تھے قدم
سلی ہُوئی تھیں زبانیں جلے ہُوئے تھے عَلَم
وُہ خامشی کہ سُراغِ صدا نہ مِل جائے
وُہ احتیاط کہ دردِ آشنا نہ مِل جائے
دُعا کو ہات نہ اُٹھیں، پتہ نہ مِل جائے

غرض کِسی کو کِسی سے کوئی گِلہ نہ ہُوا
مہاجروں کے محلّے میں حادثہ نہ ہُوا

Scanned by CamScanner

روکتا ہے غمِ اظہار سے پندار مجھے
میرے اشکوں سے چھپا لے مرے رُخسار مجھے

دیکھ اَے دشتِ جنُوں بھید نہ کھُلنے پائے
ڈھونڈنے آئے ہیں گھر کے در و دیوار مجھے

سی دیے ہونٹ اُسی شخص کی مجبُوری نے
جس کی قُربت نے کیا محرمِ اسرار مجھے

میری آنکھوں کی طرف دیکھ رہے ہیں انجم
جیسے پہچان گئی رُوحِ شبِ تار مجھے

جنسِ ویرانیٔ صحرا میری دُوکان میں ہے
کیا خریدے گا ترے شہر کا بازار مجھے

Scanned by CamScanner

جرسِ گُل نے کئی بار پُکارا لیکن
لے گئی راہ سے زنجیر کی جھنکار مجھے

ناوکِ ظلم اُٹھا، دشنۂ اندوہ سنبھال
لُطف کے خنجرِ بے نام سے مت مار مجھے

ساری دُنیا میں گھنی رات کا سناٹا تھا
صحنِ زِنداں میں ملے صُبح کے آثار مجھے

Scanned by CamScanner

ڈھلے گی رات آئے گی سحر آہستہ آہستہ
پیو اُن انکھڑیوں کے نام پر آہستہ آہستہ

دکھا دینا اُسے زخمِ جگر آہستہ آہستہ
سمجھ کر، سوچ کر، پہچان کر آہستہ آہستہ

اُٹھا دینا حجابِ رسمیاتِ درمیاں لیکن
خطاب آہستہ آہستہ نظر آہستہ آہستہ

دریچوں کو تو دیکھو، چلمنوں کے راز تو سمجھو
اُٹھیں گے پردہ ہائے بام و در آہستہ آہستہ

ابھی تاروں سے کھیلو چاندنی سے دل کو بہلاؤ
ملے گی اُس کے چہرے کی سحر آہستہ آہستہ

کہیں شامِ بلا ہو گی کہیں صُبحِ کماں داراں
کٹے گا زُلف و مژگاں کا سفر آہستہ آہستہ

یکایک ایسے جل بجھنے میں لُطفِ جاں کنی کب تھا
جلے اِک شمع پر ہم بھی مگر آہستہ آہستہ

Scanned by CamScanner

○

آندھی چلی تو نقشِ کفِ پا نہیں مِلا
دِل جس سے مِل گیا وُہ دوبارا نہیں مِلا

ہم انجمن میں سب کی طرف دیکھتے رہے
اپنی طرح سے کوئی اکیلا نہیں مِلا

آواز کو تو کون سمجھتا کہ دُور دُور
خاموشیوں کا درد شناسا نہیں مِلا

قدموں کو شوقِ آبلہ پائی تو مِل گیا
لیکن بہ ظرفِ وُسعتِ صحرا نہیں مِلا

کنعاں میں بھی نصیب ہُوئی خود دریدگی
چاکِ قبا کو دستِ زلیخا نہیں مِلا

مِہر و وفا کے دشت نوردو جواب دو
تم کو بھی وُہ غزال مِلا یا نہیں مِلا

کچّے گھڑے نے جیت لی ندّی چڑھی ہُوئی
مضبُوط کشتیوں کو کنارا نہیں مِلا

Scanned by CamScanner

واقف نہیں اِس راز سے آشفتہ سراں بھی
غم تیشۂ فرہاد بھی غم سنگِ گراں بھی

اُس شخص سے وابستہ خموشی بھی بیاں بھی
جو نشترِ فصّاد بھی ہے اَور رگِ جاں بھی

کِس سے کہیں اُس حُسن کا افسانہ کہ جِس کو
کہتے ہیں کہ ظالم ہے تو رُکتی ہے زباں بھی

ہاں یہ خمِ گردن ہے یہ تابانیٔ افشاں
پہلو میں مِرے قوس بھی ہے، کاہ کشاں بھی

اَے چارہ گرو چارہ گرو ہم کو بتاؤ
کیا اَیسے ہی آثار نمایاں ہیں وہاں بھی

چونکی ہے وُہ کِس ناز سے، اَے صُبحِ خوش آغاز
زُلفوں کی گھٹا بھی ہے چراغوں کا دُھواں بھی

Scanned by CamScanner

دستور

کل رات کو محرابِ خرابات تھی روشن
اشعار کے حلقے میں تھی آیات کی آمد

اربابِ حکایت نے سجائی تھی ادب سے
افکار کے قالین پہ اقوال کی مسند

اخلاص کے رشتوں پہ چھلکتے تھے نئے جام
با وضعِ قدیمانۂ اخلاقِ اب وجد

رقصندہ و رخشندہ و تابندہ و پرکار
جوّالہ و قتّالہ و سوزندہ و سرمد

ہر ذرّہ گراں مایہ و آفاق نشیمن
ہر قطرہ گہر رشتہ و الماس و زبرجد

نغموں کا تلاطم تھا کہ تفسیرِ دو عالم
ہر گیت کا اک گھیر تھا ہر بول کا اک قد

Scanned by CamScanner

ہر دُھن سے ترشتے تھے تھرکتے ہُوئے اصنام
ہر راگ میں اِک خال تھا، ہر تان میں اِک خَد

گھُلتا ہُوا ساغر میں ہر اسلوبِ کم و بیش
مِٹتا ہُوا ہر تفرقۂ احمر و اسوَد

صہبا کی حرارت سے دَرکتی تھی صُراحی
بیٹھے تھے تہی جام مگر حضرتِ امجد[1]

وابستگیٔ شرعِ نظر بندیٔ رِنداں
پابندیٔ آئین و گرفتاریٔ مقصد

آخر حرم و دَیر کے مینار پُکارے
اَے واقفِ اسرارِ دلِ ہوّض و ابجد

دستورِ قوانینِ ازل مٹ نہیں سکتے
ہر شرع کا اِک وقت ہے ہر بات کی اِک حَد

اِس شہر اَور اُس شہر پہ موقُوف نہیں ہے
ویراں شود آں شہر کہ مے خانہ ندارد[2]

[1] جناب مجید امجد [2] کاظم قمی

دُنیا

اک ہم ہی نہیں کُشتۂ رفتارِ زمانہ
یہ تُندیٔ رخشِ گُذَراں سب کے لئے ہے

رقّاصۂ طنّاز ہو یا بسملِ مجرُوح
اسبابِ دِل آویزیٔ جاں سب کے لئے ہے

اک طرزِ تفکّر ہے ارسطو ہو کہ خیّام
دُنیائے معانی و بیاں سب کے لئے ہے

خاموشِ محبّت ہو کہ میدان کی للکار
محرُومیٔ گفتار و زباں سب کے لئے ہے

بستی ہو فقیروں کی کہ عِشرت گہِ کِسریٰ
بُجھتی ہُوئی شمعوں کا دُھواں سب کے لئے ہے

دریُوزہ گرِ شہر ہو یا خُسروِ آفاق
پندارِ فلاں ابنِ فلاں سب کے لئے ہے

Scanned by CamScanner

زبانِ غیر سے کیا شرحِ آرزو کرتے
وہ خود اگر کہیں مِلتا تو گفتگو کرتے

وہ زخم جس کو کِیا نوکِ آفتاب سے چاک
اُسی کو سوزنِ مہتاب سے رفو کرتے

سوادِ دل میں لہُو کا سُراغ بھی نہ مِلا
کِسے امام بناتے کہاں وضو کرتے

وہ اِک طلسم تھا، قُربت میں اُس کے عُمر کٹی
گلے لگا کے اُسے، اُس کی آرزو کرتے

حلَف اُٹھائے ہیں مجبُوریوں نے جس کے لیے
اُسے بھی لوگ کِسی روز قبلہ رُو کرتے

جنُوں کے ساتھ بھی رسمیں، خرد کے ساتھ بھی قید
کِسے رفیق بناتے کِسے عدُو کرتے

حجاب اُٹھا دِیے خُود ہی نِگار خانوں نے
ہمیں دماغ کہاں تھا کہ آرزو کرتے

Scanned by CamScanner

سفرِ آخرِ شب

بہت قریب سے آئی ہوائے دامنِ گُل
کسی کے رُوئے بہاریں نے حالِ دل پُوچھا

کہ اَے فراق کی راتیں گذارنے والو
خمارِ آخرِ شب کا مزاج کیسا تھا

تُمھارے ساتھ رہے کون کون سے تارے
سیاہ رات میں کِس کِس نے تم کو چھوڑ دیا

بچھڑ گئے کہ دغا دے گئے شریکِ سفر
اُلجھ گیا کہ وفا کا طِلسم ٹُوٹ گیا

نصیب ہو گیا کِس کِس کو قُربِ سُلطانی
مزاج کِس کا یہاں تک قلندرانہ رہا

فگار ہو گئے کانٹوں سے پیرہن کتنے
زمیں کو رشکِ چمن کر گیا لہُو کِس کا

Scanned by CamScanner

سُنائیں یا نہ سُنائیں حکایتِ شبِ غم
کہ حرف حرف صحیفہ ہے، اشک اشک قلم
کن آنسوؤں سے بتائیں کہ حال کیسا ہے
بس اس قدر ہے کہ جیسے ہیں سرفراز ہیں، ہم
ستیزہ کار رہے ہیں جہاں بھی اُلجھے ہیں
شعارِ راہِ زناں سے مسافروں کے قدم

ہزار دشت پڑے، لاکھ آفتاب اُبھرے
جبیں پہ گرد، پلک پر نمی نہیں آئی
کہاں کہاں نہ لُٹا کارواں فقیروں کا
متاعِ درد میں کوئی کمی نہیں آئی

Scanned by CamScanner

لاینحل

زباں پہ مُہرِ گدائی ہے، کس سے بات کروں
حرُوف کاسۂ بے مایہ ہیں، قلم کشکول
ضمیر بے حس و حرکت ہے زیست بے پہلو
شکن ہے دامنِ ہستی میں، آستین پہ جھول
میں خود طلسم کی پریوں سے بے کنار ہوا
کسے کہوں کہ مری رُوح کے دریچے کھول

میں اک سراب کی خواہش پہ بیچ آیا ہُوں
تمام بادہ و ساغر، تمام تشنہ لبی
حریمِ عقل میں جس کا کوئی جواز نہ تھا
نشاطِ دل تھی وُہی زندگی کی بے سببی
اُجڑ گئے مِرے گلگشت، میرے رُکنا باد
مری دُعائے سحر، میری آہِ نیم شبی

کہاں وُہ دن تھے کہ پروائے ننگ و نام نہ تھی
کہاں یہ وقت کہ سایہ سنبھل کے چلتا ہے
مجھے کسی بھی تعیّن پہ اختیار نہیں
یہ کوئی اور مرے راستے بدلتا ہے
جنوں سے رسم نہ رکھوں تو جاں سُلگتی ہے
طلب کا قرض اُتاروں تو جسم جلتا ہے

Scanned by CamScanner

ناشناس

(۱)

کتنے لہجوں کی کٹاریں مری گردن پہ چلیں
کتنے الفاظ کا سیسہ مرے کانوں میں گھُلا

جس میں اک سمت دھندلکا تھا اور اک سمت غُبار
اُس ترازو پہ مرے درد کا ساماں تُلا

کم نگاہی نے بصیرت پہ اُٹھائے نیزے
جُوئے تقلید میں پیراہنِ افکار دُھلا

قحط ایسا تھا کہ برپا نہ ہوئی مجلسِ عشق
حبس ایسا تھا کہ تحقیق کا پرچم نہ کھُلا

کون سے دیس میں رہتے ہیں وُہ مُونس جن کی
روز اِک بات سُناتے تھے سُنانے والے

Scanned by CamScanner

ٹھوکروں میں ہے متاعِ دلِ ویراں کب سے
کیا ہوئے غم کو سر آنکھوں پہ بٹھانے والے

رات سنسان ہے، بے نور ستارے مدّھم
کیا ہوئے راہ میں پلکوں کو بچھانے والے

اب تو وہ دن بھی نہیں ہیں کہ مرے نام کے ساتھ
آپ کا نام بھی لیتے تھے زمانے والے

Scanned by CamScanner

ناشناس

(۲)

اہلِ منزل کی مسافر پہ یہ ترچھی نظریں
میزباں کی سوئے مہماں یہ نگاہِ اکراہ

الحذر خون بہاتے ہوئے آدابِ کرخت
الاماں تیر چلاتے ہوئے اخلاقِ سیاہ

یہ خط و خال سے چھنتی ہوئی نفرت کی شعاع
یہ جبینوں کی لکیروں سے ابلتی ہوئی ڈاہ

شہر کے زلزلہ بر دوش، گلی کوچوں میں
یہ کڑکتے ہوئے لہجے، یہ جگر سوز نگاہ

اس ترازو میں بٹھایا ہے فلک نے مجھ کو
جس میں تلتے ہیں حریفانِ تمدن کے گناہ

Scanned by CamScanner

آدمیت کا یہ فُقدان کہ دیکھا نہ سُنا
اجنبیت کا یہ قاموس کہ ملتی نہیں تھاہ

نہ وُہ رِم جھم نہ وُہ پُروا، نہ وُہ کوئی لب جُو
رُخِ گردُوں پہ دُھواں ہے، لبِ گیتی پہ کراہ

میرے ہم راز، مرے ناز اُٹھانے والے
کون سے دیس میں ہیں کوئی بتا دے للّٰہ

اُف یہ طُوفان، یہ گرداب، یہ چھپاؤ، یہ رات
کس طرف ہیں مری کشتی کے پُرانے ملاّح

تُند جذبات کا پھیلاؤ، الٰہی توبہ
سخت الفاظ کا پتھراؤ، عیاذاً باللہ

رہ و رسمِ آشنائی

زمیں نئی تھی، فلک ناشناس تھا جب ہم
تری گلی سے نکل کر سوئے زمانہ چلے
نظر جھکا کے بہ اندازِ مجرمانہ چلے

چلے بجیبِ دریدہ، بدامنِ صد چاک
کہ جیسے جنسِ دل و جاں گنوا کے آئے ہیں
تمام نقدِ سیادت لٹا کے آئے ہیں

جہاں اک عمر کٹی تھی، اسی قلمرو میں
شناخت کے لئے ہر شاہراہ نے ٹوکا
ہر اک نگاہ کے نیزے نے راستہ روکا

Scanned by CamScanner

جہاں جلے تھے ترے حُسنِ آتشیں کے کنول
وہاں الاؤ تو کیا، راکھ کا نشاں بھی نہ تھا
چراغ کُشتۂ محفل دُھواں دُھواں بھی نہ تھا

مُسافرت نے پُکارا نئے اُفق کی طرف
اگر وفا کی شریعت کا یہ صِلہ ہوگا
نئے اُفق سے تعارُف کے بعد کیا ہوگا

Scanned by CamScanner

بُجھ گئی شمعِ حرم، بابِ کلیسا نہ کُھلا
کُھل گئے زخم کے لب تیرا دریچہ نہ کُھلا

درِ توبہ سے بگولوں کی طرح گذرے لوگ
اَبر کی طرح اُمڈ آئے جو مَے خانہ کُھلا

شہر در شہر پھری میرے گُناہوں کی بیاض
بعض نظروں پہ مِرا سوزِ جگیمانہ کُھلا

نازنینوں میں رسائی کا یہ عالم تھا کبھی
لاکھ پہروں میں بھی کاشانے پہ کاشانہ کُھلا

اَب جو بے باک ہُوئے بھی تو بہ صد اندیشہ
اب جو اِک شخص کُھلا بھی تو حجابانہ کُھلا

مِل کے بھی تجھ سے رہی اب کے طبیعت ایسے
جیسے بادل سا گِھر آیا جو نہ برسا نہ کُھلا

Scanned by CamScanner

ہم پری زادوں میں کھیلے، شبِ افسوں میں پلے
ہم سے بھی تیرے طلسمات کا عُقدا نہ کھُلا

ایک اک شکل کو دیکھا ہے بڑی حیرت سے
اجنبی کون ہے اور کون شناسا نہ کھُلا

ریت پر پھینک گئی عقل کی گستاخ لبی
پھر کبھی کشف و کرامات کا دریا نہ کھُلا

Scanned by CamScanner

اَے دَورِ کور پرور

اَب وُہ خوشی نہ وُہ غم، خنداں ہیں اَب نہ گِریاں
کِس کِس کو رو چکے ہیں اَے حادثاتِ دوراں

ترتیبِ زِندگی نے دُنیا اُجاڑ دی ہے
اَے چشمِ لا اُبالی اَے گیسوئے پریشاں

دِن رات کا تسلسل بے ربط ہو چکا ہے
اب ہم ہیں اَور خموشی یا وحشتِ غزالاں

یا دِن کو خاکِ صحرا یا شب کو دشت و دریا
یا شغلِ جام و صہبا اَے جانِ مے فروشاں

ٹُوٹا ہُوَا ہے بَربط سُونی پڑی ہے محِفل
اَے رنگ و لحن و نغمہ اَے صدرِ بزمِ رِنداں

پھُولوں سے کھیلتا تھا، جن میں کبھی لڑکپن
کانٹے چبھو رہی ہیں، سینے میں اَب وُہ کلیاں

Scanned by CamScanner

جیسے کسی کی آہٹ، راتوں کو مقبروں میں
ہر بات دردآگیں، ہر راگ دہشت افشاں

یادوں کی چلمنوں سے لمحے پُکارتے ہیں
آسیب بن کے چھت پر اُترا ہے ماہِ تاباں

سفّاک سانحوں کی روندی ہوئی قبائیں
خُوں خوار حادثوں کے پھاڑے ہُوئے گریباں

جیسے کوئی کہانی رُوحوں کی انجمن میں
ہر بات بے حقیقت، ہر شے طلسم افشاں

ٹیلوں کے دامنوں میں صحرائیوں کی قبریں
قبروں کے حاشیوں پر سہما ہُوا چراغاں

کن ساعتوں سے کھیلیں کن صُورتوں کو دیکھیں
جُوئے بہارِ ساکن شہرِ نگار ویراں

کتنی بصیرتوں کی آنکھیں اُجڑ چکی ہیں
اَے دورِ کور پرور! اَے عصرِ کم نگاہاں!

مقبروں سے اُٹھی ہُوئی آندھی
ٹہنیوں سے اُلجھ کے چلتی ہے
خشک پلکوں پہ آنسوؤں کی اُمید
پے بپے کروٹیں بدلتی ہے
ایک اک عکس سانس لیتا ہے
ایک اک یاد آنکھ مَلتی ہے
جیسے صحرا میں سر جُھکائے ہُوئے
حاجیوں کی قطار چلتی ہے

زرد چنگاریوں کے دامن میں
یُوں سُلگتا ہے سرد آتش دان
جیسے بچّوں کی بھُوک کے آگے
ایک نادار باپ کا اِیمان

دم بخُود خامشی میں دھیرے سے
زرد پتّے قدم اُٹھاتے ہیں
یاد کے کارواں اندھیرے میں
خواب کی طرح سرسراتے ہیں
کھڑکیوں کے ڈرے ہُوئے چہرے
اپنی آہٹ سے کانپ جاتے ہیں

Scanned by CamScanner

دِل کی قربان گاہ کے آگے
ایک ٹوٹا ہُوا دیا بھی نہیں
کِسی پیپل کے نرم سائے میں
کوئی پتھر کا دیوتا بھی نہیں
رُوح کے کاسۂ گدائی کو
چار ٹکڑوں کا آسرا بھی نہیں

لمبی چوڑی سڑک کے دامن پر
قمقمے سہمے جلتے ہیں
جیسے اکثر بڑے گھرانوں میں،
فاقہ کش رِشتہ دار پلتے ہیں

سوچتا ہُوں کہ اِس دیار سے دُور
ایک ایسا بھی دیس ہے جِس کی
رات تاروں میں سج کے آئے گی
صُبح ہو گی تو گھر کے گوشوں میں
تیری معصُوم مُسکراہٹ کی
نرم سی دُھوپ پھیل جائے گی

Scanned by CamScanner

تری ہنسی

فلک کا ایک تقاضا تھا ابنِ آدم سے
سُلگ سُلگ کے رہے اور پلک جھپک نہ سکے
ترس رہا ہو فضا کا مہیب سناٹا
سڈول پاؤں کی پائل مگر چھنک نہ سکے
کلی کے اِذنِ تبسّم کے ساتھ شرط یہ ہے
کہ دیر تک کسی آغوش میں مہک نہ سکے

میں سوچتا ہُوں کہ یہ تیری بے حجاب ہنسی!
مزاجِ زیست سے اِس درجہ مُختلف کیوں ہے
یہ ایک شمع جسے صُبح کا یقین نہیں
جگر کے زخمِ فروزاں سے منحرف کیوں ہے

بھرا ہوا ہے نگاہوں میں زندگی کے دُھواں
بس ایک شعلۂ شب تاب میں شرر کیوں ہے

Scanned by CamScanner

مرے وجود میں جس سے کئی خراشیں ہیں
وہ اک شکن ترے ماتھے پہ مختصر کیوں ہے
جمی ہوئی ہے ستاروں پہ آنسوؤں کی نمی
ترے چراغ کی لَو اتنی تیز تر کیوں ہے

نئے شوالے ہیں جا کر کسی کے تیشے نے
بہت سے بُت تو گرائے بہت سے بُت نہ گرے

بس ایک خندۂ بے باک ہی سے کیا ہوگا
لہو کی زحمتِ اقدام بھی ضروری ہے
ذرا سی جُراَتِ ادراک ہی سے کیا ہوگا

گریز و رجعت و تخریب ہی سہی لیکن
کوئی تڑپ، کوئی حسرت، کوئی مُراد تو ہے
تری ہنسی سے تو میری شکست ہی بہتر
مری شکست میں تھوڑا سا اعتماد تو ہے

Scanned by CamScanner

اِس قدر اَب غمِ دَوراں کی فراوانی ہے
تو بھی منجملۂ اسبابِ پریشانی ہے

مجھ کو اِس شہر سے کچھ دُور ٹھہر جانے دو
میرے ہمراہ مری بے سروسامانی ہے

آنکھ جھک جاتی ہے جب بندِ قبا کھلتے ہیں
تجھ میں اُٹھتے ہوئے خورشید کی عُریانی ہے

اِک ترا لمحۂ اقرار نہیں مر سکتا
اَور ہر لمحہ زمانے کی طرح فانی ہے

کُوچۂ دوست سے آگے ہے بہت دشتِ جنُوں
عشق والوں نے ابھی خاک کہاں چھانی ہے

اِس طرح ہوش گنوانا بھی کوئی بات نہیں
اَور یُوں ہوش سے رہنے میں بھی نادانی ہے

Scanned by CamScanner

طیّارہ

فضائے بے کراں کی وُسعتوں سے بولتا ہُوا
قوی، جوان بازوؤں کے پنکھ تولتا ہُوا
عظیم ماورا کے بِستروں پہ رولتا ہُوا

اُٹھا۔ تو بادلوں کے قافلے قدم پہ جُھک گئے
بڑھا۔ تو قوس و کہکشاں کے پیچ و خم سُبک گئے
گرج کے جَست کی تو آندھیوں کے ہات رُک گئے

وُہ اَور ہیں جو اجنبی دیار کی ہوس میں تھے
کہ ہم اسی زمیں کی زُلفِ نارسا کے بس میں تھے
نہیں تو، مِہر و ماہ و مُشتری بھی دسترس میں تھے

Scanned by CamScanner

ایئر ہوسٹس

شہر کی روشنیاں رکر تک آوارہ ہیں
نہ وُہ ہوٹل کے دریچے نہ وُہ بجلی کے ستون
نہ وُہ اطراف نہ رفتار کا گمنام سکون
ہر گھڑی عشوۂ پرواز بنی جاتی ہے

سیکڑوں فیٹ تلے رینگ رہی ہو گی زمین
کہیں پٹرول کے مرکز، کہیں سڑکوں کا غبار
تار کے آہنی کھمبوں میں گھری راہ گزار
صرف اِک دُور کی آواز بنی جاتی ہے

تیرے لہجے میں ہے ترغیب کی یہ کیفیت
کہ مشینوں کی فضا ساز بنی جاتی ہے

Scanned by CamScanner

اے مِرے دِل کے دھڑکنے سے بظاہر غافِل
تیری صُورت تِری غمّاز بنی جاتی ہے

ہم سفر انجمنیں گرم کِئے بیٹھے ہیں
تُو مرا سب سے بڑا راز بنی جاتی ہے

Scanned by CamScanner

جب ہوا شب کو بدلتی ہوئی پہلو آئی
مُدتوں اپنے بدن سے تری خُوشبو آئی

میرے نغمات کی تقدیر نہ پہنچے تجھ تک
میری فریاد کی قسمت کہ تجھے چھُو آئی

اپنی آنکھوں سے لگاتی ہیں زمانے کے قدم
شہر کی راہ گزُاروں میں مری خُو آئی

ہاں نمازوں کا اثر دیکھ لیا پچھلی رات
مَیں اِدھر گھر سے گیا تھا کہ اُدھر تُو آئی

مُژدہ اے دِل کسی پہلُو تو قرار آ ہی گیا
منزلِ دار کٹی، ساعتِ گیسُو آئی

Scanned by CamScanner

ہم کافروں کی مشقِ سخن ہائے گُفتنی
اُس مرحلے پہ آئی کہ اِلہام ہو گئی

دُنیا کی بے اصول عداوت تو دیکھئے
ہم بُوالہوس بنے تو وفا عام ہو گئی

کل رات، اُس کے اَور مِرے ہونٹوں میں تیرا عکس
اُیسے پڑا کہ رات تِرے نام ہو گئی

○

Last night
Between her lips and mine
Thy shadow fell
The night was thine

Scanned by CamScanner

بزم میں باعثِ تاخیر ہُوا کرتے تھے
ہم کبھی تیرے عناں گیر ہُوا کرتے تھے

اَے کہ اَب بھُول گیا رنگِ حنا بھی تیرا
خط کبھی خُون سے تحریر ہُوا کرتے تھے

سایۂ زُلف میں ہر رات کو سو تاج محل
میرے انفاس میں تعمیر ہُوا کرتے تھے

ہجر کا لُطف بھی باقی نہیں اَے موسمِ عقل
اِن دِنوں نالۂ شبگیر ہُوا کرتے تھے

ان دِنوں دشت نوردی میں مزا آتا تھا
پاؤں میں حلقۂ زنجیر ہُوا کرتے تھے

خواب میں تجھ سے مُلاقات رہا کرتی تھی
خواب شرمندۂ تعبیر ہُوا کرتے تھے

وُہ کہ اِحسان ہی اِحسان نظر آتا تھا
ہم کہ تقصیر ہی تقصیر ہُوا کرتے تھے

Scanned by CamScanner

نہاں ہے سب سے مرادِ درِ سینۂ بیتاب
سوائے دیدۂ بے خوابِ انجم و مہ تاب

تمھیں تو خیر مرے غم کدے سے جانا تھا
کہاں گئیں مری نیندیں کدھر گئے مرے خواب

سفینہ ڈوب گیا لیکن اِس وقار کے ساتھ
کہ سر اُٹھا نہ سکا پھر کہیں کوئی گرداب

عجیب بارشِ نیساں ہوئی ہے اب کی برس
صدف صدف شبِ وعدہ ہے اور گہر کم یاب

حدودِ مے کدہ و مدرسہ گرا نہ سکے
یہ محرمانِ کلیسا یہ عارفانِ کتاب

Scanned by CamScanner

وہاں بھی بزمِ خرد میں ہزار پابندی
یہاں بھی محفلِ رنداں میں سیکڑوں آداب

مَیں تشنہ کامِ غمِ آگہی کہاں جاؤں
اِدھر شعور کا صحرا اُدھر نظر کا سراب

تُو اپنے جلوۂ عُریاں سے شرمسار نہ ہو
یہی تمامِ نظارہ یہی کمالِ حجاب

Scanned by CamScanner

بے سمتی

گیئر بدلتے ہُوئے، مُنہ سے پھینک کر سگرٹ
ڈرائیور نے ٹریفک کو ماں کی گالی دی
کہا، حضُور کہاں کیڈلک، کہاں بیچُو

کہاں حکایتِ شیریں دہان و شہد لبان
کہ ایک سیر شکر کا نہ مِل سکا پرمٹ
کہ دفتروں کو چلاتے ہیں تلخ گو بابُو

گماں بن گئی تہذیب رُستم و سُہراب
حکُومتوں نے بہ حقِ خزانہ ضبط کیے
رمُوزِ کیسۂ مازندران و کیخسرو

تمام دستخطی فائلوں میں ڈوب گئیں
پری رُخانِ عجم کی جھکی جھکی پلکیں!
طلسمِ ہوش رُبا کا گھنا گھنا جادُو

کہاں مسائلِ رُوحانیت: کہاں عرفان
مکان، قلتِ اسباب، کثرتِ اولاد
تنکار۔ بینک، برج، ریس، غم، دوا، دارُو

یہ تھوڑی دُور پہ دُوکانیں فاحشاؤں کی
لبوں پہ آخرِ شب کی بجھی ہوئی بیڑی
بدن میں تلخیِ شہوت سے تارکول کی بُو

شعُور و بے خبری کی حدیں نہیں ملتیں
اب اُن کو صُورِ سرافیل کیا جگائے گا
جگا چکا جنہیں مِل میں لگا ہُوا بھونپو

ہر ایک شب مری محبُوبہ مجھ سے ملتی ہے
لبوں پہ سحر کُناں میکس فیکٹر کی ہنسی
کٹن کا حُسنِ نظر، ریولان کے ابرُو

عدالتوں میں ہُوا فیصلہ دِل و جاں کا
نہ وُہ سُہاگ کی لَو آئینے کے چہرے پر
نہ وُہ دُلھن کی نگاہوں میں حیرتِ آہُو

جہاز اُڑ گئے بمباریوں کے عزم کے ساتھ
کہیں سے دِل کی صدا آئی اِس طرح جیسے
فِلپ کے بلب کے آگے چراغ کے آنسُو

نظر جُھکائے ہُوئے قافلے چلے آئے
ہزار صُبحِ بنارس نے راستہ روکا
ہزار شامِ اودھ کے بِکھر گئے گیسُو

ہر ایک نیم پہ جھُولے کی ڈوریاں لٹکیں
ہر ایک کھیت میں سرسوں کی بالیاں مہکیں
دِلوں کے زخم کو لیکن نہ بھر سکی خُوشبو

ادب کی ایک جماعت کا فیصلہ یہ ہے
کہ رُکنیت کی بنا پر خزَف بھی کہلائے
چراغِ لالہ و سیّارۂ فلک پہلو

Scanned by CamScanner

کیسے بتاؤں کہ اے میرے سوگوار وطن
کبھی کبھی تجھے تنہائیوں میں سوچا ہے
تو دِل کی آنکھ نے روئے ہیں خُون کے آنسُو

یہ قطرے قطرے پہ اعلانِ قُلزم و جیحُوں
ذرا ذرا سی نمی پر اُمیدِ زرخیزی
یہ دشتِ بے سروساماں! یہ آفتاب! یہ لُو

مِرے وطن، مِرے مجبُور، تن فگار وطن
مَیں چاہتا ہُوں تجھے تیری راہ مِل جائے
میں نیویارک کا دُشمن نہ ماسکو کا عدُو

جلے جلائے کلیسا، لُٹے لُٹائے حرم
طلُوع ہو تو کدھر سے نئی سحر کا گجر
سکُوت طوق بہ دست و صدا رسن بہ گلُو

شفا نصیب ہو کیسے مریضۂ افکار
بڑھے تو کیسے بڑھے قافلہ خیالوں کا
ضمیر و نُطق پہ پہرے قلم پہ گسٹاپو

Scanned by CamScanner

تمام مشرقِ وسطیٰ کا ایک کلچر ہے
ہر اک درخت میں آبِ حیاتِ انگلستان
ہر ایک فصل میں واشنگٹن کا جوشِ نمو

کہیں سے آئی صدا علم سب سے اعلیٰ ہے
کہیں سے آئی صدا عشق سب سے برتر ہے
کہیں سے آئی صدا لا اِلٰہ اِلاَّ ھُو

رہِ نجات نہ آوارگی نہ سادہ روی
علاجِ تیرگیِ میکدہ نہ عقل نہ عشق
نہ ملحدوں کے پیالے نہ صوفیوں کے کدو

دل و نظر کی یہ واماندگی یہ بے سمتی
مُبصِرو کوئی بھرپور فلسفہ لاؤ
یہ چاک، سوزنِ مذہب سے بھی ہُوا نہ رفو

Scanned by CamScanner

کاروبار

دماغ شَل ہے، دل ایک اک آرزو کا مدفن بنا ہُوا ہے
اِک ایسا مندر جو کب سے چمگادڑوں کا مسکن بنا ہُوا ہے
نشیب میں جیسے بارشوں کا کھڑا ہُوا بے کنار پانی
بغیر مقصد کی بحث، اخلاقیات کی بے اثر کہانی
سحر سے بے زار، رات سے بے نیاز لمحات سے گُریزاں
نہ فکرِ فردا، نہ حال و ماضی، نہ صُبحِ خنداں، نہ شامِ گریاں

پکارتا ہے کوئی تو کہتا ہُوں اِس کو سُن کر بھی کیا کرو گے
اِدھر گُذر کر بھی کیا مِلے گا، اُدھر نہ جا کر بھی کیا کرو گے
شفق نظر کا فریب ہے تتلیوں کی رنگت میں کچھ نہیں ہے
فراق میں کیا طلسم ہوگا جب اُس کی قُربت میں کچھ نہیں ہے
لہُو کی گرمی ہے کم سِنی کی دلیل، اِس سے نجات پاؤ
یہ نظم تکمیل پا کے بھی کیا کرے گی — دفتر کے کیس لاؤ

ساری محفل لطفِ بیاں پر جھُوم رہی ہے
دل میں ہے جو شہرِ خموشاں کس سے کہیئے

ساعتِ گُل کے دیکھنے والے آئے ہُوئے ہیں
شبنم تیرا گریۂ پنہاں کس سے کہیئے

شام سے زخموں کی دُوکان سجائی ہوئی ہے
اپنا یہ اندازِ چراغاں کس سے کہیئے

اَوجِ فضا پر تیز ہوا کا دم گھٹتا ہے
وُسعت وُسعت تنگیٔ زنداں کس سے کہیئے

Scanned by CamScanner

بازار

وُہی ذِمّہ دارانِ ناموسِ اُمّت، وُہی حامیانِ حرم بِک چُکے ہیں
جو لوح و قلم کی حفاظت کو نکلے تھے خُود اُن کے لوح و قلم بِک چُکے ہیں

خطیبانِ بزمِ صفا لُٹ گئے ہیں، حریفانِ بیتُ الصّنم بِک چُکے ہیں
کچھ آدرش خندہ بہ لب مر گئے ہیں، کچھ افکارِ باچشمِ نم بِک چُکے ہیں

اُصولوں کی مظلومیت کون دیکھے، کِسے اِس کی جُرأت کہ اِس کربلا میں
اماموں کا خُوں دربدر بہہ چُکا ہے، اُصولوں کے نقشِ قدم بِک چُکے ہیں

بڑے فخر سے بیچ منڈی میں نیلام کر دی گئی عصمتِ حرف و حکمت
بڑے ناز سے چوک میں دستِ دشمن امیرانِ سیف و قلم بِک چُکے ہیں

نجیبانِ خود دار و حق کوش نکلے ہیں سطوت کی چوکھٹ پہ سجدے کی خاطر
ادیبانِ والا تبار و رئیسانِ شہرِ سبا و صنم بِک چُکے ہیں

ہر اک نغمہ فریاد میں ڈھل گیا ہے، ہر آوازِ دار و رسن بن چکی ہے
یہاں زندگی مکر و فن بن چُکی ہے، خلوص و رواج و حشم بِک چُکے ہیں

یہاں ایک آنسو کی پروا ہے کِس کو، یہاں مرگِ انبوہ کا جشن ہوگا
یہاں ایک رستے کے مِٹنے کا کیا غم، ہر اک راہ کے پیچ و خم بِک چکے ہیں

مری ایک مسجد ہے اَب تک فروزاں سو کب تک کہ بُجھنے کو ہے شمعِ ایماں
مرا ایک جامِ سفالیں بچا ہے سو کیا ہے کہ سب جامِ جم بِک چکے ہیں

Scanned by CamScanner

رشتۂ جام و سبو

جانے کب ابر سے نکلے مرا کھویا ہوا چاند
جانے کب مجلسِ اربابِ وفا روشن ہو
راستے نورِ طلب، شامِ سفر عکس ہی عکس
ڈوبتے، کانپتے سہمے ہوئے، بجھتے ہوئے دل
درد کا بوجھ اٹھائے ہوئے گھبرائے ہوئے
صبح کے کفش زدہ، رات کے ٹھکرائے ہوئے

جانے کب حلقۂ گرداب سے ابھرے ساحل
سر پٹکتی ہوئی موجوں کا تلاطم کم ہو
جانے کب گونجتی لہروں کی صدا مدھم ہو
کف اگلتا ہوا طوفان، پُر اسرار ہوا
غیر محفوظ خلاؤں میں زمیں کا بن باس
نہ فضا لطف پہ مائل نہ فلک درد شناس

Scanned by CamScanner

کر دیئے ترک قبیلوں نے جنوں کے رشتے
زخم کس طرح بھریں، چاکِ جگر کیسے سلیں
سرحدیں آگ کا میدان بنی بیٹھی ہیں
اے غزالانِ چمن اب کے ملیں یا نہ ملیں

مل کے بیٹھیں بھی تو جانے کوئی کیا بات کہے
رشتۂ جام و سبو یاد رہے یا نہ رہے

Scanned by CamScanner

ایک گمنام سپاہی کی قبر پر

تیری محراب پہ اے عصرِ کہن کی تاریخ
صرف گوتم کے حسیں بُت کا تبسّم کیوں ہے
کس لئے کیل سے لٹکی ہے فقط ایک صلیب
ایک زنجیر کے حلقے کا ترنّم کیوں ہے
اک ارسطو سے ہے کیوں گوشۂ دانش پُر نور
ایک سُقراط کے سینے کا تلاطم کیوں ہے

اسی محراب کے سائے میں کئی ابنِ علی
کئی خونخوار یزیدوں سے رہے گرمِ ستیز
تیرے مسلک میں ہُوئی نام و نسب کی توقیر
تیرا ہیرو کوئی خسرو ہے تو کوئی پرویز
تُو نے اقوام کے انبوہ میں وُہ لوگ چُنے
جن میں سے کوئی جہانگیر ہے کوئی چنگیز

Scanned by CamScanner

تجھ سے ممکن ہو تو اَے ناقدِ ایّامِ کہن!
اپنے گمنام خزانوں کو اُٹھا کر رکھ لے
رات بے نام شہیدوں کے لئے روتی ہے
ان شہیدوں کا لہُو دِل سے لگا کر رکھ لے
ماؤں کے میلے دوپٹوں میں ہیں جو آنسُو جذب
اُن کو آنکھوں کے چراغوں میں سجا کر رکھ لے

ہو گئے راکھ جو پر کٹ کے اُنہیں خاکستر سے
سُرخیٔ جُراَتِ پروانہ بنے یا نہ بنے
عام شکلوں میں بھی ہے عارضِ سلمیٰ کا جمال
ان کو بھی دیکھ، صنم خانہ بنے یا نہ بنے
زیست کے جوہرِ نایاب کی تشہیر تو کر
اس کی تشہیر سے افسانہ بنے یا نہ بنے

Scanned by CamScanner

ایک تاریک ستارہ ہے اُفق پر غلطاں
اک الم ناک خموشی ہے پسِ پردۂ ساز

یہ اندھیرے میں کسے شوقِ پذیرائی ہے
یہ خلاؤں میں کسے ڈھونڈ رہی ہے آواز

مرہمِ لُطف و وفا تجھ کو کہاں آئے زخم
ہم سفر تجھ کو کہاں لے گئی تیری پرواز

زندگی نغمہ و آہنگ تھی تیرے دم سے
موت نے چھین لیا کیسے ترِے ہات سے ساز

Scanned by CamScanner

کن چٹانوں سے کروں سنگ دلی کا شکوہ
اے فضاؤں کے سخن فہم صبا کے ھمراز

آگ کس طرح ترے جسم کے نزدیک آئی
کیسے پٹرول کے شعلوں سے دبا شعلہ ساز

کون سے دشت میں لی آخری ہچکی تُو نے
کس دھماکے سے نگوں ہو گئی تیری آواز

کیوں دُعائیں نہ بنیں تیری نگہباں اُس وقت
کیوں نہ کام آئی مرے چاکِ گریباں کی نماز

میرے محبُوب گلے مِل کے لپٹ کر مِل جا
میرے بھائی ترے مِلنے کے ہزاروں انداز

Scanned by CamScanner

آوازکے سائے

خبر نہیں تم کہاں ہو یارو

ہماری اُفتادِ روز و شب کی،
تمھیں خبر مل سکی، کہ تم بھی
رہینِ دستِ خزاں ہو یارو
دِنوں میں تفریق مِٹ چُکی ہے
کہ وقت سے خُوش گُماں ہو یارو
ابھی لڑکپن کے حوصلے ہیں
کہ بے سرو سائباں ہو یارو

ہماری اُفتادِ روز و شب میں
نہ جانے کتنی ہی بار اب تک
دھنک بنی اور بکھر چکی ہے
عرُوسِ شب اپنی خلوتوں سے
سحر کو محرُوم کر چُکی ہے

Scanned by CamScanner

دہکتے صحرا میں دُھوپ کھا کر
شفق کی رنگت اُتر چکی ہے
بہار کا تعزیہ اُٹھانے
نگارِ یک شب گذر چکی ہے

اُمیدِ نوروز ہے کہ تُم بھی
بہار کے نوحہ خواں ہو یارو

تمُھاری یادوں کے قافلے کا
تھکا ہوا اجنبی مُسافر
ہر اِک کو آواز دے رہا ہے
خفا ہو یا بے زباں ہو یارو

Scanned by CamScanner

یہ آدمی کی گزرگاہ

زندگی آج تو کس طرف آ گئی

صبح کی سیمیا روشنی چھوڑ کر
مدھ بھری شام کی کم سنی چھوڑ کر
اوس پیتی ہوئی چاندنی چھوڑ کر
اس کے مکھڑے کی میٹھی نمی چھوڑ کر

زندگی آج تو کس طرف آ گئی

اس نئے دیس کے اجنبی راستے
کتنے تاریک، کتنے پُراسرار ہیں
آج تو جیسے وحشی قبیلے یہاں
اک نئے آدمی کے لہو کے لیے
جسم پر راکھ مل کر نکل آئے ہیں

Scanned by CamScanner

آنکھ میں چُبھ رہا ہے کسَیلا دُھواں
جسم کو چھُو رہی ہیں نُکیلی سُوئیاں
ہر قدم پر ڈھچر، ہر طرف ہڈّیاں

وقت کی خوف سے سانس رُکتی ہوئی
رات کے بوجھ سے ہانپتی خامُشی
ہر طرف تیرگی تیرگی تیرگی

پیڑ کے رُوپ میں کوئی دُشمن نہ ہو
پاس کے موڑ پر کوئی رہزن نہ ہو
یہ کھنڈر کوئی رُوحوں کا مسکن نہ ہو

اِس بھٹکتی صدا میں کوئی راز ہے
یہ پُرانا دِیا کِس کا غمّاز ہے؟
کِس کی آہٹ ہے یہ کِس کی آواز ہے؟

کِس لیے آج سامانِ شبخُون ہیں؟
کون سے راز سینوں میں مدفُون ہیں؟
کِس کے لشکر آمادۂ خُون ہیں؟

Scanned by CamScanner

ہر طرف دُھند ہے ہر طرف سہم ہے
کوئی صاحبِ نظر ہے کہ نافہم ہے؟
سانپ کی سرسراہٹ ہے یا وہم ہے؟

زندگی آج تُو کس طرف آ گئی

مَیں تری راہ کس طرح روشن کروں
میری ویران آنکھوں میں آنسو نہیں
تیرے سازوں کی تحریک کے واسطے
میرے ہونٹوں پہ گیتوں کا جادُو نہیں
رات سُنسان ہے راہ ویران ہے
کوئی نغمہ نہیں کوئی خُوشبُو نہیں

آج تک مَیں نے تیرے لیے رات دِن
موتیوں اور چراغوں کے ہر تھال پر
کتنے گجرے عقیدت سے حاضر کیے
کنواریوں کے بدن کی جواں اوس سے
تیرے پھُولوں کے چہروں کو ضو بخش دی
جب بُجھی جا رہی تھی تری دِل کشی
تیرا مُنہ چُوم کر تجھ کو نَو بخش دی

Scanned by CamScanner

چُوڑیوں کی کھنک سے ترے واسطے
اَیسے معصُوم نغمے مُرتّب کیے
جن کو سُن کر ستاروں کے اِک شہر میں
کرِشن کے ہات سے بانسرِی چھُٹ گئی

تیری ہر نیند کو، تیرے ہر خواب کو
مَیں نے پریوں کی زُلفوں کا بِستر دیا
نَو عرُوسوں کی شرماہٹیں سونپ دیں
لَے کے گہنے، تبسّم کا زیور دِیا
اپسراؤں کے سِینوں کے بھونچال سے
حِدّتیں چھِین کر تجھ کو پیکر دِیا
تیرے بالوں پہ غزلوں سے اَفشاں چُنی
تیرے ماتھے کو نظموں کا جُھومر دیا
اُنگلیوں کو اجنتا کی صنعت گری
انکھڑیوں کو بنارس کا منظر دِیا

ایک تشبیہ سوچی کمر کے لیے
استعارے تراشے نظر کے لیے
جسم اَور خُون سے ماورا کہہ دیا
اَور اِک روز تجھ کو خدا کہہ دیا

زندگی آج تُو کِس طرف آ گئی

مَیں چٹانوں سے فرہاد بن کر لڑا
تُو نے تیشے میں میرا لہُو بھر دیا
والمیک اور بُدھ بن کے آواز دی
تُو نے صحراؤں میں مجُھ کو گُم کر دیا
ٹرائے کی جنگ میں تیرا ہومر بنا
مجُھ سے آنکھوں کی سب نعمتیں چھِن گئیں
دشتِ احساس میں تیرا شاعر بنا
تیرے کانٹوں نے میری رگیں چھیل دیں
مَیں نے ڈھونڈا تجھے ذہنِ سُقراط میں
اور مجُھے زہر کا جام پینا پڑا
مَیں نے جانا تجھے بے حد و بے مکاں
اور مجُھے قید خانوں میں جینا پڑا

ﻪ I fall upon the thorns of life
I bleed

— Shelley

حادثوں نے بجھا دی عقیدت کی لَو
تجربوں نے عقائد کو گُم کر دیا
پھر بھی مَیں تیرے دامن کو تھامے ہُوئے
زخم دھوتا رہا اور گاتا رہا
اَور مہکے یہ زخموں کا بن یا نہیں
اَور کچھ دِن رہے یہ لگن یا نہیں
اَے مِری ہم سفر مجُھ کو آواز دے
مُسکرائے گی کوئی کِرن یا نہیں
جس کھنڈر پر گھنی مَوت کا راج ہے
اُس سے اُبھرے گی صُبحِ وطن یا نہیں
اِقتصادی خیالات کی جنگ میں
جیت جائے گا شاعر کا فن یا نہیں

Scanned by CamScanner

گانے والیاں

اُس کے سازندوں کی آنکھوں میں نہ دُرگانہ ملہار
صرف یہ فکر کہ بے خواب رہیں گے کب تک
اپنے بے نام معتدر کو سہیں گے کب تک

جاگتے ہونٹ، چمکتے ہوئے عارض کا نکھار
مُسکراتے ہُوئے یوں اشک بہیں گے کب تک
یہ دمکتے ہُوئے رُخسار رہیں گے کب تک

گاؤ تکیے سے لپٹتے ہُوئے دو بچّوں نے
اپنی ماؤں کو، کبھی رقصِ جنُوں کو دیکھا
سازِ دیراں کو، کبھی سوزِ دروں کو دیکھا

لوریاں دے کے سُلائیں گی یہ مائیں کہ نہیں
چُوم کر صُبح اُٹھائیں گی یہ مائیں کہ نہیں
جاگ کر ہم کو سُلائیں گی یہ مائیں کہ نہیں

Scanned by CamScanner

دیوانوں پہ کیا گذری

صرف دو چار برس قبل یونہیں بر سرِ راہ
مل گیا ہوتا اگر کوئی اشارا ہم کو
کسی خاموش تکلم کا سہارا ہم کو
یہی دُزدیدہ تبسّم، یہی چہرے کی پکار
یہی وعدہ، یہی ایما، یہی مُبہم اقرار

ہم اسے عرش کی سرحد سے مِلانے چلتے
پھول کہتے کبھی سنگیت بنانے چلتے
خانقاہوں کی طرف دیپ جلانے چلتے

صرف دو چار برس قبل! مگر اب یہ ہے
کہ تری نرم نگاہی کا اشارا پا کر
کبھی بستر کبھی کمرے کا خیال آتا ہے

زندگی جسم کی خواہش کے سوا کچھ بھی نہیں
خُون میں خُون کی گردش کے سوا کچھ بھی نہیں

Scanned by CamScanner

گُناہ گار

اَے سوگوار یاد بھی ہے تجھ کو یا نہیں
وُہ رات، جب حیات کی زُلفیں دراز تھیں
جب روشنی کے زرم کنول تھے بُجھے بُجھے
جب ساعتِ ابد کی لَویں نیم باز تھیں
جب ساری زندگی کی عبادت گُذاریاں
تیری گُناہ گار نظر کا جواز تھیں

اِک ڈُوبتے ہُوئے نے کِسی کو بچا لیا
اِک تیرہ زِندگی نے کِسی کو نِگاہ دی
ہر لمحہ اپنی آگ میں جلنے کے باوجُود
ہر لمحہ زہرِ محبّت کو راہ دی
ہم نے تو تجھ سے دُور کی ہمدردیاں دکھائیں
تُو نے کِسی سے رسمِ وفا بھی نباہ دی

مُدّتوں کور نِگاہی دِل کی
نُورِ عرفاں کو ترستی رہتی
تو جو خُورشید نہ بن کر آتی
ذہن پہ اوس برستی رہتی

Scanned by CamScanner

کیا خبر آج تیری پلکوں میں
برہمی ہے کہ غم کا سوز و گداز
میرے سینے سے اب بھی آتی ہے
تیری پلکوں کی رحم دل آواز

اللہ اللہ یہ لرزشِ مژگاں
جھٹپٹے کا ہے طرفہ راز و نیاز
راگنی میں ڈھلا ہوا گویا
رات کو گھومتے کرے کا گداز

مجھ کو چپ چاپ اس طرح مت دیکھ
میرے بستر کی سلوٹیں مت کھول
رات میں کتنی دیر سویا ہوں
بول اے صبح کے ستارے بول

Scanned by CamScanner

اُس کو کرنوں نے دی ہے تابانی
اُس کو مہتاب نے سنوارا ہے
یُوں وُہ عورت ضرور ہے لیکن
اُس کی بُنیاد اِستعارا ہے

یُوں تو اکثر خیال آتا تھا
میں جو ہُوں اُس سے ماسوا بن جاؤں
تیری آنکھوں کو دیکھنے کے بعد
مَیں نے چاہا کہ مَیں خدا بن جاؤں

سُن کے لوگوں کے زہر سے فقرے
دیکھ کر اپنے گھر کی بربادی
مَیں بھی جب مُسکرا ہی لیتا ہُوں
تم تو کتنا بدل گئی ہو گی!

Scanned by CamScanner

صرف کہہ دوں کہ ناؤ ڈوب گئی
یا بتاؤں کہ کیسے ڈوبی تھی
تم کہانی تو خیر سُن لو گی
آپ بیتی کہوں کہ جگ بیتی

کوئی ساغر کی سمت گرمِ فرار
کوئی جسموں میں ڈھونڈتا ہے سکوں
مجھ کو بھی مل گئی ہے جائے پناہ
شعر لکھتا ہوں اور جیتا ہوں

وقت کے ساتھ لوگ کہتے تھے
زخمِ دل بھی تمھارے ہوں گے دور
رفتہ رفتہ یہ وقت آ پہنچا
میرا ہر زخم بن گیا ناسور

Scanned by CamScanner

فرار

اِس سے پہلے کہ خرابات کا دروازہ گرے

رقص تھم جائے، اداؤں کے خزانے لُٹ جائیں
وقت کا درد، نگاہوں کی تھکن، ذہن کا بوجھ
نغمہ و ساغر و اِلہام کا رُتبہ پا لے
کونپلیں دُھوپ سے اِک قطرۂ شبنم مانگیں
سنگساری کا سزاوار ہو بلّور کا جسم
دِل کے اُجڑے ہُوئے مندر میں وفا کی مشعل
مَصلحت کیشیٔ طوفان کی زد میں آجائے
آہُوئے دشتِ جنُوں شہر کی حد میں آجائے

سب کے قدموں میں تمنّا پئے خمیازہ گرے

عاقلو، دیدہ ورو، دُوسری راہیں ڈھونڈو
اِس سے پہلے کہ خرابات کا دروازہ گرے

Scanned by CamScanner

محبّت

تُو مِری شمعِ دل و دِیدہ، مِری معصُومہ
پیار کی دُھوپ میں نِکلی تو پگھل جائے گی
کھولتا، گُونجتا لاوا ہے مِرے جسم کا لمس
تُو مِرے ہونٹوں کو چُھو لے گی تو جل جائے گی

تِتلِیاں چُن ابھی خاروں کی طلبگار نہ بن
لوریاں سِیکھ مِرے درد میں غمخوار نہ بن
بزمِ آہنگ میں آ، نالۂ خُونبار نہ بن

میرا دِل وقت کے طُوفان میں ہے ایسی چٹان
کہ سفینہ اِدھر آیا تو بِکھر جائے گا
ابدی نِیند کا پیغام ہے میرا آغوش
جو مِری گود میں آئے گا وُہ مر جائے گا

Scanned by CamScanner

خزانہ

رات کے خواب جلے دِن کی تمازت سے مگر
تُو مرے واسطے فردوسِ گُماں آج بھی ہے

وُہی ہر سمت ترے نام کی دیواریں ہیں
وُہی آفاق کی محدُود عناں آج بھی ہے

وُہی تابندہ درخشاں ہے ترے رُوپ کی لَو
وُہی حالات کا سیلابِ رواں آج بھی ہے

سیکڑوں جسموں سے کھیلی ہے جوانی میری
دِل میں تقدیس وطہارت کا سماں آج بھی ہے

دُوسرے بُت کدے روشن بھی ہُوئے بُجھ بھی گئے
تیری مسجد میں وُہی سوزِ اذاں آج بھی ہے

اُن گناہوں میں جَلا ہُوں کہ مِرے سینے میں
خُوشبُوئے عصمتِ مریم بَدَناں آج بھی ہے

Scanned by CamScanner

غم تو مے خانے کی تاریک گلی تک لایا
ذہن میں سلسلۂ کاہکشاں آج بھی ہے

کوہساروں کی طرح ساکت و بے جان ہے وقت
آبشاروں کی طرح طبع رواں آج بھی ہے

تنگیٔ دائرۂ اہلِ خرد کے باوصف
وسعتِ حلقۂ آشفتہ سراں آج بھی ہے

ساری سڑکوں پہ اجارہ ہے ثمرمندوں کا
موڑ پہ عشق کی چھوٹی سی دکاں آج بھی ہے

آندھیاں تیز ہیں اور طاقِ الفْ○ لیلیٰ میں
اک چراغ تہہ داماں کا دھواں آج بھی ہے

اب کہاں قافلۂ کاکل و رخسار مگر
دیدۂ شوق بہر سو نگراں آج بھی ہے

○ صحیح اَلف ہے : اُردو میں عام طور پر اِلف پڑھتے ہیں

اُنگلیاں ٹوٹ رہی ہیں تجھے چھونے کے لئے
بے حنا ہاتوں کا لطفِ گُذراں آج بھی ہے

کُشتۂ تشنہ لبی ہُوں، مگر ان ہونٹوں میں
بُوئے شاداب مسیحا نفساں آج بھی ہے

اَب نہ تپتی ہُوئی باتیں نہ سُلگتے ہُوئے خط
گرم آتش کدہ حرف و بیاں آج بھی ہے

ایک اِک زخم پہ محفوظ ہیں تیروں کے نگار
مسکراتی ہُوئی ابرُو کی کماں آج بھی ہے

بازوؤں میں تری آہُو بدنی باقی ہے
کروٹوں میں تری وحشت کا نشاں آج بھی ہے

آج کل کون وفادار ہُوا کرتا ہے
خود پہ نازاں ہوں کہ یہ جنس گراں آج بھی ہے

Scanned by CamScanner

ہار جیت

میری بن جانے پہ آمادہ ہے وُہ جانِ حیات
جو کسی اور سے پیمانِ وفا رکھتی ہے
میرے آغوش میں آنے کے لئے راضی ہے
جو کسی اور کو سینے میں چھپا رکھتی ہے

شاعری ہی نہیں کچھ باعثِ عزت مجھ کو
اور بہت کچھ حسد و رشک کے اسباب میں ہے
مجھ کو حاصل ہے وُہ معیارِ شب و روز کہ جو
اُس کے محبوب کے ہاتوں میں نہیں خواب میں ہے

کون جیتے گا یہ بازی مجھے معلوم نہیں
زندگی میں مجھے کیا اور اُسے کیا مل جائے
کاش وُہ زینتِ آغوش کسی کی بن جائے
اور مجھے گرمیٔ پیمانِ وفا مل جائے

Scanned by CamScanner

فسادِ ذات

دریدہ پیرہنی کل بھی تھی اور آج بھی ہے
مگر وہ اور سبب تھا ـــــ یہ اور قصّہ ہے
یہ رات اور ہے، وہ رات اور تھی جس میں
ہر ایک اشک میں سارنگیاں سی بجتی تھیں
عجیب لذّتِ نظّارہ تھی حجاب کے ساتھ
ہر ایک زخم مہکتا تھا ماہتاب کے ساتھ
یہی حیاتِ گریزاں بڑی سہانی تھی
نہ تم سے رنج نہ اپنے سے بدگمانی تھی

شکایت آج بھی تم سے نہیں کہ محرومی
تمھارے در سے نہ ملتی تو گھر سے مل جاتی

Scanned by CamScanner

تمھارا عہد اگر اُستوار ہی ہوتا
تو پھر بھی دامنِ دل تار تار ہی ہوتا
خُود اپنی ذات ہی ناخُن خُود اپنی ذات ہی زخم
خُود اپنا دِل رگِ جاں اَور خُود اپنا دِل نِشتر
فسادِ خلق بھی خُود اَور فسادِ ذات بھی خُود
سفر کا وقت بھی خُود جنگلوں کی رات بھی خُود

تمھاری سنگ دِلی سے خفا نہیں ہوتے
کہ ہم سے اپنے ہی وعدے وفا نہیں ہوتے

Scanned by CamScanner

اِسی گھر میں

بیٹھا ہُوں سِیہ بخت و مُکدّر اِسی گھر میں
اُترا تھا مِرا ماہِ مُنوّر اِسی گھر میں

آے سانس کی خُوشبو لب و عارِض کے پسینے
کھولا تھا مِرے دوست نے بستر اِسی گھر میں

چٹکی تھیں اِسی صحن میں اُس ہونٹ کی کلیاں
مہکے تھے وُہ اَوقاتِ مُیسّر اِسی گھر میں

افسانہ در افسانہ تھا مُڑتا ہُوا زینہ
آئینہ در آئینہ تھا ہر در اِسی گھر میں

ہوتی تھی حریفانہ بھی ہر بات پہ اِک بات
رہتی تھی رقیبانہ بھی اکثر اِسی گھر میں

Scanned by CamScanner

شرمندہ ہُوا تھا یہیں پندارِ امارت
چمکا تھا فقیروں کا مقدر اسی گھر میں

سوئی تھی یہیں تھک کے بلائے شبِ ہجراں
جاگی تھی کوئی زُلفِ مُعنبر اسی گھر میں

اِک زمزمہ رفتار کے قدموں کی بدولت
چھلکا تھا کبھی چشمۂ کوثر اسی گھر میں

وہ جس کے درِ ناز پہ جھکتا ہے دو عالم
آئی تھی بڑی دور سے چل کر اسی گھر میں

Scanned by CamScanner

وُہ اَجنبی

وُہ مہر و ماہ و مُشتری کا ہم عناں کہاں گیا
وُہ اجنبی کہ تھا مکان و لامکاں کہاں گیا

ترس رہا ہے دِل کسی کی داوری کے واسطے
پیمبرانِ نیم جاں خُدائے جاں کہاں گیا

وُہ ملتفت بہ خندہ ہائے غیر کس طرف ہے آج
وُہ بے نیازِ گریہ ہائے دوستاں کہاں گیا

وُہ ابر و برق و باد کا جلیس ہے کِدھر نہاں
وُہ عرش و فرش و ماورا کا رازداں کہاں گیا

وُہ میزباں کہاں ہے جس کی دید بھی محال تھی
جو آج تک نہ آ سکا وُہ میہماں کہاں گیا

بُجھی پڑی ہے ماہتاب و کہکشاں کی انجمن
وُہ صدرِ بزمِ ماہتاب و کہکشاں کہاں گیا

یہ کائناتِ آب و گِل ہے جس کے غم میں مُضمحل
دِیا ہے جس نے سوزِ دِل وُہ مہرباں کہاں گیا

ترس رہے ہیں دُور دُور تک اُداس راستے
مُسافرو بتاؤ میرِ کارواں کہاں گیا

Scanned by CamScanner

اعتراف

ترے کرم نے مجھے کر لیا قبول مگر
مرے جنوں سے محبت کا حق ادا نہ ہُوا

ترے غموں نے مرے ہر نشاط کو سمجھا
مرا نشاط ترے غم سے آشنا نہ ہُوا

کہاں کہاں نہ مرے پاؤں لڑکھڑائے مگر
ترا ثبات عجب تھا کہ حادثہ نہ ہُوا

ہزار دشنہ و خنجر تھے میرے لہجے میں
تری زباں پہ کبھی حرفِ ناروا نہ ہُوا

ترا کرم جو گھٹا بھی تو بے پناہ رہا
مرا سلوک بڑھا بھی تو منصفانہ ہُوا

Scanned by CamScanner

ترے دُکھوں نے پکارا تو مَیں قریب نہ تھا
مرے غموں نے صدا دی تو فاصلہ نہ ہُوا

ترے مجاز میں اُس کے لئے پرستش تھی
خُدا کا نام لئے جس کو اِک زمانہ ہُوا

ہزار شمعوں کا بنتا رہا مَیں پروانہ
کسی کا گھر، ترے دل میں، مرے سوا نہ ہُوا

مری سیاہیٔ دامن کو دیکھنے پر بھی
ترے سفید دوپٹوں کا دِل بُرا نہ ہُوا

خزف کی جیب میں کیا تھا سوائے گُمنامی
بس ایک گوہرِ نایاب سے خزانہ ہُوا

Scanned by CamScanner

تو مری شمعِ دل و دیدہ

وُہ کوئی رقص کا انداز ہو یا گیت کی تان
میرے دِل میں تری آواز اُبھر آتی ہے
تیرے ہی بال بکھر جاتے ہیں دیواروں پر
تیری ہی شکل کتابوں میں نظر آتی ہے

شہر ہے یا کسی عیّار کا پُر ہَول طِلسم
تُو ہے یا شہرِ طلسمات کی ننھّی سی پری
ہر طرف سیلِ رواں، بس کا دھوَاں، ریل کا شور
ہر طرف تیرا خُنک گام، تری جلوہ گری

ایک اک رگ تری آہٹ کے لئے چشم براہ
جیسے تُو آئے گی بس کوئی گھڑی جاتی ہے
تیری پرچھائیں ہے یا تُو ہے مرے کمرے میں
بلب کی تیز چمک ماند پڑی جاتی ہے

ٹینک سڑکوں پہ چلیں جیپ کے آگے پیچھے
دِل گذرتا ہے ترا سایۂ ابرُو لے کر
فلسفے تُند حقائق کی شعاعیں ڈالیں
شام آتی ہے تری آنکھ کا جادُو لے کر
میں اِسی گیس کی دُنیا میں تعفّن کے قریب
شعر لکھتا ہُوں ترے جسم کی خُوشبو لے کر

Scanned by CamScanner

نذرِ حنا

نغمہ و رنگ مِرے حلقۂ ماتم میں نہ آ
صُبح فردوس مِری شامِ جہنم میں نہ آ

میرے سینے میں گُناہوں کی فراوانی ہے
دشت کی دُھوپ ہے، طُوفان کی طُغیانی ہے

خارِ بے مایہ کی تکریم بڑھا دی مَیں نے
لذّتِ زخم کو ہر بار دُعا دی مَیں نے

آگ کے واسطے کوثر کا سبُو توڑ دیا
رِشتۂ دامنِ جبریلِ امیں چھوڑ دیا

اپنا گھر پُھونک دیا قریۂ ویراں کے لئے
دل لہُو کر لیا ہر رنگ کے پیکاں کے لئے

مشقِ ماتم کے لئے زمزمہ خوانی کھو دی
دشت کے واسطے دریا کی روانی کھو دی

چاکِ پیراہنِ دل چاک رہا اور نہ سِیا
عقل کو دانۂ گندم کے عوض بیچ دیا

Scanned by CamScanner

چھوڑ کر اپنا بھرم ملتِ اسلامی میں
رات بھر جشن کیا کوچۂ بدنامی میں
نہ دعائیں نہ حکایاتِ ذُوالاکرام رہیں
لب و رُخسار کی گلیاں سحر و شام رہیں

پھر نہ اِس معصیتِ دل میں جلا شمعِ ظہور
میری انجیلِ تمنا مری تفسیرِ زبور
پھر نہ وُہ درد اُٹھا جو غمِ ادراک میں ہے
پھر نہ اُس چوٹ کو اُکسا جو رگِ خاک میں ہے
تُو جو آتی ہے اندھیرے میں شبستاں بن کر
دیر تک زخم لہکتے ہیں بہاراں بن کر
مُنھ سے کچھ بھی نہیں کہتی ہیں نگاہیں تیری
برچھیاں بن کے اُتر جاتی ہیں آہیں تیری
ایک اک خُون کا قطرہ نگراں ہوتا ہے
ایک اک لمحہ ملامت کی زباں ہوتا ہے

لَوٹ جا، رُوحِ وفا، جسم نہ پالے تجھ کو
میرے جنگل کی گھنی رات نہ آلے تجھ کو
کہیں تُو بھی نہ مِرے ساتھ فنا ہو جائے
یہ لہُو بھی نہ کہیں نذرِ حنا ہو جائے

Scanned by CamScanner

ایک عصرانہ

جانِ محفل، ترا اندازِ سخن جو کچھ ہو
تیری اُفتاد، ترے دل کی لگن جو کچھ ہو
تجھ کو آتا ہو ستاروں سے کنایہ کرنا
تُو نے سیکھا ہو خداؤں کو رعایا کرنا
لفظ کی اوٹ میں کھلتے ہوں معانی کیا کیا
بات بنتی ہو اشاروں کی زبانی کیا کیا

آج ٹوٹا یہ طلسمِ لب و سحرِ امکاں
جب تری جنبشِ ابرو سے نہ چٹکیں کلیاں
تُو نے تسخیر و تعلق کے لئے کیا نہ کیا
اُس نے اظہار تو کیا، وہمِ تمنا نہ کیا
اَے کہ تُو شمعِ سرِ طُور ہے کاشانوں میں
نام بھی اُس نے نہ پُوچھا ترا مہمانوں میں

Scanned by CamScanner

سہرا

یارو شہیدِ رسمِ جفا ہم ہُوئے کہ تُم
اپنی سلامتی سے خفا ہم ہُوئے کہ تُم
ہم پر ہنسے گا جو بھی سُنے گا یہ واردات
رُسوا سرِ سمُوم و صبا ہم ہُوئے کہ تُم
مانا کہ وُہ ہمارے مقدّر سے دُور ہے
اُس کے لئے دُعا ہی دُعا ہم ہُوئے کہ تُم
مانا کہ ہم پہ اُس کی محبّت حرام ہے
چُپ چاپ کُشتگانِ وفا ہم ہُوئے کہ تُم
ہم اُس ہوا کو چُوم رہے ہیں جہاں وُہ تھی
بیعت کُنانِ دستِ صبا ہم ہُوئے کہ تُم
مشرق کے ہر رواج کی قُربان گاہ پر
ہمراہیانِ صد شُہدا ہم ہُوئے کہ تُم
جس کی خموشیوں میں حکایت کا سوز تھا
اُس کی حکایتوں کی بِنا ہم ہُوئے کہ تُم

Scanned by CamScanner

ہے اُس کے چشم و رُخ کی ضیا غیر کے لئے
ہاں اُس کے چشم و رُخ کی حیا ہم ہُوئے کہ تم
اُن انکھڑیوں میں شرم کے ڈورے کہاں سے آئے
اُن انگلیوں پہ رنگِ حنا ہم ہُوئے کہ تم
لِکھا ہو مِل کے سارے سِتاروں نے جس کا نام
اُس کہکشاں پہ آبلہ پا ہم ہُوئے کہ تم
اِس عقل و فہم و عمر و فراست کے باوجود
ذہنِ رقیب و دستِ گدا ہم ہُوئے کہ تم

Scanned by CamScanner

ہم لوگ

آؤ اُس یاد کو سینے سے لگا کر سو جائیں
آؤ سوچیں کہ بس اک ہم ہی نہیں تیرہ نصیب
اپنے ایسے کئی آشفتہ جگر اور بھی ہیں

ایک بے نام تھکن، ایک پُر اسرار کسک
دل پہ وہ بوجھ کہ بھولے سے بھی پُوچھے جو کوئی
آنکھ سے جلتی ہُوئی رُوح کا لاوا بہہ جائے

چارہ سازی کے ہر انداز کا گہرا نشتر
غم گُساری کی روایات میں اُلجھے ہُوئے زخم
دردمندی کی خراشیں جو مٹائے نہ مٹیں

اپنے ایسے کئی آشفتہ جگر اور بھی ہیں
لیکن اے وقت وہ صاحب نظراں کیسے ہیں
کوئی اُس دیس کا مل جائے تو اِتنا پُوچھیں
آج کل اپنے مسیحا نفساں کیسے ہیں
آندھیاں تو یہ سُنا ہے کہ اُدھر بھی آئیں
کونپلیں کیسی ہیں، شیشوں کے مکاں کیسے ہیں؟

Scanned by CamScanner

رفتگاں

زمانہ ختم ہو گیا
لہو میں تھا جو رقصِ والہانہ ختم ہو گیا

گرج برس کے بادلوں کے قافلے گُذر گئے
وُہ منزلیں گُذر گئیں، وُہ فاصلے گُذر گئے
زمیں سے آسماں تک اِک طلسم اِک فسانہ تھا
فسانہ ختم ہو گیا

تمام رات مشتری کی انجمن سجی رہی
فضا میں دُور دُور اشرفی کے ڈھیر لگ گئے
سحر ہُوئی تو چاند کا خزانہ ختم ہو گیا

سکُوتِ حال میں نشاطِ آرزو، نہ دھڑکنیں
سرودِ رفتہ میں غمِ شبانہ ختم ہو گیا
نیازِ حُسن و سوزِ عاشقانہ ختم ہو گیا
روایتوں کا ربطِ غائبانہ ختم ہو گیا

Scanned by CamScanner

سودا

وُہ تو کیا، سب کے لیے فیصلہ دشوار نہیں
اِک طرف برف کے ڈھیر، ایک طرف شعلۂ طُور
اِک طرف ساعتِ شب، ایک طرف صبح نوید
اِک طرف آگ کی رَو، ایک طرف حُور و قصُور
اِک طرف لذّتِ ہر رنگ سو وُہ بھی فوراً
اِک طرف وعدۂ فردا سو وُہ نزدیک نہ دُور

اُس کے اِس طرزِ تغافل کی شکایت تو نہیں
ہاں مگر اُس سے یہ ادنیٰ سی گذارِش ہے ضرور
اِک چُرائے ہُوئے ناپاک تبسّم کے عوض
اُس نے بیچا ہے سُلگتے ہُوئے اشکوں کا غرُور

Scanned by CamScanner

اندوہِ وفا

آج وہ آخری تصویر جلا دی ہم نے
جس سے اُس شہر کے پھولوں کی مہک آتی تھی
آج وہ نکہتِ آسودہ لُٹا دی ہم نے
عقل جس قصر میں اِنصاف کیا کرتی ہے
آج اُس قصر کی زنجیر ہِلا دی ہم نے

آگ کاغذ کے چمکتے ہُوئے سینے پہ بڑھی
خواب کی لہریں بہتے ہُوئے آئے ساحل
مُسکراتے ہُوئے ہونٹوں کا سُلگتا ہوا کرب
گُنگناتے ہُوئے عارض کا دہکتا ہوا تِل
جگمگاتے ہُوئے آویزوں کی مُبہم فریاد
سرسراتے ہُوئے لمحوں کے دھڑکتے ہُوئے دِل

ایک دِن رُوح کا ہر تار صدا دیتا تھا
کاش ہم بِک کے بھی اِس جنسِ گراں کو پالیں
قرضِ جاں دے کے متاعِ گُذراں کو پالیں
خُود بھی کھو جائیں پر اِس رمزِ نہاں کو پالیں

اور اب یاد کے اِس آخری پیکر کا طلسم
قصّۂ رفتہ بنا، خواب کی باتوں سے ہُوا
اُس کا پیار، اُس کا بدن، اُس کا مہکتا ہُوا رُوپ
آگ کی نذر ہُوا اور انھیں ہاتوں سے ہُوا

Scanned by CamScanner

وصال

وُہ نہیں تھی تو دِل اِک شہرِ وفا تھا، جس میں
اُس کے ہونٹوں کے تصوّر سے تپش آتی تھی
اُس کے اِنکار پہ بھی پھُول کھِلے رہتے تھے
اُس کے انفاس سے بھی شمع جلی جاتی تھی

دِن اِس اُمّید پہ کٹتا تھا کہ دِن ڈھلتے ہی
اُس نے کچھ دیر کو مِل لینے کی مُہلت دی ہے
اُنگلیاں برق زدہ رہتی تھیں، جیسے اُس نے
اپنے رُخساروں کو چھُونے کی اِجازت دی ہے

اُس سے اک لمحہ الگ رہ کے جنُوں ہوتا تھا
جی میں تھی اُس کو نہ پائیں گے تو مر جائیں گے
وُہ نہ ہوگی تو ڈرک جائے گا پیمانۂ ماہ
تیرگی میں کیسے ڈھونڈیں گے، کِدھر جائیں گے

Scanned by CamScanner

پھر ہُوا یہ کہ چٹکتے ہُوئے انگاروں میں
ہم تو جلتے تھے مگر اُس کا نشیمن بھی جلا
بجلیاں جس کی کنیزوں میں رہا کرتی تھیں
دیکھنے والوں نے دیکھا کہ وُہ خرمن بھی جلا
اس میں اک یُوسفِ گُم گشتہ کے ہاتوں کے سوا
اِک زلیخائے خُود آگاہ کا دامن بھی جلا

Scanned by CamScanner

فراق

ہم نے جس طرح سبو توڑا ہے ۔۔۔ ہم جانتے ہیں
دلِ پُرخُوں کی مئے ناب کا قطرہ قطرہ
جُوئے الماس تھا، دریائے شبِ نیساں تھا
ایک اک بُوند کے دامن میں تھی موجِ کوثر
ایک اک عکس حدیثِ حرمِ ایماں تھا
ایک ہی راہ پہنچتی تھی تجلّی کے حضُور
ہم نے اُس راہ سے مُنہ موڑا ہے ۔۔۔ ہم جانتے ہیں

ماہ پاروں کے طلسمات میں تیرا افسُوں
شیوہ و شعبدہ و رسم و روایات میں تُو
حرف و تقریر میں تُو، رمز و کنایات میں تُو
خواب کی بزم تری، دیدۂ بے خواب ترا
صُبح کے نُور میں تُو، نیند بھری رات میں تُو
دِل کی دھڑکن کا ترے قُرب کے لمحوں پہ مدار
ہم نے جس طرح تجھے چھوڑا ہے ۔۔۔ ہم جانتے ہیں

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کوہِ ندا

Scanned by CamScanner

کوہِ ندا

مصطفیٰ زیدی

الحمد پبلی کیشنز

رانا چیمبرز۔ سیکنڈ فلور۔ (چوک پرانی انار کلی) ۔ لیک روڈ۔ لاہور

Scanned by CamScanner

فہرست

۱ - مصطفیٰ زیدی : ایک تعارف ، ۷
۲ - حرفِ آخر ، مصطفیٰ زیدی ، ۹
۳ - شامِ غزل ، ۱۳

نظمیں اور غزلیں

۱ - ماہ و سال ، ۱۷
۲ - آخری بار ملو ، ۱۹
۳ - زنگار پاؤں مرے ، ۲۱
۴ - حرفِ سادہ ، ۲۳
۵ - کس وقت اُجالا پھیلے گا ، ۲۶
۶ - نذرِ غالب ، ۲۷
۷ - نذرِ داغ ، ۲۹
۸ - سپردگی کا یہ عالم ، ۳۰
۹ - چارہ گرو ! ، ۳۲
۱۰ - جہاں میں ہوں ، ۳۴
۱۱ - فرہاد ، ۳۶
۱۲ - کوہِ ندا ، ۳۸
۱۳ - ویٹ نام ، ۴۲
۱۴ - مسافر ، ۴۴
۱۵ - مارشل لا سے مارشل لا تک (قطعہ) ۵۲
۱۶ - مری پتھر آنکھیں ، ۵۳
۱۷ - بزدل ، ۵۵
۱۸ - مرے زخمی ہونٹ ، ۵۷

Scanned by CamScanner

۱۹ - راکھ ، ۵۹
۲۰ - کوئی قلزم کوئی دریا ، ۶۲
۲۱ - اُستاد ، ۶۵
۲۲ - جیل ، ۶۶
۲۳ - اے صبح کے غمخوارو ، ۶۷
۲۴ - احتساب ، ۶۹
۲۵ - پہلا پتھر ، ۷۱
۲۶ - حصار ، ۷۳
۲۷ - قطعہ ، ۷۶
۲۸ - دیدنی ، ۷۷
۲۹ - بنام لیل و نہار ، ۷۹
۳۰ - قطعہ ، ۸۴
۳۱ - شہناز (۱) ، ۸۵
۳۲ - شہناز (۲) ، ۸۸
۳۳ - شہناز (۳) ، ۹۰
۳۴ - شہناز (۴) ، ۹۲
۳۵ - شہناز (۵) ، ۹۴

باقیات

۳۶ - در ہجو آشوب تقرر ، ۹۶
۳۷ - ریستوران میں ، ۱۰۷
۳۸ - غزل ۱۹۶۴ء ، ۱۰۹
۳۹ - اے کربلا ، اے کربلا ، ۱۱۰

Scanned by CamScanner

مصطفیٰ زیدی

(ایک تعارف)

سید مصطفیٰ حسنین نام، زیدی تخلص، ابتداً تیغ الہ آبادی کے تخلص سے شہرت پائی۔

۱۰ اکتوبر ۱۹۳۰ء کو الہ آباد میں پیدا ہوئے۔ بچپن سے ہی نہایت ذہین، طباع اور مطالعے کے گرویدہ تھے۔ میٹرک کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ برصغیر پاک و ہند میں یہ زمانہ سیاسی، ادبی اور تہذیبی اعتبار سے زبردست ہیجان اور جوش و خروش کا تھا۔ مصطفیٰ زیدی نے ان حالات سے شدت سے اثر قبول کیا اور اوائل طالب علمی میں ہی باقاعدہ شاعری کرنے لگے۔ جوش کے لہجے کی گھن گرج ان کے ابتدائی کلام پر حاوی تھی۔ تیغ کا تخلص اسی دور کی یادگار تھا۔ کچھ عرصے فراق گورکھپوری سے مشورۂ سخن کرتے رہے، لیکن ان کی شاعری کا انفرادی رنگ بتدریج نمایاں ہوتا گیا۔ ۱۹۴۸ء میں انٹرمیڈیٹ اور ۱۹۵۰ء میں بی اے کے امتحانات امتیاز کے ساتھ پاس کیے۔ ایم اے پریویس کرنے کے بعد پاکستان آ گئے اور ایم اے انگریزی کا امتحان ۱۹۵۲ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے پاس کیا۔

مصطفیٰ زیدی ابتداً اسلامیہ کالج کراچی اور اس کے بعد پشاور یونیورسٹی میں انگریزی کے استاد رہے۔ ۱۹۵۴ء میں سول سروس کے امتحان میں کامیاب ہوئے۔ ۱۹۵۶ء میں انگلستان سے تربیت حاصل کرنے کے بعد تمام یورپ اور مشرقِ وسطیٰ کا سفر کیا اور پندرہ ملکوں کے ستر ہزار میل کی مسافت طے کر کے پاکستان واپس ہوئے پہلے سیالکوٹ اور بعد میں ڈیرہ غازی خان اور مری میں اسسٹنٹ کمشنر کے طور پر تعینات رہے۔ کچھ

Scanned by CamScanner

عرصہ لاہور میں ڈپٹی سیکرٹری تعلیمات کے طور پر گزارا۔ پھر جہلم میں ڈپٹی کمشنر مقرر ہوئے نواب شاہ، خیرپور، خانیوال اور ساہیوال کے بعد لاہور میں ڈپٹی کمشنر رہے۔ حکومت پاکستان نے اعلیٰ کارکردگی کے صلے میں تمغۂ قائداعظم عطا کیا۔ ۱۹۶۸ء میں نیفلڈ اسکالرشپ پر مزید تربیت کے لیے لندن گئے۔ واپسی میں امریکہ، جزائر ہوائی، فلپائن، ویت نام اور سنگاپور کی سیاحت کرتے ہوئے پاکستان پہنچے اور ۱۹۶۹ء میں ڈپٹی سیکرٹری بنیادی جمہوریت مقرر ہوئے۔ یہ اُن کا آخری سرکاری منصب تھا۔ دسمبر ۱۹۶۹ء میں ملازمت سے معطل اور مئی ۱۹۷۰ء میں برطرف کر دیے گئے۔ ۴ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو سیالکوٹ میں مصطفےٰ زیدی نے ویرا فان ہل سے شادی کی۔ ویرا زیدی جرمن نژاد ہیں، لیکن اُنھوں نے اُردو زبان، ادب اور پاکستان کی معاشرت کو اس طرح اختیار کیا کہ ان کی وضع اور لب و لہجہ پر غیر ملکی ہونے کا گمان تک نہیں گزرتا۔ ان کے یہاں ۱۹۵۸ء اور ۱۹۶۰ء میں پہلے بیٹا اور پھر بیٹی پیدا ہوئی۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو کراچی میں مصطفےٰ زیدی کی اچانک موت کا سانحہ رو نما ہوا۔ اس طرح دُنیائے ادب اپنے ایک نہایت ذہین اور خوش فکر شاعر سے اور عزیزوں، دوستوں اور شناساؤں کا ایک وسیع حلقہ، ایک مخلص اور دردمند شخصیت کی رفاقت سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو گیا۔

مصطفےٰ زیدی ایک صاف گو، بیباک، متواضع اور خلیق انسان تھے۔ اُردو اور انگریزی ادبیات پر اُن کی گہری نظر تھی۔ چالیس سال کی مختصر عمر میں ان کے چھ شعری مجموعے مرتب ہو کر شائع ہوئے۔ ان کی ترتیب اشاعت یہ ہے۔

(۱) زنجیریں، ۱۹۴۹ء (۲) روشنی ۱۹۵۰ء (۳) شہر آذر ۱۹۵۸ء

(۴) موج مری صدف صدف ۱۹۶۰ء (۵) گریبان ۱۹۶۴ء (۶) قبائے ساز ۱۹۶۷ء

Scanned by CamScanner

حرفِ آخر

کوہِ ندا میری نظموں کا آخری مجموعہ ہے۔ اس استغنا کی وجہ میرا چھوٹا پن ہے۔
میرے چھوٹے پن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

(۱) شعر محض ذاتی، اندرونی اور جذباتی واردات کی تفسیر نہیں ہوتا۔ ہو بھی تو اس ذاتِ اندرون پر تحقیق، کسبِ علم، بالخصوص سائنسی اور فلسفیانہ علم کی اتنی آنچ پڑ چکی ہونی چاہیے کہ ہر جذبہ تربیت یافتہ ہو گیا ہو اور ہر وجدانی کیفیت مجذوب کی بڑ اور دیوانگی سے نمایاں طور پر مختلف معلوم ہو۔

(۲) مدت ہوئی کہ میں اس شوقِ تجسس سے "بوجوہ" بیگانہ ہوتا چلا گیا ہوں۔ پچھلے کئی برسوں میں اگر میں نے کوئی مطالعہ بالاستیعاب کیا ہے تو وہ دنیا بھر کی پورنوگرافی کا ہے۔ اب سال بھر سے اس نوع کی کتابیں پڑھنے سے بھی طبیعت اکتا گئی ہے۔

ایک پڑھے لکھے دوست، اطہر صاحب نے جو بی بی سی (لندن) کے مشرقی نشریہ سے وابستہ ہیں۔ ۱۹۶۸ء میں لندن میں اچھی کتابیں پڑھنے کی جستجو دوبارہ میرے اندر پیدا کر دی تھی۔ حالاتِ زمانہ نے اس جستجو کو قائم رکھنے کی اجازت ہی نہیں دی۔
اپنی کم علمیت، بلکہ جہالت کے باوجود جس ملک میں رہتا ہوں وہاں میں پڑھا

Scanned by CamScanner

کا سمجھا جاتا ہوں اور جن لوگوں سے ملا جُلا ہوں اُن میں سے مَیں نے اکثریت کو اپنے سے بھی زیادہ بے مایہ پایا ہے۔

(ب) اس صورتِ حال کا نتیجہ یہ ہے کہ دُنیا کا متمدّن حصّہ جس بلند شاعری کا طالب ہے وہ میرے بس میں نہیں اور میرا اپنا ملک جس قسم کی شاعری کا عادی ہے وہ بھی میرے بس میں نہیں۔

(۲) (RECOGNITION) کے بغیر ہمیشہ ہمیشہ شعر کہتے رہنا ناممکن ہے۔ مَیں نے کئی ایسے شعراء سے زیادہ اچھے شعر کہے ہیں جنھیں ناقدوں نے RECOGNISE کیا ہے۔ یقیناً میری ذات یا میرے شعر یا دونوں میں کوئی ایسا عیب ہے جو اسے قابلِ اعتنا نہیں سمجھا گیا۔ دس پندرہ سال تک جھک مارنے کے بعد جب مَیں نے وزیر آغا کی نئی شاعری پر ایک دبیز کتاب دیکھی، جس میں چھوٹے سے چھوٹے شاعر کا ذکر تھا لیکن میرا نام تک نہیں تھا تو میرا دل ٹوٹ گیا۔ فیروز سنز نے بھی اس نوعیت کی جو کتابیں شائع کی ہیں ان میں بھی یہی صورتِ حال ہے۔ جب دس پندرہ سال کی شاعرانہ بادیہ پیمائی کا یہ نتیجہ ہے تو آئندہ کس کے لیے شعر کہے جائیں اور ان کی کیا ضرورت ہے۔

(ب) مَیں شاعری اور سرکاری ملازمت دونوں میں MISFIT ہوں۔ جن لوگوں میں ملنے جلنے سے شاعر حلقۂ شعراء میں قابلِ قبول ہوتا ہے اُن کو میں کبھی ملا ہی نہیں۔ یا ملا تو رسماً، اسی طرح سول سروس آف پاکستان میں مشکل سے میرے دو یا تین رفیق ہیں۔ اس طرح تارکُ الدُّنیا ہو کر رہنے میں سراسر قصور میرا ہے۔ کچھ دل میں یہ گمان بھی ہے کہ اکثر شعراء مجھے اس لیے ملے ہیں کہ مَیں سرکاری افسر ہوں اور اکثر سرکاری افسر مجھے اس لیے ملے ہیں کہ ان کی ڈرائنگ روم کی نشستوں میں، میرا شاعر ہونا ان کے تفنّنِ طبع کا باعث ہے۔

Scanned by CamScanner

(۳) میرے ملک کے معاشرے میں اپنے جامد نظریے کے علاوہ کسی اور نظریے کو قبول کرنا تو کیا برداشت کرنے تک کا ظرف نہیں ہے۔ جوش ملیح آبادی جیسے جیّد عالم اور کبیر شاعر یہاں حکومت اور عوام دونوں کے ہاتھوں ذلیل ہوتے رہے ہیں۔ مَیں اور میرے تمام ہم عصر اُن کے قدموں کی خاک بھی نہیں۔

(ب) لہذا جب معاشرہ ایک فرد کو قبول نہ کرے اور فرد اس معاشرے سے مصالحت پر آمادہ نہ ہو تو شعر لکھتے رہنا جیسی عبث اور فضول کوئی اور بات نہیں ہو سکتی۔

(ج) اور بالخصوص جب ملک کا مذہبی نظریہ کاٹ کھانے کو دوڑتا ہوا دکھائی دے تو خودکشی یا فرار کے سوا ایک ہی چارہ اور رہ جاتا ہے کہ قصائیوں کی چھریوں سے خود کو ذبح کرانے کے لیے ہر وقت تیار رہا جائے۔

(۴) مَیں نے شاعری کے علاوہ کئی روگ اور پالے، فوٹو گرافی شروع کی تو جنون کی حد تک، میرے سر پہ دُنیا کے ہزاروں شہروں کی دھوپ اور برف پڑی اور میں جلتی ہوئی یا ٹھٹھرتی ہوئی انگلیوں سے متحرک اور جامد کیمرہ چلاتا رہا۔ مُدّت تک میرا اپنا اسٹوڈیو اور ڈارک روم میرے گھر میں بند رہا۔ ۱۹۶۸ء میں جب مَیں لاہور واپس آیا اور بطور سیکرٹری حکومتِ مغربی پاکستان مجھے پوسٹنگ کے احکام ملے تو ...... ایڈیشنل چیف سیکرٹری تھے۔ وہ مجھے بہت عزیز رکھتے تھے۔ اس رشتۂ عزیزیت میں اُنھوں نے مجھے ایک ایسا مکان الاٹ کیا جس میں باہر ملکوں کے سؤر بند رہنا پسند نہیں کریں گے۔ لہذا میری فوٹو گرافی کی عادت جو مجھے عزیز از جان تھی اس گھر کی نذر ہو گئی۔

(ب) اس گھر کا ذکر ایک اور اعتبار سے بہت اہم ہے۔ اس گھر کے الاٹمنٹ سے پہلے مجھے اور میرے بیوی بچّوں کو کئی ماہ تک بیچلرز ہاسٹل جی۔ او۔ آر (۲) میں سر چھپانے کی جگہ ملی تھی۔ یہاں ۲۷ اپریل ۱۹۶۹ء کی شام کو میرے

ایک ماتحت "افسرِ اعلیٰ" مجھے کئی ہزار روپے رشوت دینے آ گئے۔ میں نے ان کی اس جرأت کے بارے میں اگلے دن چیف سیکرٹری کو تحریری اطلاع دی۔ یہ 'افسرِ اعلیٰ' اتنے بارسوخ تھے اور صاحبانِ اقتدار میں اُن کی زبردست رسائی تھی کہ ان کا تو بال بھی بیکا نہیں ہوا اور میرا ایک ایک لمحہ عذاب بنا دیا گیا۔ کئی مہینوں کے ہر دن اور ہر رات مجھ پر اتنا ہراس اور خوف مسلّط کیا جاتا رہا کہ یہ ہر آدمی کی برداشت سے باہر ہے۔ میرا قصور صرف اتنا تھا کہ میں نے حرام کے پیسے ٹھکرا دیے تھے۔

(ج) دوسرا جنون چھوٹے ہوائی جہازوں کو اُڑانے کا ہوا۔ پرائیویٹ پائیلٹ لائسنس بڑی مشقت کے بعد ملا لیکن ایک ایسا اتفاق ہوا کہ اندھیرے میں ایک نامعلوم اور غیر محفوظ جگہ پر مجھے فورسڈ لینڈنگ کرنی پڑی، میں زندہ بچ گیا لیکن تمام تر کوشش کے باوجود جہاز کو نقصان سے نہیں بچا سکا۔ جہاز مجھے اپنی اولاد کی طرح عزیز تھا۔ مجھے آج تک اس کا اتنا صدمہ ہے کہ فلائنگ کلب والے تک جن کا یہ طیارہ تھا اس صدمے کی گہرائی کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

مصطفیٰ زیدی

۲ر دسمبر ۱۹۷۹ء

Scanned by CamScanner

شامِ غزل

اصنافِ شعر میں میری طبیعت نظم پر مائل ہے۔ اسی لیے میرے دونوں مجموعوں "قبائے ساز" اور "شہرِ آذر" میں نظمیں زیادہ ہیں اور غزلیں کم۔ لیکن میں غزل کی نیم نگاہی کا نہ صرف قائل بلکہ گھائل ہوں۔ حد یہ ہے کہ مَیں نے جوشؔ ملیح آبادی جیسے کٹّر اور غزل سے متعصب نظم گو کو غزلوں کا مجموعہ شائع کرنے پر آمادہ کر لیا ہے۔

آج کی غزلوں کے پس منظر کے بارے میں فرداً فرداً بیان کرنا ممکن نہیں۔ ہر غزل ایک آبشار کی طرح ہوتی ہے، جس کی ایک ایک بوند کا علیحدہ علیحدہ حساب نہیں ہو سکتا۔ جس طرح جھرنے پھُوٹتے ہیں، شفق ترتیب ہوتی ہے اور تحلیل ہوتی ہے۔ جس طرح طلوع و غروب کے رنگ بنتے اور بکھرتے ہیں، اُسی طرح غزل کا

Scanned by CamScanner

ایک ایک شعر تخلیق ہوتا ہے، اُبھرتا ہے اور غزل کے سنگیت میں گھُل مل جاتا ہے۔

البتہ اس سنگیت کے سُر، تال اور خیال کی نشاندہی میں اِس طور پر کر سکتا ہوں کہ غزلوں کے ساتھ ساتھ اپنے مزاج کے اجزائے ترکیبی، اپنے مسلک اور قدروں کی جان پہچان کا ذکر کرتا چلوں۔ جب دل و دماغ پر بیرونی محرکات اور اندرونی بحران کی ملی جلی پرچھائیاں پڑتی ہیں تو ان پرچھائیوں میں مجھے تمثیل اور استعارے کی واضح شکلیں دکھائی دیتی ہیں۔ اور ہر تجریدی خیال ثنا سا نقش و نگار اور مانوس خدّ و خال لے کر سامنے آتا ہے۔ یہاں سے بیان اور اظہار کے عجز کا ایک کربناک سفر شروع ہوتا ہے اور بیشتر صورتیں اور سائے الفاظ کی قبا حاصل کیے بغیر اندھیرے میں گُم ہو جاتے ہیں۔ میں شعر سے ایسے اظہار کا طلب گار ہوں کہ خیال نہ صرف پڑھنے والے تک پہنچ سکے بلکہ پڑھنے والا اُسے انگلیوں سے چھُو کر محسوس کر سکے۔ اس کے لیے استعارے اور تشبیہہ کے علاوہ واضح امیجری بہت مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

مثلاً "جمال" مجھے اُس آگ کی طرح محسوس ہوتا ہے جو خود اپنی آنچ سے بے نیاز ہو لیکن جس کی ایک چھوٹی سی چنگاری ہوش و حواس کا دامن پھونک سکتی ہو۔ پھر اُس دامن کی وسعت دیکھیے جو سُلگنے کی اس کیفیت سے بچنے کی جگہ اس سے لُطف اندوز ہوتا ہو ؎

صہبائے تند و تیز کی حدّت کو کیا خبر
شیشے سے پوچھیے جو مزا ٹوٹنے میں تھا

کس کو دیکھا ہے کہ پندارِ نظر کے باوصف — ایک لمحے کے لیے رُک گئی دل کی دھڑکن

یکا یک ایسے جل بجھنے میں لُطف جانکنی کب تھا
جلے اِک شمع پر ہم بھی مگر آہستہ آہستہ

روزمرّہ کے اَن گنت واقعات ہمارے پندار کو مجروح اور ہماری اَنا کو فگار کرتے رہتے ہیں۔ مَیں نے اپنی زندگی میں اس بات کی شعوری کوشش کی ہے کہ یہ جراحت میرے دل پر کوئی کاری نشان نہ چھوڑ جائے، لیکن اس عمل کے دوران جراحت کی ایک ایسی صورت پیدا ہو گئی جو خالص ذاتی اور وجدانی ہے اور جس کا تعلق بیرونی عوامل سے کم ہے ؎

آتشِ حُسن بھی بھی تھی، تابشِ دُنیا بھی مگر
شعلہ جس نے مجھے پھونکا مرے اندر سے اُٹھا

جنسِ ویرانیٔ صحرا مری دُکان میں ہے — کیا خریدے گا ترے شہر کا بازار مجھے

ایک بات اپنی غزل کے محبوب کے بارے میں کہتا چلوں کہ اس کا پیکرِ شعری ورثے میں مجھے نہیں ملا۔ یہ پیٹرول، ٹینک، کمروزی مختصر ملبوس، ایئرپورٹ، ریولان، کُسّن اور تعلقاتِ عامہ کے زمانے کا محبوب نہ مغل لباس پہنتا ہے نہ ہزار چلمنوں میں رہتا ہے۔

میرے اشعار میں ذرا اس کا شیوہ دیکھیے ؎

جب ہوا شب کو بدلتی ہوئی پہلو آئی
مدّتوں اپنے بدن سے تری خوشبو آئی

کیا کیا رہے ہیں حرف و حکایت کے سلسلے — وہ کم سخن نہیں تھا مگر دیکھنے میں تھا

اس کا رونا ہے کہ پیماں شکنی کے باوصف
وہ ستمگر اُسی پیشانیٔ خنداں سے ملا

غزل اپنے اور سارے زمانے کے دُکھ اور درد سمیٹنے کی جتنی صلاحیت رکھتی ہے وہ نظم کی صلاحیتوں سے کسی طرح کم نہیں۔ مَیں اس موقع پر اپنے ہم عصر شعراء کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں کہ اُن میں سے اکثر نے اس صلاحیت کو سمجھا اور اپنی

Scanned by CamScanner

غزل میں جذبے اور فکر دونوں کو بصیرت کی لَو پر پگھلانے کی کوشش کی۔ ہم سب نے اپنی روایتوں کا احترام کیا ہے اور ہم سب نے ان روایتوں کے خلاف احتجاج کے علم بلند کیے ہیں۔ ہم سب کی نظر میں عصرِ جواں کی بغاوتوں کا غرور ہے اور ہم سب کے دلوں کے طاق میں شمعِ مُبیں جل رہی ہے۔

مصطفیٰ زیدی
ٹیلی ویژن لاہور
۱۹ر اکتوبر ۱۹۷۰ء

Scanned by CamScanner

ماہ و سال

اُسی روش پہ ہے قائم مزاجِ دیدہ و دل
لہو میں اب بھی تڑپتی ہیں بجلیاں کہ نہیں
زمیں پہ اب بھی اُترتا ہے آسماں کہ نہیں؟

کسی کے جیب و گریباں کی آزمائش میں
کبھی خود اپنی قبا کا خیال آتا ہے
ذرا سا وسوسۂ ماہ و سال آتا ہے؟

Scanned by CamScanner

کبھی یہ بات بھی سوچی کہ منتظر آنکھیں
غبارِ راہ گزر میں اُجڑ گئی ہوں گی
نظر سے ٹوٹ چکے ہوں گے خواب کے رشتے
وہ ماہتاب سی نیندیں بچھڑ گئی ہوں گی

نیازِ خواجگی و شانِ سروری کیا ہے
شعارِ مُشفقی و طرزِ دلبری کیا ہے
یہ بے رُخی، یہ اَدائے ستم بھی پوچھیں گے
ہماری عُمر کے ہو لو تو ہم بھی پوچھیں گے

کراچی ۱۲ 11/67

آخری بار مِلو

آخری بار مِلو ایسے کہ جلتے ہُوئے دل
راکھ ہو جائیں، کوئی اور تقاضہ نہ کریں
چاکِ وعدہ نہ سِلے، زخمِ تمنّا نہ کِھلے
سانس ہموار رہے، شمع کی لَو تک نہ ہلے
باتیں بس اتنی کہ لمحے اُنھیں آکر گن جائیں
آنکھ اُٹھائے کوئی اُمّید تو آنکھیں چِھن جائیں

اُس ملاقات کا اِس بار کوئی وہم نہیں
جس سے اِک اور ملاقات کی صورت نکلے
اب نہ ہیجان و جُنوں کا نہ حکایات کا وقت
اب نہ تجدیدِ وفا کا نہ شکایات کا وقت

Scanned by CamScanner

لُٹ گئی شہرِ حوادث میں متاعِ الفاظ
اب جو کہنا ہے تو کیسے کوئی نوحہ کہیے
آج تک تم سے رگِ جاں کے کئی رشتے تھے
کل سے جو ہوگا اُسے کون سا رشتہ کہیے

پھر نہ دیکھیں گے کبھی عارض و رخسار ملو
ماتمی ہیں دمِ رخصت در و دیوار، ملو
پھر نہ ہم ہوں گے، نہ اقرار، نہ انکار، ملو
آخری بار ملو

لاہور ۲۳ $\frac{11}{67}$

Scanned by CamScanner

فگار پاؤں مِرے

فگار پاؤں مِرے، اشک نارسا میرے
کہیں تو مِل مجھے اے گم شدہ خدا میرے

مَیں شمعِ کشتہ بھی تھا، صبح کی نوید بھی تھا
شکست میں کوئی انداز دیکھتا میرے

وہ دردِ دل میں ملا، سوزِ جسم و جاں میں ملا
کہاں کہاں اُسے ڈھونڈا جو ساتھ تھا میرے

ہر اک کے شعر میں مَیں اُس کا عکس دیکھتا ہوں
مری زباں سے جو اشعار لے گیا میرے

Scanned by CamScanner

سفر بھی مَیں تھا، مسافر بھی مَیں تھا، راہ بھی مَیں
کوئی نہیں تھا کڑے کوس ماسوا میرے

وفا کا نام بھی زندہ ہے، مَیں بھی زندہ ہوں
اب اپنا حال سُنا مجھ کو بے وفا میرے

وہ چارہ گر بھی اُسے دیر تک نہ پہچانا
جگر کا زخم تھا، نغموں میں ڈھل گیا میرے

Scanned by CamScanner

حرفِ سادہ

معاشرانِ خرابات حرفِ سادہ سے
زبانِ دل سے کبھی عارفانہ بھی سُنتے

قتیلِ زمزمۂ وصل و نالۂ ہجراں
نوائے حسرتِ غیر عاشقانہ بھی سُنتے

روایتِ ابدی پر یقین سے پہلے
حقیقتِ ازلی کا ترانہ بھی سُنتے

اس انتہائے جلال و جمال سے آگے
خیال کا سبقِ ناصحانہ بھی سُنتے

Scanned by CamScanner

زکوٰۃِ دل کبھی دیتا غرورِ کج کلہی
نکاتِ ذہن کبھی عاجزانہ بھی سُنتے

یہ دَوڑتی ہوئی راتیں، یہ بھاگتے ہوئے دن
صدائے مسئلہ جاودانہ بھی سُنتے

حدیث کی رَوِشِ عامیانہ سے ہٹ کر
خرد کا تذکرۂ عالمانہ بھی سُنتے

یہ قرأتوں کے دھوئیں میں گھٹے ہوئے ماحول
ہوا کا زمزمۂ بے کرانہ بھی سُنتے

سیاسیاتؔ و تمدّن کے نازپروردہ
صعوبتِ قفس و تازیانہ بھی سُنتے

یہ قید و بند، یہ تعزیر، عام باتیں ہیں
شکایتِ دل و جاں مشفقانہ بھی سُنتے

Scanned by CamScanner

سزا جزا کے عوض آدمی سے عرضِ حیات
وفا جفا کی طرح دوستانہ بھی سُنتے

مصاحبوں نے بہت کچھ جنھیں بتایا ہے
زبانِ خلقِ خدا غائبانہ بھی سُنتے

غرورِ عشق کو خوئے نیاز سے ملتے
تعلّیوں کو مری شاعرانہ بھی سُنتے

راولپنڈی ۱ ۶/۲۸ ء

Scanned by CamScanner

کس وقت اُجالا پھیلے گا

کس وقت اُجالا پھیلے گا، اے صُبح و مَسا کی تیرہ شبی
کب آئے گا دورِ ساغرِ دل، اے کوثرِ جاں کی تشنہ لبی

سب تنگ بہ جیبِ بیٹھے، سر ہی نہ تھا، زخموں کا کوئی خوگر ہی نہ تھا
ہر شخص میں تھی درماں طلبی، کیا کج کُلَہی، کیا کم نسبی

ہم بات کریں تو کس سے کریں، بنیاد رکھیں تو کس پہ رکھیں
اے اہلِ ہُنر کے عجزِ سخن، اے زندگیوں کی بے سببی

سُنسان پڑی ہیں برسوں سے سب رُشد و ہدایت کی راہیں
اس عہد میں ہم سب اپنے امام، اس دَور میں ہم سب اپنے نبی

میں سنگلیوں سے کھیلا ہوں، مٹّی کی تہوں سے لایا ہوں
تہذیب کا یہ معیارِ نظر، اخلاق کی یہ عالی نسبی

لاہور ۷ ۱/ ۹۸

نذرِ غالب

○

اس کشمکشِ ذہن کا حاصل نہیں کچھ بھی
انکار کو ٹھکرائے، نہ اقرار کو چاہے

مفرورِ طلب رات کو حاصل کرے بن باس
مغرور بدن گرمیٔ بازار کو چاہے

سنبھلے نہ خمِ زیست سے بوجھ آب و ہوا کا
آسائشِ دنیا در و دیوار کو چاہے

آنکھیں روشِ دوست پہ بچھتی چلی جائیں
اور دوست کہ طبعِ سرِ خوددار کو چاہے

Scanned by CamScanner

قوم ایسی کہ چلتے ہُوئے اشعار سے مانوس
مضمون کہ اِس صورتِ دشوار کو چاہے

اِک دل کہ بھر آئے نہ سمجھے ہُوئے غم سے
اِک شعر کہ پیرایۂ اظہار کو چاہے

سین فرانسسکو۔ امریکہ

Scanned by CamScanner

نذرِ داغ

○

اُمید و بیم دست و بازوئے قاتل میں رہتے ہیں
تمھارے چاہنے والے بڑی مشکل میں رہتے ہیں

نکل آ اب تو اِن پردوں سے باہر، دُخترِ صحرا
کہ باہر کم ہیں وہ طوفان جو محمل میں رہتے ہیں

جنھیں دیکھا نہیں دُنیا کی بے تعبیر آنکھوں نے
بہت سے لوگ اُن خوابوں کے مستقبل میں رہتے ہیں

چلو افلاک کے زینوں پہ چڑھ کر عرش تک پہنچیں
کہ سیّد مصطفیٰ زیدی اِسی منزل میں رہتے ہیں

پیرس

سپردگی کا یہ عالم

سپردگی کا یہ عالم کہ جیسے نغمہ و رنگ
ہوا، زمین، فضا، بے کراں، خلا، آفاق
تمام عالمِ روحانیاں، تمام حواس
پگھل کے حلقۂ یک آرزو میں ڈھل جائیں

ہر ایک پور میں کھُل جائیں سیکڑوں گرہیں
ہر ایک قطرۂ شبنم میں سوزِ قلزم ہو
رَچی ہوئی ہے بدن میں لہو کی قوسِ قزح
یقین ہی نہیں آتا کہ جیسے یہ تم ہو!

Scanned by CamScanner

اور ایک ہم ہیں، شکارِ ہزار اندیشہ
تمام کرب و تجسس، تمام وہم و گماں
زباں پہ قفلِ طلسماتِ روز و شب ڈالے
خیال و خواب کی آہٹ سے چونکنے والے

کوئی رفیقِ جنوں، کوئی ساعتِ مرہم
روا یتاً بھی نہ دیکھے ہماری سمت کہ ہم
ہزار مصلحتوں کو شمار کرتے ہیں
تب ایک زخمِ جگر اختیار کرتے ہیں

لندن ۱۲ $\frac{۶}{۶۸}$

Scanned by CamScanner

چارہ گرو

صنم کدوں میں چراغاں ہے، مے کدوں کی طرف
نگاہِ پیرِ مُغاں کی سبیل جاری ہے
ہر اِک فسوں ہے، مگر بے اثر ہے چارہ گرو

اِدھر بھی تشنہ لبی مُستقِل نہیں جاتی
یہاں بھی نشّۂ نامعتبر ہے چارہ گرو

مَیں ایسا جادۂ منزل گزشتہ ہوں جس کے
ہر ایک سنگ میں زخمِ سفر ہے چارہ گرو

Scanned by CamScanner

ہر ایک دن کی طرح تھا وصال کا دن بھی
جِلَو میں فرش، نہ قدموں میں آسمان لیے
قریب آئے اور آکر بدل گئے موسم
گزر گئی شبِ ہجراں بغیر جان لیے

کوئی سُنے بھی تو کیا داستاں سناؤں اُسے
حدیثِ شام و سحر مختصر ہے چارہ گرو
سوائے یہ کہ دل آشفتہ سر ہے چارہ گرو

لندن ۶ $\frac{7}{67}$

Scanned by CamScanner

جہاں میں ہوں

نفَس کو فکر جوہر ہے، جہاں میں ہوں
سمندر ہی سمندر ہے، جہاں میں ہوں

بجھی جاتی ہیں قندیلیں توہم کی
طلوعِ عقلِ خاور ہے، جہاں مَیں ہوں

نظر آتی ہے اپنی ماہیت جس میں
وہ آئینہ میسّر ہے، جہاں میں ہوں

ازل کی بے نقابی اور اجَل کی بھی
سبھی اِمکاں کے اندر ہے، جہاں میں ہوں

نہ کوہِ قاف کی پریوں کے جھرمٹ ہیں
نہ غولِ دیو و اژدر ہے، جہاں میں ہوں

Scanned by CamScanner

نہ سفّاکی، نہ دلداری کی رسمیں ہیں
نہ مرہم ہے نہ خنجر ہے، جہاں میں ہُوں

خدا ہے اپنے نیلے آسمانوں میں
زمیں ہے، خیر ہے، شر ہے، جہاں میں ہوں

قدم اُٹھتے ہیں نامعلوم سمتوں کو
ہر اک شے بے مُقدّر ہے، جہاں مَیں ہُوں

نفَس ہے تشنگی کا دشتِ بے منزل
نفَس ہی موجِ کوثر ہے، جہاں مَیں ہُوں

بدَن کیا چیز ہے، خود میرا سایہ بھی
مِرے سائے سے باہر ہے، جہاں مَیں ہُوں

ہیمبرگ۔ نیویارک ۷ ۱۱/۶۸

فرہاد

اُس سے ملنا تو اِس طرح کہنا : ۔
"تجھ سے پہلے مری نگاہوں میں
کوئی رُوپ اس طرح نہ اُترا تھا
تجھ سے آباد ہے خرابۂ دل
ورنہ مَیں کس قدر اکیلا تھا

تیرے ہونٹوں پہ کوہسار کی اوس
تیرے چہرے پہ دھوپ کا جادو
تیری سانسوں کی تھرتھراہٹ میں
کونپلوں کے کنوار کی خوشبو"

Scanned by CamScanner

وہ کہے گی کہ اِن خطابوں سے
اور کِس کِس پہ جال ڈالے ہیں
تم یہ کہنا کہ پیشِ ساغرِ جم
اور سب مٹّیوں کے پیالے ہیں

ایسا کرنا کہ اِحتیاط کے ساتھ
اُس کے ہاتوں سے ہات ٹکرانا
اور اگر ہو سکے تو آنکھوں میں
صِرف دو چار اشک بھر لانا

عشق میں اے مُبصّرینِ کرام
یہی تکنیک کام آتی ہے
اور یہی لے کے ڈوب جاتی ہے

کوالالمپور ۱ ۱/۶۶

کوہِ ندا

ایُّہا النّاس چلو کوہِ ندا کی جانب

کب تک آشفتہ سری ہو گی نئے ناموں سے
تھک چکے ہو گے خرابات کے ہنگاموں سے
ہر طرف ایک ہی انداز سے دن ڈھلتے ہیں
لوگ ہر شہر میں سائے کی طرح چلتے ہیں
اجنبی خوف کو سینوں میں چھپائے ہُوئے لوگ
اپنے آسیب کے تابوت اُٹھائے ہُوئے لوگ
ذات کے کرب میں، بازار کی رُسوائی میں
تم بھی شامل ہو اس انبوہ کی تنہائی میں

Scanned by CamScanner

تم بھی ایک بادیہ پیما ہو خلا کی جانب
خود ہی سوچو کہ ہر اک در سے مِلا کیا آخر
کار آمد ہوئی فریاد کہ ناکام ہوئی
اپنی گلیوں میں سے کس کس نے ستایا تم کو
دشتِ غربت میں کہاں صبح، کہاں شام ہوئی
کس نے سوئے ہوئے اسبابِ فغاں کو چھیڑا
کس نے دُکھتے ہوئے تارِ رگِ جاں کو چھیڑا
کس نے سمجھائیں تمہیں عشرتِ غم کی باتیں
کون لایا تمہیں اندوہِ وفا کی جانب
اب کدھر جاؤ گے، کیا اپنا وطن کیا پردیس
ہر طرف ایک سی سمتوں کا نشاں مِلتا ہے
اپنی آواز بکھر جاتی ہے آوازوں میں
اپنا پندار ملول و نگراں مِلتا ہے
پھونک کر خود کو نظر آتی ہے احساس کی راکھ

Scanned by CamScanner

وقت کی آنچ پہ لمحوں کا دھواں جلتا ہے
راستے کھوتے چلے جاتے ہیں سناٹوں میں
مشعلیں خود بخود آتی ہیں ہوا کی جانب
کب تک افسانہ و افسوں کی حشیشی راتیں
طلبِ جنس و تلاشِ شبِ امکاں کب تک
ذہن کو کیسے سنبھالے گی بدن کی دیوار
درد کا بوجھ اٹھائے گا شبستاں کب تک
دیر سے نیند کو ترسی ہوئی آنکھوں کے لیے
خواب آور نشۂ عارض و مژگاں کب تک
کتنے دن اور پکارے گی تمھیں جسم کی پیاس
نغمہ و غمزہ و انداز و ادا کی جانب
رات بھر جاگتے رہتے ہیں دکانوں کے چراغ
دل وہ سنسان جزیرہ کہ بجھا رہتا ہے

Scanned by CamScanner

لیکن اس بند جزیرے کے ہر اک گوشے میں
ذات کا بابِ طلسمات کھُلا رہتا ہے
اپنی ہی ذات میں پستی کے کھنڈر ملتے ہیں
اپنی ہی ذات میں اک کوہِ ندا رہتا ہے
صرف اِس کوہ کے دامن میں میسّر ہے نجات
آدمی ورنہ عناصر میں گھِرا رہتا ہے
اور پھر ان سے بھی گھبرا کے اُٹھاتا ہے نظر
اپنے مذہب کی طرف اپنے خدا کی جانب
اَیُّھا النّاس چلو کوہِ ندا کی جانب

ہا نولولو (ہوائی)

ویٹ نام

کل مرے دوست کی ہنستی ہوئی نیلی آنکھیں
دُور سے آئے ہوئے خط کے ہر اندیشے کو
وہم کہتی تھیں، سمجھتی تھیں کہ یہ شکل جسے
اُس نے دیکھا ہے ابھی کیمپ کے آئینے میں
مُسکراتی ہوئی جب اپنے وطن پہنچے گی
کوئی بھیگی ہوئی پلکوں سے اُسے چُومے گا
اور شرمندہ نگاہوں سے مسرت کی کرن
ایسے پھُوٹے گی کہ پھر رات کا امکاں نہ رہے

اور اب مَیں ہوں، ہوا میں مرے سگرٹ کا دھواں
تام چینی کے نئے مگ میں کسیلی کافی
اسٹریچر پہ یہ پھیلا ہُوا فوجی کمبل
اُس کے بے جان بدن کا یہ اکیلا ساتھی
ابھی "رن وے" پہ کوئی قبر نما طیّارہ
میرے اِس آخری دیدار کو لے جائے گا
سائیگان اپنے ایرپورٹ کے سنّاٹے میں
مجھ سے پُوچھے گا وہی چند سوالات کہ جو
مجھ سے پہلے بھی کسی اور سے پُوچھے ہوں گے

سائیگان

مُسافر

مرے وطن، تری خدمت میں لے کر آیا ہوں
جگہ جگہ کے طلسمات، دیس دیس کے رنگ
پُرانے ذہن کی راکھ، اور نئے دلوں کی اُمنگ
نہ دیکھ ایسی نگاہوں سے میرے خالی ہاتھ
نہ یُوں ہو میری تہی دامنی سے شرمندہ
بسے ہُوئے ہیں مرے دل میں سیکڑوں تحفے
بہت سے غم، کئی خوشیاں، کئی انوکھے لوگ
کہیں سے کیف ہی کیف اور کہیں سے درد ہی درد

Scanned by CamScanner

جنھیں اُٹھا نہیں سکتا ہر ایک دشت نورد
جو ہتھیلیوں کے شکم میں سما نہیں سکتے
جو سُوٹ کیس کی جیبوں میں آ نہیں سکتے

بچھڑ کے تجھ سے کئی اجنبی دیاروں نے
مجھے گلے سے لگایا، مجھے تسلّی دی!
مجھے بتائے شبِ تیرہ و سیاہ کے راز
مرے بدن کو سکھائے ہزار اِستلذاذ
کچھ اس طرح مرے پہلو میں آئے زہرہ و شمس
مَیں مدّتوں یہی سمجھا کیا کہ جسم کا لمس
ازل سے تا بہ اَبد ایک ہی مسرّت ہے
کہ سب فریب ہے، میرا بدن حقیقت ہے
اور اِس طرح بھی ہُوا ہے کہ میری تنہائی
سمندروں سے لپٹ کر، ہوا سے ٹکرا کر

Scanned by CamScanner

کبھی سمیٹ کے مجھ کو نئے جزیروں میں
کبھی پہاڑ کے جھرنے کی طرح بکھرا کر
کبھی بٹھا کے مجھے آسماں کے دوش بدوش
کبھی زمیں کی تہوں میں، جڑوں میں پھیلا کر
کچھ اس طرح مرے احساس میں سمائی ہے
کہ مجھ کو ذات سے باہر نکال لائی ہے
کچھ ایسا خواب سا، ناخوابیاں سی طاری تھیں
بدن تو کیا، مجھے پرچھائیاں بھی بھاری تھیں

مرے دیار، کہاں تھے ترے تماشائی
کہ دیدنی تھا مرا جشنِ آبلہ پائی
کچھ ایسے دوست ملے شہرِ غیر میں کہ مجھے
کئی فرشتہ نفس دشمنوں کی یاد آئی
مَیں سوچتا ہوں کہ کم ہوں گے ایسے دیوانے

Scanned by CamScanner

نہ کوئی قدر ہو جن کی، نہ کوئی رسوائی
مجھے بجھا نہ سکی یخ زدہ ہوائے شمال
مجھے ڈبو نہ سکی قلزموں کی گہرائی
نہ جانے کیسا کُرہ تھا مرا وجود کہ روز
مرے قریب زمیں گھومتی ہوئی آئی

تلاش کرتے ہوئے گم شدہ خزانوں کو
بہت سے مصر کے فرعون مقبروں میں ملے
زبانِ سنگ میں جو ہم کلام ہوتے ہیں
کچھ ایسے لوگ پرانے مجسّموں میں ملے
بلند بام کلیسا میں تھے وہی فن کار
جو خستہ حال مساجد کے گنبدوں میں ملے
مری تھکی ہوئی خوابیدگی سے نالاں تھے
وہ رت جگے جو مسائل کی کروٹوں میں ملے

Scanned by CamScanner

کئی سراغ نظر آئے داستانوں میں
کئی چراغ کتابوں کے حاشیوں میں ملے

سُنا کے اپنے عروج و زوال کے قصّے
سبھی نے مجھ سے مرا رنگِ داستاں پُوچھا
دکھا کے برف کے موسم، مرے بزرگوں نے
مزاجِ شعلگیٔ عصرِ نوجواں پوچھا

مری جُھکی ہُوئی آنکھیں تلاش کرتی رہیں
کوئی ضمیر کا لہجہ، کوئی اُصول کی بات
گزر گئی مری پلکوں پہ جاگتی ہُوئی رات
ندامتوں کا پسینہ جبیں پہ پھُوٹ گیا
مری زباں پہ ترا نام آکے ٹوٹ گیا

Scanned by CamScanner

قبول کر یہ ندامت کہ اِس پسینے کی
ہر ایک بُوند میں چنگاریوں کے سانچے ہیں
قبول کر مرے چہرے کی جھُرّیاں جن میں
کہیں جنوں، کہیں تہذیب کے طمانچے ہیں
سنبھال میرا اشک ہدیۂ غمِ ادراک
جو مجھ کو سات سمندر کا زہر پی کے مِلا
ثقافتوں کے ہر آتش فشاں میں جی کے مِلا
طلب کیا مجھے یونان کے خداؤں نے
جنم لیا مرے سینے میں دیوتاؤں نے
فریب و حرص کے ہر راستے سے موڑ دیا
اور اُس کے بعد۔ سُپر مارکٹ پہ چھوڑ دیا
جہاں بس ایک ہی معیارِ آدمیت تھا
ہجومِ مرد و زناں محوِ سیرِ وحشت تھا
گھڑی کا حُسن، نئے ریڈیو کی زیبائی

Scanned by CamScanner

پلاسٹک کے کنول —— نائلان کی ٹائی
اطالیہ کے نئے بوٹ، ہانگ کانگ کے ہار
کرائسلر کی نئی رینج، ٹوکیو کے سنگار
ہر ایک جسم کو آسودگی کی خواہش تھی
ہر ایک آنکھ میں اسباب کی پرستش تھی
یہ انہماک قیادت میں بھی نہیں ملتا
یہ سوئے نفس عبادت میں بھی نہیں ملتا

مرے وطن مرے سامان میں تو کچھ بھی نہیں
بس ایک خواب ہے اور خواب کی فصیلیں ہیں
قبول کر مری میلی قمیض کا تحفہ
کہ اس کی خاک میں سجدوں کی سرزمینیں ہیں
نہ دُھل سکے گا یہ دامن کہ اس کے سینے پر
بیافرا کے مقدس لہو کی چھینٹیں ہیں

-کوہنڈ

۵۱

یہ ویت نام کی مٹّی ہے جس کے ذرّوں میں
پیمبروں کی دمکتی ہوئی جبینیں ہیں

سنگاپور ۲ ۳/۶۹

Scanned by CamScanner

قطعہ

میرے سینے کی روشنائی سے
سُرخ ہے لوحِ دشت و دریا تک
اَن گِنت آہنی فصیلیں ہیں
مارشل لا سے مارشل لا تک

Scanned by CamScanner

مری پتھر آنکھیں

اب کے مٹی کی عبارت میں لکھی جائے گی
سبز پتوں کی کہانی، رُخِ شاداب کی بات
کل کے دریاؤں کی مٹتی ہوئی مُبہم تحریر
اب فقط ریت کے دامن میں نظر آئے گی
بُوند بھر نم کو ترس جائے گی بے سُود دعا
نم اگر ہو گی کوئی چیز تو میری آنکھیں
میری پلکوں کے دریچے، مری بنجر آنکھیں
میرا اُجڑا ہوا چہرہ، مری پتھر آنکھیں

قحط افسانہ نہیں، اور یہ بے ابرِ فلک
آج اُس دیس، کل اِس دیس کا وارث ہوگا
ہم سے ترکے میں ملیں گے اُسے بیمار درخت،
تیز کرنوں کی تمازت سے چٹختے ہُوئے ہونٹ
دُھوپ کا حرفِ جنوں، لُو کا وصیّت نامہ
اور مرے شہرِ طلسمات کی بے در آنکھیں
مری بے در، مری بنجر، مری پتھر آنکھیں

لاہور ۲۳ $\frac{3}{96}$

بُزدل

آج اک افسروں کے حلقے میں
ایک معتوب ماتحت آیا
اپنے افکار کا حساب لیے
اپنے ایمان کی کتاب لیے

ماتحت کی ضعیف آنکھوں میں
ایک بجھتی ہُوئی ذہانت تھی
افسروں کے لطیف لہجے میں
قہر تھا، زہر تھا، خطابت تھی

Scanned by CamScanner

یہ ہر اک دن کا واقعہ، اِس دن
صرف اس اہمیت کا حامل تھا
کہ شرافت کے زُعم کے باوصف
مَیں بھی اِن افسروں میں شامل تھا

پشاور ۲۹ $\frac{۴}{۶۹}$

Scanned by CamScanner

مرے زخمی ہونٹ

نشّہ جس وقت بھی ٹوٹے گا، کئی اندیشے
صُبحِ لب بستہ کے سینے میں اُتر آئیں گے
محفلِ شعلۂ شب تاب کے سارے لمحے
راکھ ہو جائیں گے، پلکوں پہ بکھر جائیں گے
ریت در آئے گی سُنسان شبستانوں میں
اور بگولے پسِ دیوار نظر آئیں گے

اس سے پہلے کہ یہ ہو جائے، مرے زخمی ہونٹ
میں یہ چاہوں گا کہ بے لحن و صدا ہو جائیں
میں یہ چاہوں گا کہ بجھ جائے مری شمعِ خیال
اس سے پہلے کہ سب احباب جدا ہو جائیں

Scanned by CamScanner

اِس لیے مجھ سے نہ پوچھو کہ صفِ یاراں میں
کیوں یہ دل بے ہُنرِ حسن و تمیز اِتنا ہے
اور اے دیدہ ورو! یہ بھی نہ پوچھو کہ مجھے
ساغرِ زہر بھی کیوں جاں سے عزیز اِتنا ہے

کراچی ۱۹ ۵/۶۹

Scanned by CamScanner

راکھ

میں رات ایسے جزیرے میں تھا جہاں مجھ کو
ہر ایک ٹھوس حقیقت ملی گماں کی طرح

پکارتا تھا پُراسرارِ عالمِ موجود
تھکی تھکی ہُوئی اروارحِ رفتگاں کی طرح

دمک رہا تھا ہر اک گوشۂ وطن لیکن
خزاں کی دھوپ میں صحرائے بیکراں کی طرح

مَیں اپنی قوم سے اپنی زباں میں گویا تھا
زبانِ شہرِ خموشاں کے ترجماں کی طرح

سجے ہُوئے تھے سنگھاسن پہ عارضی حاکم
قوائے ارض و سما کے مزاج داں کی طرح

ہر ایک شخص طلبگار تھا کہ شام و سحر
اُسی کا نام لیا جائے اور اذاں کی طرح

Scanned by CamScanner

وہ داستاں تھی کسی اور شاہزادے کی
مرا لہو تھا فقط زیبِ داستاں کی طرح

میں ایسا سہم گیا تھا کہ تیرا سایہ بھی
ڈرا رہا تھا مجھے دشتِ بے اماں کی طرح

وہ میرا عکس تھا یا اور کوئی صورت تھی
جو آئینے میں ملی یارِ بدگماں کی طرح

مرا فگار قلم لکھ رہا تھا آج کی بات
زوالِ عہدِ گزشتہ کے نوحہ خواں کی طرح

وہ حبس تھا کہ نظر آئے جس میں شہر کا شہر
گھٹے گھٹے ہوئے زندانِ نازیاں کی طرح

زبان کٹ گئی مدحِ ستم گراں کرتے
ضمیر بک گئے اسبابِ مفلساں کی طرح

مسائلِ دل و جاں حل کیے گئے لیکن
سخن طرازیٔ اجلاسِ ناصحاں کی طرح

Scanned by CamScanner

اِک ایسے گھر میں رہائش مجھے وعید ہُوئی
کہ جو قفس کی طرح تھا نہ آشیاں کی طرح

مِلا اک ایسا تمدن مجھے وراثت میں
جو اجنبی کی طرح تھا نہ باپ ماں کی طرح

اِک ایسے گیت کی لَے بخش دی گئی مجھ کو
جو بھیک ہی کی طرح تھا نہ ارمغاں کی طرح

جدھر جدھر سے بھی گزرا جلوسِ رُسوائی
کھڑے تھے لوگ دریچوں میں شمع داں کی طرح

لیے ہُوئے مرے ناکردہ جُرم کی فردیں
ہر ایک دوست ملا مرگِ ناگہاں کی طرح

بوقتِ قتل بہت دُور میرے سارے عزیز
صف آزما تھے نگہبانِ آسماں کی طرح

جنوں کی آگ میں جل بجھ چکا ہے میرا وجود
میں اُس کی راکھ سے ڈھالوں کہاں کہاں کی طرح

لاہور ۵ ۹/۶۹

کوئی قلزم، کوئی دریا، کوئی قطرہ مدد دے

لُٹ گئی دولتِ ایمان و متاعِ عرفاں
کعبۂ منبر و محراب و کلیسا مدد دے

آج اولاد پہ ہے قحطِ ضمیر و جرأت
خونِ اجداد رسد! عزتِ آبا مدد دے

میں اکیلا نکل آیا ہوں ستاروں کی طرف
کرۂ ارض کی اے مجلسِ شوریٰ مدد دے

سامری سانپ مری سمت بڑھے آتے ہیں
زورِ اعصائے کلیم و یدِ بیضا مدد دے

Scanned by CamScanner

لحن و آہنگ کے شہروں میں اُتر آیا ہے
اجنبی خوف کا پھیلا ہُوا صحرا مدد دے

آج گُم گشتۂ منزل ہیں روایاتِ خضر
آج بیمار ہے صدیوں کا مسیحا مدد دے

پیاس ایسی کہ زباں مُنہ سے نکل آئی ہے
کوئی قُلزُم، کوئی دریا، کوئی قطرہ مدد دے

برف باری مرے کمرے میں اُتر آئی ہے
تابشِ زمزمہ و حدّتِ صہبا مدد دے

ایک بزدل مرے سینے میں بڑی دیر سے ہے
جرأتِ خودکشی و قتلِ اعزّا مدد دے

میں تو دونوں ہی کی لوری سے بہل جاؤں گا
قربتِ ساحل و گہوارۂ دریا مدد دے

Scanned by CamScanner

کوئی آیا ہے مجھے آگ لگانے کے لیے
صحنِ بے چارگیٔ مسجدِ اقصیٰ مدد دے

کس طرف سجدہ کروں کس سے دعائیں مانگوں
اے مرے شش جہت قبلہ و کعبہ مدد دے

حلقِ اصغر کی طرف ایک کماں اور کھنچی
اے ہواؤں کے رخ، اے گردشِ صحرا مدد دے

اک رسن اور بڑھی سوئے سکینہ ہشیار
اک صلیب اور ہوئی درپئے عیسیٰ مدد دے

ایک ... اک چہرۂ گل رنگ بجھا جاتا ہے
جنتِ جلوۂ آئینۂ فردا مدد دے

لاہور ۳۱ ۸/۹۹

اُستاد

آج مرے اُستاد نے فرمایا
اے میرے باہمّت فرزندو
یہ مت دیکھو تم کیا جانتے ہو
صرف یہ دیکھو کس کو جانتے ہو

Scanned by CamScanner

جیل

آج کی رات ہر اک گھر کا یہی عالم ہے
آج کی رات ہر اک گھر میں صفِ ماتم ہے

ماتمی ہات فقط سینہ زنی جانتے ہیں
ماتمی ہاتوں سے زنجیر نہیں کٹ سکتی

اور زنجیر کٹے بھی تو فصیلِ زنداں
ایسی مُحکم ہے کہ رستے سے نہیں ہٹ سکتی

اور ہٹ جائے بھی بالفرض تو اس کے آگے
اور زنداں ہے جو اس سے بھی بڑا زنداں ہے

کراچی ۲۰ $\frac{۱۱}{٦٩}$

Scanned by CamScanner

اے صبح کے غمخوارو!

اے صُبح کے غمخوارو، اِس رات سے مت ڈرنا
جس ہات میں خنجر ہے اس ہات سے مت ڈرنا
خورشید کے متوالو، ذرّات سے مت ڈرنا
چنگیز نژادوں کی اوقات سے مت ڈرنا

ہاں شاملِ لب ہوگی نفرت بھی، ملامت بھی
یارانہ کدورت بھی، دیرینہ عداوت بھی
گزرے ہوئے لمحوں کی مرحوم رفاقت بھی
قبروں پہ کھڑے ہوکر جذبات سے مت ڈرنا

Scanned by CamScanner

آبادِ ضمیروں کو اُفتادِ ستم کیا ہے
آسودہ ہو جب دل پھر تکلیفِ شکم کیا ہے
تدبیرِ فلک کیا ہے، تقدیرِ اُمم کیا ہے
محرم ہو تو دو دن کے حالات سے مت ڈرنا

رُودادِ سرِ دامن کب تک نہ عیاں ہو گی
ناکردہ گناہوں کے منہ میں تو زباں ہو گی
جس وقت جرائم کی فہرست بیاں ہو گی
اُس وقت عدالت کے اثبات سے مت ڈرنا
اے صبح کے غمخوارو!

لاہور ۲۰ ۱۲/۶۹

اِحتساب

ہر اک زبان پہ ہے اِدّعائے بے گنہی
مجھے خبر نہیں مقتول ہوں کہ قاتل ہوں
ابھی یہ بات مجھے زیب ہی نہیں دیتی
ابھی تو مَیں بھی صفِ مجرماں میں شامل ہوں

جو فرق ہے تو بس اتنا کہ دوسروں کے لیے
شبِ جزا و سزا ایک بار آئے گی
مرے ضمیر سے لاکھوں گواہیاں لینے
یہ رات ہم نفسو بار بار آئے گی

یہ رات میری ہر اک نظم کو طلب کر کے
کئی ہزار دنوں کا حساب مانگے گی

مری زبان، مری تربیت، مری تہذیب
مَیں مر گیا بھی تو مجھ سے جواب مانگے گی

Scanned by CamScanner

میں اپنے ذہن کا اِک اک ورق اُلٹتا ہوں
ہر اک ورق کی جبیں پر نشانِ عصمت ہے
کسی بیاض پہ بکھرا ہُوا ہے خواب کا رنگ
وہ خواب جن میں نئے عہد کی بشارت ہے
کہیں جمال کے مہتاب کی گھنی پلکیں
کہیں خیال کے خورشید کی تمازت ہے
مری نگاہ میں ارضی عدالتیں کیا ہیں!
یہ شاعری مری سب سے بڑی عدالت ہے

لاہور ۱۹۷۰

بچا گئیں کئی لوگوں کو منجمد لہریں
ڈبو دیا ہمیں پایابیٔ تمنّا نے
میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں
تمام شہر نے پہنے ہُوئے ہیں دستانے

پہلا پتھر

صبا ہمارے رفیقوں سے جا کے یہ کہنا
بصد تشکر و اخلاص و حُسن و خوش ادبی
کہ جو سلوک بھی ہم پہ روا ہُوا اس میں
نہ کوئی رمزِ نہاں ہے نہ کوئی بوالعجبی

ہمارے واسطے یہ رات بھی مقدر تھی
کہ حرف آئے ستاروں پہ بے چراغی کا
لباسِ چاک پہ تہمت قبائے زرّیں کی
دلِ شکستہ پہ الزام بد دماغی کا

صبا جو راہ میں دشمن ملیں تو فرمانا
کہ یہ تو کچھ نہ کیا، ہو سکے تو اور کرے
کہ اپنے دستِ لہو رنگ پر نظر ڈالے
کہ اپنے دعوائے معصومیت پہ غور کرے

حدیث ہے کہ اُصولاً گناہ گار نہ ہوں
گناہ گار پہ پتھر سنبھالنے والے
اور اپنی آنکھ کے شہتیر پر نظر رکھیں
ہماری آنکھ سے کانٹے نکالنے والے

لاہور ۵ ۳/۷

Scanned by CamScanner

حصار

بے نور ہوں کہ شمعِ سرِ رہ گزر میں ہوں
بے رنگ ہوں کہ گردشِ خونِ جگر میں ہوں

اندھا ہوں یوں کہ کور نگاہوں میں رہ سکوں
بہرہ ہوں یوں کہ قصۂ نامعتبر میں ہوں

ذرّے جوان ہو کے افق تک پہنچ گئے
میں اتنے ماہ و سال سے بطنِ گہر میں ہوں

مستقبلِ بعید کی آنکھوں کی روشنی
اوروں میں میں نہ ہوں مگر اپنی نظر میں ہوں

Scanned by CamScanner

لاکھوں شہادتوں نے مجھے واسطے دیے
میں شب گزیدہ پھر بھی تلاشِ سحر میں ہُوں

سفّاک بچپنوں کا کھلونا بنا ہُوا
دنیا کی زد میں، پنجۂ شمس و قمر میں ہُوں

مَیں جنگلوں کی رات سے تو بچ کے آ گیا
اب کیا کروں کہ وادیٔ نوعِ بشر میں ہُوں

جی چاہتا ہے مثلِ ضیا تجھ سے مِل سکوں
مجبور ہوں کہ محبسِ دیوار و در میں ہُوں

مَیں ہم نشینِ خلوتِ شہنازِ لالہ رُخ
میں گرمیٔ پسینۂ اہلِ ہُنر میں ہُوں

خوابوں کے رہرو اب مجھے پہچاننے کے بعد
آواز دو کہ اصل میں ہُوں یا خبر میں ہُوں

Scanned by CamScanner

اِتنی تو دُور منزلِ وارفتگاں نہ تھی
کن راستوں پہ ہُوں کہ ابھی تک سفر میں ہوں

کیسا حصار ہے جو مجھے چھوڑتا نہیں
میں کس طلسمِ ہوش رُبا کے اثر میں ہوں

زنداں میں ہوں کہ اپنے وطن کی فصیل میں
عزّت سے ہوں کہ جسم فروشوں کے گھر میں ہوں

کراچی ۱۸ جُون ۶۰ء

Scanned by CamScanner

قطعہ

توُ بھی نہ کہیں اُجڑ کے رہ جائے
وحشت میں بدل نہ جائے دستور
اے مُلک ترے بہت سے شہری
بن باس پہ ہو رہے ہیں مجبور

کراچی ۲۱ ۵ جے

Scanned by CamScanner

دیدنی

میری پلکوں کو مت دیکھو
اِن کا اُٹھنا، اِن کا جھپکنا، جسم کا نامحسوس عمل ہے
میری آنکھوں کو مت دیکھو
اِن کی اوٹ میں شامِ غریباں، اِن کی آڑ میں دشتِ ازل ہے
میرے چہرے کو مت دیکھو
اِس میں کوئی وعدۂ فردا، اس میں کوئی آج نہ کل ہے
اب اُس دریا تک مت آؤ جس کی لہریں ٹوٹ چکی ہیں
اُس سینے سے لَو نہ لگاؤ جس کی نبضیں چھوٹ چکی ہیں

Scanned by CamScanner

اب میرے قاتل کو چاہو
میرا قاتل مرہم مرہم، دریا دریا، ساحل ساحل
قاضیٔ شہر کا ماتھا چومو
جس کے قلم میں زہرِ ہلاہل، جس کے سخن میں لحنِ سلاسل
اب اُس رقص کی دُھن پر ناچو
جس کی گت پر لُٹ گیا قاضی، جس کی لَے پر بِک گیا قاتل

کراچی ۲۱ جے

بنام ادارۂ "لیل و نہار"

(ایک نظم کی اشاعت سے انکار پر)

زیرِ عتاب ہیں مرے اشعار دیکھنا
سبطِ حسن کی جرأتِ اظہار دیکھنا

کس بانکپن سے آئے تھے فنکار دیکھنا
کس کی گلی میں آکے ہُوئے خوار دیکھنا

ہر گورکن ہے قوم کا معمار دیکھنا
ہر بوالہوس کا قُربِ دربار دیکھنا

خیبر شکن کھڑے ہیں سُبکسار دیکھنا
اِس عسکری نظام کی دیوار دیکھنا

Scanned by CamScanner

نامِ حُسینیت پہ سرِ کربلائے عصر
کس کا علم ہے، کس کے علمدار دیکھنا

اے غمگسار! مجلسِ "لیل و نہار" میں
کس کی عزا ہے، کیسے عزادار دیکھنا

پڑھنا بلند بانگ و رجز خواں ادا ریے
اور بعد میں نمونۂ کردار دیکھنا

تکفیر کے چھُپے ہوُے کانٹوں کے سامنے
تسبیح کے سجے ہوُے گلزار دیکھنا

رندی و انقلاب کا ہر نعرۂ عظیم
پہنے ہوُے ہے جبّہ و دستار دیکھنا

ہر کوہ کَن نے مصلحتِ شب شعار کی
نرغے میں ہے صداقتِ اقدار دیکھنا

Scanned by CamScanner

اب امتیازِ دشمنی و دوستی گیا
اپنی صفوں میں آ گئے غدار دیکھنا

اِک سرفروشِ نظم کے اعلانِ حق کے بعد
اِک حرّیت پسند کا اِنکار دیکھنا

سینوں کی دھڑکنوں میں چھپے گی وہ ایک نظم
حاصل نہ ہو سکا جسے اخبار دیکھنا

دائم رہے گا حافظۂ روزگار پر
وہ میرا بار بار سُوئے دار دیکھنا

مجھ پر چلی ہے عین بہ ہنگامِ سجود
اک زہر میں بجھی ہوئی تلوار دیکھنا

تنہا ہے کون اب پسِ زنداں جنابِ فیض
رُسوا ہے کون اب سرِ بازار دیکھنا

Scanned by CamScanner

اب کر رہے ہیں کون سی آزموں کی پرورش
لوح و قلم کے جملہ وفادار دیکھنا

تنقیدِ رُوئے ذاتِ نشیناں سے برطرف
سوئے یلانِ عرصۂ پیکار دیکھنا

کرنا کوئی تو کوفۂ احباب کا سفر
کوئی مرا سقیفۂ دلدار دیکھنا

خنجر بدست لشکرِ منبر کے رُو برُو
ماتم شعار مجمعِ انصار دیکھنا

اِن قاتلوں کے رقصِ سرِ عام کے حضور
اِن عاقلوں کا جملۂ پندار دیکھنا

اے چارہ ساز میری علالت کو بھول کر
اک فلسفی کی صحتِ افکار دیکھنا

Scanned by CamScanner

صرصر کی زد میں آکے بھی روشن ہے اک چراغ
بجھنے لگے ہیں ثابت و سیّار دیکھنا

قائم ہے شہرِ سنگ میں بلّور کا بدن
در کا ہُوا ہے شیشۂ کہسار دیکھنا

بدلے اب اور کون سی کروٹ نظام تو
آئیں اب اور کون سے ادوار دیکھنا

شاید تمھیں نصیب ہو اے کشتگانِ شب
رُوئے اُفق پہ صبح کے آثار دیکھنا

کراچی ۲۴ جون ۵

قطعہ

یوں ہر گلی کنارہ کشں و چشم پوش ہے
جیسے ہمارا گھر سے نکلنا گناہ ہو

منبر میں ایسا لحن ہے، ایسا سروش ہے
جیسے ہمارا نامۂ رندی سیاہ ہو

یوں دن گزر رہے ہیں کہ فردا نہ دوش ہے
اے اعتبارِ وقت معیّن نگاہ ہو

اب تک قتیلِ ناوکِ یاراں میں ہوش ہے
اے دوستوں کی مجلسِ شوریٰ صلاح ہو

"میری سنو جو گوشِ نصیحت نیوش ہے
دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو"

کراچی ۱۳ ۶/۷۰

Scanned by CamScanner

شہناز

(۱)

جو بھی تھا، چاکِ گریباں کا تماشائی تھا
تُو نہ ہوتی تو یہ تدبیرِ رفو کرتا کون؟
ایک ہی ساغرِ زہراب بہت کافی تھا
دوسری بار تمنائے سبُو کرتا کون؟
تیرے چہرے پہ جو تقدیس نہ ہوتی ایسی
دل کے مواج سمندر میں وضو کرتا کون؟

تُو نے اندیشۂ فردا کو سمجھنے پر بھی
میرے امروز کو ہر شکر سے بالا رکھا

Scanned by CamScanner

لے چلی تھی مجھے ذرّوں کی طرح بادِ سموم
تُو نے ہیروں کی طرح مجھ کو سنبھالا رکھّا
اُس پہ ممنوع تھی اِک بوند کی فیّاضی بھی
تو نے جس ہونٹ پہ کوثر کا پیالا رکھا

اپنی پلکوں میں چھپایا مجھے تُو نے اُس وقت
جب سرِ راہ ہر اک فرد مرا قاتِل تھا
تُو نے آ کر مجھے جراُت کی اِکائی بخشی
مجھ میں اک شخص بہادر تھا اور اک بُزدل تھا
کوئی واقف ہی نہیں ہے کہ رَجَز کے ہنگام
میرے لہجے میں ترا گرم لہو شامِل تھا

رنگ میں سادہ مزاجی کا بھرم تجھ سے ہے
سنگ میں زحمتِ تخلیقِ صنم تجھ سے ہے

Scanned by CamScanner

تجھ سے ہے یوں جو فراواں ہے، وفا کی دولت
یہ جو اندیشۂ جاں اتنا ہے کم، تجھ سے ہے
میں الگ ہو کے لکھوں تیری کہانی کیسے
میرا فن، میرا سخن، میرا قلم تجھ سے ہے

کراچی ۱۴ جے

Scanned by CamScanner

شہناز

(۲)

فن کار خود نہ تھی، مرے فن کی شریک تھی
وہ روح کے سفر میں بدن کی شریک تھی

اُترا تھا جس پہ بابِ حیا کا ورق ورق
بستر کے ایک ایک شکن کی شریک تھی

میں ایک اعتبار سے آتش پرست تھا
وہ سارے زاویوں سے چمن کی شریک تھی

وہ نازشِ ستارہ و طنازِ ماہتاب
گردش کے وقت میرے گہن کی شریک تھی

Scanned by CamScanner

وہ ہم جلیسِ سانحۂ زحمتِ نشاط
آسائشِ صلیب و رسن کی شریک تھی

ناقابلِ بیان اندھیرے کے باوجود
میری دُعاتے صبحِ وطن کی شریک تھی

دُنیا میں ایک سال کی مدّت کا قرب تھا
دل میں کئی ہزار قرن کی شریک تھی

کراچی ۳۰ ۸/۷۰

شہناز

(۳)

میرے زخموں سے مری راکھ سے تصدیق کرو
کہ مسیحا نفَس و شعلہ جبیں تھا کوئی

ماسوا وَہم جہاں، ذکرِ خدا وہم جہاں
ہاں اُسی ذہن میں عرفان و یقیں تھا کوئی

فون خاموش ہے اور گیٹ کی گھنٹی بے صوت
جیسے اِس شہر میں رہتا ہی نہیں تھا کوئی

بزمِ ارواح تھی یا تیرے دہکتے ہوئے ہونٹ
واقعہ تھا کہ گماں تھا کہ یہیں تھا کوئی

Scanned by CamScanner

کوہِ ندا

میرا ستارہ ہے اب اور مری تنہائی ہے
میرے اِنکار پہ بھی میرا ایں تھا کوئی

شاعرو، نغمہ گرو، سنگ تراشو دیکھو
اس سے مِل لو تو بتانا کہ حسیں تھا کوئی

کراچی ۲ ۹ بجے

شہناز

(۴)

"خود کو تاراج کرو، زندگیاں کم کر لو
جتنا چاہو دلِ شوریدہ کا ماتم کر لو

تابِ وحشت کسی صحرا، کسی زنداں میں نہیں
اِس قدر چارہ گری وقت کے امکاں میں نہیں

خاطرِ جاں کے قرینے تو کہاں آئیں گے
صرف یہ ہوگا کہ احباب بچھڑ جائیں گے

گھر جو اُجڑے تو سنورتے نہیں دیکھے اب تک
ایسے ناسُور تو بھرتے نہیں دیکھے اب تک

Scanned by CamScanner

شہناز

(۵)

جس طرح ترکِ تعلق پہ ہے اصرار اب کے
ایسی شدت تو مرے عہدِ وفا میں بھی نہ تھی

میں نے تو دیدہ و دانستہ پیا ہے وہ زہر
جس کی جرأت صفِ تسلیم و رضا میں بھی نہ تھی

تُو نے جس لہر کی صورت سے مجھے چاہا تھا
ساز میں بھی نہ تھی وہ بات، صبا میں بھی نہ تھی

بے نیاز ایسا تھا مَیں دشتِ جنوں میں کھو کر
مجھ کو پانے کی سکت ارض و سما میں بھی نہ تھی

Scanned by CamScanner

اور اب یوں ہے کہ جیسے کبھی رسمِ اخلاص
نہ نشینوں ہیں تو کیا، ہم فقرا میں بھی نہ تھی

بے وفائی کی یہ مشترکہ نئی آسائش
دلِ پُرخوں میں بھی اور رنگِ حنا میں بھی نہ تھی

نہ تو شرمندہ ہے دل اور نہ خفا خوار اب کے
جس طرح ترکِ تعلّق پہ ہے اِصرار اب کے

کراچی (ہوٹل سمار)
۲۲ $\frac{۹}{۷۰}$

در ہجوِ آشوبِ تقررؔ

(ایک ذاتی نظم)

زلفِ جہلم کے تھے کبھی قیدی
شعر لکھتے تھے مصطفےٰ زیدی

دل کے زینوں پہ شعر لکھتے تھے
نازنینوں پہ شعر لکھتے تھے

اور باوصفِ ذوقِ ؎ ونعت
کام کرتے تھے ساری ساری رات

دوستوں کے دلوں میں کھلتے تھے
دشمنوں سے بھی ہنس کے ملتے تھے

؎ اصل نسخے میں بھی کوئی لفظ درج ہونے سے رہ گیا ہے

Scanned by CamScanner

بزم میں لطفِ معنی و گفتار
رزم میں تند و تیز و شعلہ وقار

کھیلتے تھے شعور کا پتہ
چال بازی نہیں تھی البتہ

کچھ دنوں ایک مردِ مومن نے
راہ میں سنگ و خار و خس ڈالے

کھل گیا لیکن اُن کی چال کا ڈھب
چل دیے بھائی سوئے بحرِ عرب

ایک شخص اور نیم پاگل تھا
سن رسیدہ حواس مختل تھا

ذات، جیسے گناہ سڑتے ہوں
بات، جیسے گنوار لڑتے ہوں

Scanned by CamScanner

لی مدد اس نے بعد جبلہ وحی
شہرِ پنڈی کے ایک سیّد کی

اُسی مشعل سے ہم فروزاں تھے
اُسی سیّد پہ ہم بھی نازاں تھے

فردِ سادات اور یہ مسلک
دل کو آتا نہیں یقیں اب تک

کیا ستارے کی روح میں ظلمت ؟
کیا حسینؓ اور یزید کی بیعت ؟

راستی اپنے آب و دانے میں
سادہ لوحی ہے اس زمانے میں

ہم بہرطور راستی پہ رہے
اگلے وقتوں کی سادگی پہ رہے

Scanned by CamScanner

کہ دیانت سے جی جُدا نہ کیا
کہ سفارش پہ فیصلہ نہ کیا

جاہلوں کی صدا نہ چلنے دی
رشوتوں کی ہوا نہ چلنے دی

علم دیکھا، تو اُس کی عزّت کی
فہم پایا، تو اُس کو قربت دی

روتی جب بھی غریب کی چادر
دیر تک کاٹتا رہا بستر

کوئی بکھرا تو ہم چھلکنے لگے
کوئی تڑپا تو ہم تڑپنے لگے

گوشہ ہائے ادب سنوار دیے
چار سو دن یونہی گزار دیے

Scanned by CamScanner

ناگہاں موت کے فرشتے نے
دی صدا ڈاکیے کے تھیلے نے

اے سخن کے امام، جا اور بن
ڈپٹی سکریٹری ایجوکیشن

رخشِ عمرِ رواں کی باگ سنبھال
بھول جا اپنی احترام کی چال

تُو سمجھ لے کہ ہے گلاب کا پھُول
ڈی پی آئی کے دفتروں کی دھُول

تو ہے باقی ہر ایک سے بہتر
جو نہ آتا ہو کام، وہ بھی کر

تو ہے انجکشن صفِ تقویم
اور مرتا ہے شعبۂ تعلیم

Scanned by CamScanner

اب اُٹھا اپنی شاعری کے مزے
فائلوں پر ذرا ترنّم سے

پہلے بھی شاعر و ادیب بڑے
فاقہ مستی میں شعر لکھتے تھے

میرؔ کا حال تو پڑھا ہوگا
فیضؔ کا واقعہ سُنا ہوگا

گھر نہیں ہے، تو کیا، کسی سے نہ کہہ
جا کے لاہور میں درخت پہ رہ

پہلے جشنِ بہار تھا لاہور
پہلے شہرِ نگار تھا لاہور

دیکھ کر ہم کو محترم و خوددار
مسکراتا تھا پہلے شالامار

Scanned by CamScanner

اب یہی شہر دل دکھاتا ہے
ہم کو لاہور کاٹے کھاتا ہے

گوشت آٹے پہ ہو چکی ہے دلیل
ہم کو نا فہم کر چکے ہیں ذلیل

ہر بَلا نے ہمیشگی کو کہا
دُودھ والے نے ہیشگی کو کہا

ساس سمجھی کہ اُس کی لڑکی کو
لے گیا مکر سے طلسم کا دیو

دشت کی آندھیاں ہی کیا کم تھیں
چھوٹے بیٹے نے تتلیاں مانگیں

دیکھ کر حالتِ دل ابتر
ایک اِک کر کے ہٹ گئے نوکر

Scanned by CamScanner

تا کہ ہو رِزق کا کوئی اِمکان
بِک گیا گھر کا قیمتی سامان

رات دن ہم پڑے رہے پابند
ایک گوشے میں مثلِ حاجت مند

شکل پر آئے اس طرح سائے
دوست پہچاننے سے بچنے لگے

اِس سے بڑھ کر خود اپنے کام سے گھن
ایک اک سال بن گیا ہر دن

اپنا دفتر ہے اِس طرح گویا
جیتے جی مقبرے میں گاڑ دیا

فائل سے مجھ پہ ڈالتا ہے نظر
ایک اک نوٹ اژدہا بن کر

Scanned by CamScanner

ذہن پر ہیں بہ صورتِ افعی
دستِ خط، چھان بین، پی یو سی

سُرخ سطروں سے جھانکتا ہے خون
گھن بجاتا ہے دل پہ ٹیلی فون

اپنے کمرے کی جالیوں کے پرے
اپنا نام اجنبی سا لگتا ہے

سارے دن جیسے جن پکارتے ہیں
دل پہ عفریت سینگ مارتے ہیں

یوں چمکتی ہے غم سے اک اک آنت
جیسے راتوں میں جگنوؤں کے دانت

دل ہیں تابوت سے اُتارتی ہیں
فائلیں قبر کو پکارتی ہیں

Scanned by CamScanner

آنکھ پر مُہر، ہونٹ پر تالے
ذہن میں عنکبوت کے جالے

نہ کوئی اپنا فن، نہ اپنا کرافٹ
غیر کے واسطے ہر ایک ڈرافٹ

غیر کی شکل خاص کا غازہ
غیر کی مرحمت کا خمیازہ

غیر کا مکر، غیر کا اخلاق
غیر کے عشق کا سیاق و سباق

کیا اسی دن کے واسطے ہم نے
مرحلے طے کیے تھے برسوں کے

ایک اِک حرف عقل پر اک طنز
ہر لفافے کی شکل پر اک طنز

Scanned by CamScanner

ہر لفافے پہ با حروفِ جلی
"سیدی، مصطفائی، سی ایس پی"

(۱۹۶۱ء میں لکھی گئی)

Scanned by CamScanner

ریستوران میں

ہم اِک چائے کی میز پہ آ کر
عشق کا قصّہ لے بیٹھے تھے
ہر خاتون بڑی کومل تھی
مرد نہایت دل والے تھے

معتبرانِ شہر میں اک نے
اُس کو فلاطونی ٹھہرایا
اُن کی شریکِ حیات نے اس پہ
طنز سے "جی اچھا!" فرمایا

پادریوں میں اِک یہ بولے
عشق گھریلو ہو نہ تو اس سے

Scanned by CamScanner

نظمِ شکم برہم ہوتا ہے
اِک لڑکی نے پوچھا "کیسے؟"

اک خاتون نے یہ فرمایا
عشق میں ہے تلوار کی تیزی
اور اسی دَوران میں اُٹھ کر
چائے کی پیالی شوہر کو دی

ایک گوشہ بالکل خالی تھا
تم بھی جو آتیں ہم مل رہتے

عشق کا مطلب سب پا جاتے
گو ہم منہ سے کچھ بھی نہ کہتے

جنوری ۱۹۵۷ء

Scanned by CamScanner

غزل

ہوئی ایجاد نئی طرزِ خوشامد کہ نہیں
کل کا آئین ہے اب تک سرِ مسند کہ نہیں

آ گئی اے مرے سائے سے بھی بچنے والی
رفتہ رفتہ ترے اقرار کی سرحد کہ نہیں

نہرِ خوں ہو چکی، فرہاد کی مزدوری کو
اب کے تیشے سے ملی قیمتِ ساعد کہ نہیں

ناصحا اس لیے میں گوشِ برآواز نہ تھا
تری آواز سے چھوٹا ہے ترا قد کہ نہیں

اپریل، مئی ۱۹۶۴ء

Scanned by CamScanner

اے کربلا - اے کربلا

بعدِ امامِ لشکرِ تشنہ دہاں جو کچھ ہُوا
کس سے کہوں، کیسے کہوں، اے کربلا، اے کربلا

کیسے رقم ہو بے کسی، بے حرمتی کی داستاں
اک کنبۂ عالی نسب کی در بدر رُسوائیاں
اک مشک جس کو کر گئی سیراب تیروں کی زباں
اک سبز پرچم جھک گیا جو خاک و خوں کے درمیاں
اک آہ جو سینے سے نکلی اور فضا میں کھو گئی
اک روشنی جو دن کی ڈھلتی ساعتوں میں سو گئی

Scanned by CamScanner

وہ دودمانِ حیدری کی، آلِ پیغمبر کی لاش
وہ آیتوں کی گود میں سوئے ہوئے اکبر کی لاش
وہ اک بُریدہ بازوؤں والے علم پرور کی لاش
وہ دودھ پیتے، لوریاں سُنتے علی اصغر کی لاش
معصوم بچّے وحشیوں کی جھڑکیاں کھائے ہُوئے
عون و محمد چھوٹے چھوٹے ہاتھ پھیلائے ہُوئے

سجّاد سے زینب کا یہ کہنا کہ مولا جاگیے
غفلت سے آنکھیں کھولیے، لُٹتا ہے کنبہ جاگیے
اُٹھتے ہیں شعلے دیکھیے، جلتا ہے خیمہ جاگیے
اے باقیِ ذُرّیتِ یٰسین وطٰہٰ جاگیے
سارے محافظ سو رہے ہیں، اشقیا بیدار ہیں
طوق و سلاسل منتظر ہیں، بیڑیاں تیار ہیں

Scanned by CamScanner

ناموسِ اہلِ بیت کے سر کی رِدا بھی چھن گئی
جو سجدہ گاہِ قدسیاں تھی وہ قبا بھی چھن گئی

اُلٹے قنات توں ہیں رواں، آتش یزیدی جاہ کی
لُٹتی صفوں ہیں در بدر عترت رسولؐ اللہ کی

جس ہاتھ سے تھپڑ پڑے وہ ہاتھ اک کردار تھا
عارض سکینہ کے نہ تھے، تاریخ کا رخسار تھا

تردید کی تکرار میں حق کی صدا بڑھتی گئی
جبر و تشدد میں نوائے بے نوا بڑھتی گئی

جتنا شعارِ محتسب دشوار تر ہوتا گیا
اتنا ہی ذکرِ خونِ ناحق، مشتہر ہوتا گیا

Scanned by CamScanner

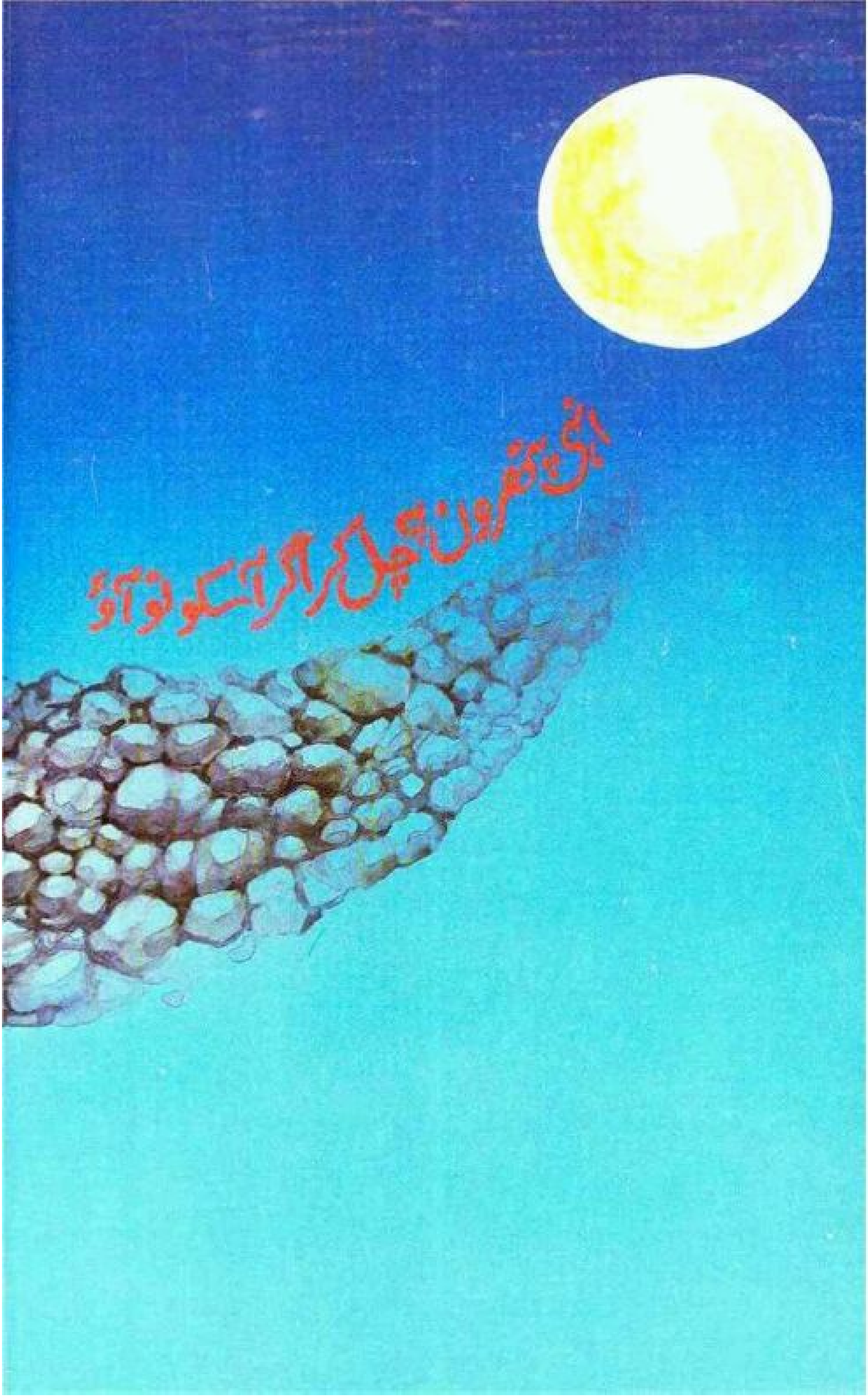

Scanned by CamScanner